مناظرِ اسلام وکیلِ احناف

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی

کے مباحثوں اور مناظروں کا جامع ترین مجموعہ

ترتیب، مراجعت، تخریج احادیث وحوالہ جات وحواشی

مولانا محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی

مکتبہ امدادیہ

ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان Ph: 061-544965

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فتوحاتِ صفدرؒ

جلد سوم

رئیس المناظرین، وکیلِ احناف، مناظرِ اسلام

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ

کے مباحثوں اور مناظروں کا جامع ترین مجموعہ

مرتب

مولانا محمود عالم صفدر اوکاڑوی

ناشر

مکتبہ امدادیہ

ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان - پاکستان
فون: ۵۴۴۹۶۵

نام کتاب : فتوحات صفدرؒ ﴿جلد ثالث﴾

افادات : حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ

مرتب : مولانا محمود عالم صفدر صاحب اوکاڑوی

کمپوزر : محمد مسلم فاروقی

ناشر : مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان

Phone NO. ۰۶۱-۵۴۴۹۶۵

ملنے کے پتے

- مکتبہ امدادیہ ملتان
- مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
- ادارہ اسلامیات لاہور
- مکتبہ سید احمد شہید، لاہور
- قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی
- مکتبہ عمر فاروق نزد جامعہ فاروقیہ کراچی
- کتب خانہ رشیدیہ، راولپنڈی

انتساب

فتوحات صفدر جلد سوم کا انتساب ایسے شخص کی طرف کرتا ہوں جس کو قدرت نے ذہن ثاقب طبیعت غیور قوت حافظہ جرأت بے مثل عطا فرما کر علم کا بحر بے کراں بنایا تھا، وہ غازی بھی تھا مجاہد بھی، سپاہی بھی تھا سپہ سالار بھی میدان سیاست کا شاہسوار بھی تھا اور منبع علوم ومعرفت بھی تھا وہ جب مسند حدیث پر بیٹھتا تو اس سے بڑا کوئی محدث نظر نہ آتا وہ فرنگی سامراج کے خلاف علم حریت لے کر اٹھا تو مالٹا کے زندان خانوں کی صعوبتیں بھی اس کے راستے میں رکاوٹ نہ بن سکیں، اس کی ایک للکار پر فرنگی سامراج کانپ اٹھتا تھا، اس نے اپنے پاکیزہ اور مطہر بدن پر ظلم وتشدد کے پہاڑ ٹوٹتے دیکھے مگر پھر بھی اس کے پایہ استقلال میں فرق نہ آیا جب دنیائے کفر عالم اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانا چاہتی تھی تو اس نے اپنا وجود زخمی کروا کر آزادی کی وہ شمع روشن کی کہ آج اسی آزادی کی شمع کی روشنی میں لشکر حریت رواں دواں ہے جب وہ حلقہ درس بنا کر بیٹھا تو امام الاولیاء زبدۃ الاتقیاء شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ جیسا بحر العلوم اس کے حلقہ درس میں دوزانو بیٹھا نظر آیا، مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ جیسا تصوف وتصنیف کا امام بھی اس کا تلمیذ ہونے پر فخر کرتا نظر آیا، محدث العصر حافظ الحدیث حجۃ اللہ فی الارض حضرت علامہ انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ جیسا محدث بھی اس کے گلستان درس کا گل بے بہا نظر آیا۔ اس کے درس حدیث کی خوشبوئیں آج بھی تشنگان علوم نبوی کے لئے آب حیات بنی ہوئی ہیں۔ آج بھی وقت کا محدث جب حدیث پڑھاتا ہوا اس کے علوم کا تذکرہ نہ کرے تو درس حدیث ادھورا معلوم ہوتا ہے۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ اقوال محبوب عالم ﷺ کا حق ادا نہ ہوا، اس لئے ناچیز فتوحات صفدر جلد سوم کا

اِنتساب

فخر المحدثین امام الاولیاء رئیس الاتقیاء

حضرت اقدس شیخ الہند

مولانا محمود حسن دیوبندی نوراللہ مرقدہ

کے نام کرتا ہوں

محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی

۱۸-۷-۱۴۲۳ھ

فہرس

مناظرہ عبداللہ بہاولپوری بر موضوع قرأت خلف الامام

مناظر اہل سنت والجماعت

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

غیر مقلد مناظر

مولوی اللہ بخش

موضوع مناظرہ

تقلید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی۔

الحمد للہ وکفیٰ والصلوۃ والسلام علی عبادہ

الذین اصطفیٰ. اما بعد.

اس وقت آپ کے سامنے مسئلہ تقلید پر بحث ہو رہی ہے۔ تقلید کا معنی ہوتا ہے تابعداری کرنا اور چونکہ تقلید ہم کرتے ہیں جیسا کہ مولوی صاحب نے فرمایا، یہ ہم بتائیں گے کہ ہم تقلید کس بات میں کرتے ہیں، اور تقلید کا مفہوم کیا ہے۔ ہمارے بتائے ہوئے اصول کا ہمارے مخالفین نے جواب دینا ہوگا۔ اپنی طرف سے تقلید کا کوئی نیا مفہوم بیان کر کے ہمارے ذمے لگانا یہ خلط مبحث ہوگا۔ ہم چونکہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مقلد ہیں یہ میرے ہاتھ میں امام ذہبی کی کتاب مناقب امام اعظم ابی حنیفہ ہے۔ سب سے پہلے ہم امام صاحبؒ سے پوچھتے ہیں کہ وہ ہمیں کیا بتاتے ہیں اور ہم

کس مسئلہ میں ان کی تقلید کرتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے میں مسئلہ کتاب اللہ سے لیتا ہوں۔ [1]

(۱). روى الخطيب وابو عبدالله الصيمرى عن الحافظ يحيٰ بن الضريس قال شهدت سفيان الثورى واتاه رجل له مقدار فى العلم والعبادة فقال له يا ابا عبدالله ما تنقم على ابى حنيفة ؟ قال وما له ؟ قال سمعته يقول قولا فيه انصاف . اخذ بكتاب الله تعالىٰ فان لم اجد فى كتاب الله فبسنة رسوله ﷺ فان لم اجد فى سنته ﷺ اخذت بقول اصحابه من شئت منهم وادع من شئت منهم ولم اخرج عن قولهم الى قول غير هم فاما اذا انتهىٰ الامر وجاء الى ابراهيم والشعبى وابن سيرين وحسن وعطاء وسعيد بن المسيب ، وعدد رجالا ، فقوم اجتهدوا فاجتهد كما اجتهدوا . فسكت سفيان .

ترجمہ۔ خطیب بغدادی اور ابوعبداللہ صیمری نے حافظ یحیٰی بن ضریس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں سفیان ثوری کے پاس حاضر تھا کہ ایک ذی علم عبادت گذار شخص آیا اور سفیان ثوری سے عرض کیا ابوعبداللہ ابوحنیفہ کی کس بات پر آپ ناراض ہیں۔ انہوں نے فرمایا ان کی کیا بات ہے ان بزرگوں نے عرض کیا میں نے تو ان سے انصاف کی بات سنی ہے وہ کہہ رہے تھے کہ پہلے میں کتاب اللہ کو لیتا ہوں اگر اس میں کوئی حکم نہیں ملتا تو رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کو لیتا ہوں اگر اس میں بھی نہیں ملتا تو حضرات صحابہ کرام کے قول کو لیتا ہوں اگر وہ مختلف ہوں تو پھر جس کا قول چاہتا ہوں لے لیتا ہوں۔ البتہ ان کے اقوال سے باہر نہیں جاتا کہ ان کا قول چھوڑ کر کسی اور کا

تو حنفی سب سے پہلے امام اعظم کی تابعداری میں کتاب اللہ پر عمل کرتے ہیں۔

اگر وہاں سے مسئلہ نہ ملے تو میں سنت رسول اللہ ﷺ سے لیتا ہوں جس کے راوی ثقہ

قول اختیار کروں اور اگر ان کے اقوال بھی نہیں ملتے اور بات ابراھیم نخعی، شعبی، ابن سیرین حسن بصری، عطاء بن ابی رباح اور سعید بن میسّب وغیرھم تک پہنچتی ہے تو یہ ایسے لوگ تھے جنہوں نے خود اجتہاد کیا لہذا میں بھی ان کی طرح اجتہاد کرتا ہوں یحیٰی بن ضریس نے فرمایا کہ سفیان ثوریؒ یہ سن کر چپ ہو گئے۔

(عقود الجمان ص ۱۷۲)

اخبرنى ابو بشر الوكيل وابو الفتح الضبى ، قالا ، حدثنا عمر بن احمد حدثنا مكرم بن احمد حدثنا احمد بن عطيه حدثنا سعيد بن منصور . واخبرنى التنوخى حدثنى ابى حدثنامحمد بن حمدان بن الصباح حدثنا احمد بن الصلت قال حدثنا سعيد ابن منصور قال سمعت الفضيل بن عياض يقول ، كان ابو حنيفة رجلا فقيها معروفا بالفقه ، مشهورا بالورع واسع المال معروفا بالافضال على كل من يطيف به صبورا على تعليم العلم باا لليل والنهار حسن الليل كثير الصمت قليل الكلام حتى ترد مسئلة فى حلال اوحرام فكان يحسن ان يدل على الحق هاربا من مال السلطان هذا اخر حديث مكرم وذاد ابن الصباح وكان اذا وردت عليه مسئلة فيها حديث صحيح اتبعه وان كان عن الصحابة والتابعين والا قاس واحسن القياس.

ہوں۔دوسرے نمبر پر حنفی امام اعظم ابوحنیفہؒ کی پیروی میں سنت نبوی پر عمل پیرا ہوتا ہے۔

ترجمہ۔خبر دی مجھے ابوبشر وکیل نے اور ابوالفتح ضبی نے وہ دونوں فرماتے ہیں کہ خبر دی ہمیں عمر بن احمد نے وہ کہتے ہیں بیان کیا ہمیں مکرم بن احمد نے کہ بیان کیا ہمیں احمد بن عطیہ نے کہ بیان کیا ہمیں سعید بن منصور نے۔اور خبر دی مجھے تنوخی نے کہ بیان کیا مجھے میرے والد نے کہ بیان کیا ہمیں محمد بن حمدان بن صباح نے کہ بیان کیا ہمیں احمد بن صلت نے کہ بیان کیا ہمیں سعید بن منصور نے وہ کہتے ہیں کہ میں نے فضیل بن عیاضؒ کو سنا کہ وہ فرمارہے تھے کہ ابوحنیفہؒ فقیہ آدمی تھے ،معروف بالفقہ تھے ،تقوے کے ساتھ مشہور تھے ،کثیر مال والے تھے ،جوان کے پاس جاتا تھا اس پر فضل فرماتے تھے ،ان کی بڑی شہرت تھی ،دن رات علوم دینیہ کی تعلیم پر صبر کرنے والے تھے ، اکثر خاموش رہتے ،کم بولتے ،البتہ جب کوئی مسئلہ حلال وحرام کا آجاتا تو بہت اچھی طرح سے حق پر دلائل قائم فرماتے ،بادشاہوں سے دور بھاگتے تھے ۔یہ عمدہ حکایت کا آخر ہے اور ابن صباح نے زیادتی کی ہے کہ جب آپ پر کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو اگر اس میں کوئی حدیث صحیح ہوتی تو اس پر عمل فرماتے ،اگر منقول نہ ہوتا تو قیاس فرماتے اور آپ بہترین قیاس فرمانے والے تھے۔

(تاریخ بغداد ص ۳۳۹ ج ۱۳)

اخبرنا الصيمری اخبرنا عمر بن ابراهيم المقری حدثنا مكرم بن احمد حدثنا احمد بن محمد مغلس اخبرنا ابو غسان قال سمعت اسرائيل يقول كان نعم الرجل نعمان ما كان احفظه لكل حديث فيه فقه واشد فحصه عنه واعلمه بما فيه من الفقه وكان قد ضبط عن حماد فاحسن الضبط عنه فاكرمه الخلفاء والامراء والوزراء وكان اذا ناظره رجل فی شیء من الفقه همته نفسه ولقد كان مسعر يقول من

فرمایا اگر وہاں سے بھی مسئلہ نہ ملے تو پھر میں صحابہ سے لیتا ہوں اگر اس مسئلہ میں صحابہ کا

جعل ابا حنيفة بينه وبين الله رجوت ان لا يخاف ولا يكون فرط فی الاحتياط لنفسه .

ترجمہ۔خبر دی ہمیں صیمری نے کہ خبر دی عمر بن ابراہیم مقری نے کہ بیان کیا ہمیں مکرم بن احمد نے کہ بیان کیا ہمیں احمد بن محمد بن مغلس نے کہ خبر دی ہمیں ابوغسان نے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسرائیل کو سنا وہ فرمارہے تھے کہ نعمانؒ بہترین آدمی ہے جس حدیث میں کوئی فقہی حکم ہوتا ہے اس کے وہ حافظ ہوتے اور اس کے اندر ان کا انداز اچھوتا تھا اور اس کے اندر جو فقہی حکم ہوتا وہ اس کو زیادہ جاننے والے تھے اور انہوں نے حماد سے علم سیکھا اور بہت اچھی طرح محفوظ کیا۔پس خلفاء ،وزراء ،امراء نے آپ کا اکرام کیا۔جب کوئی آدمی ان سے کسی فقہی مسئلہ میں مناظرہ کرتا تو اسے اپنی جان چھڑانی مشکل ہوجاتی۔مسعر بن کدامؒ کہتے ہیں کہ جس نے اپنے اور اللہ کے درمیان ابوحنیفہؒ کو کر دیا مجھے امید ہے کہ اسے کوئی خوف نہیں اور نہ ہی اس نے اپنے بارے میں کوئی کوتاہی کی۔

(تاریخ بغداد ص ۳۳۹ ج ۱۳)

وروی ابوالمؤید خوارزمی نے امام عبداللہ بن مبارکؒ سے روایت کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے کتاب وسنت کی دلیل کے بغیر کسی مسئلہ میں لب کشائی نہیں کی۔(عقود الجمان ص ۱۷۵)

روى القاضی ابوعبدالله الصيمری عن الحسن بن صالح قال كان الامام ابو حنيفة شديد الفحص عن الناسخ من الحديث والمنسوخ فيعمل به اذا ثبت عنده عن النبی ﷺ وكان عارفا بحديث اهل الكوفة شديد الاتباع لما كان عليه الناس ببلده وكان حافظا لفعل رسول الله ﷺ

بھی اختلاف ہو تو جس طرف خلفائے راشدین ؓ ہوں تو پیغمبر ﷺ نے فرمایا

علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المھدیین. (۱)

میں اس مسئلہ کو لیتا ہوں جس پر خلفائے راشدین ہوں۔

الاخیر الذی قبض علیه مما وصل الی اھل بلده.

ترجمہ۔ صیمری نے حسن بن صالح سے روایت کی کہ امام ابوحنیفہؒ ناسخ منسوخ احادیث کی تلاش بہت زیادہ کرتے تھے تاکہ جب نبی اقدس ﷺ سے اس کا ثبوت ہو جائے تو عمل کریں اہل کوفہ کی احادیث کے حافظ اور ان کے پکے متبع تھے نیز کوفہ میں جو احادیث پہنچی تھیں ان میں رسول اللہ ﷺ کے آخری عمل کے بھی متبع تھے۔

(عقود الجمان ص۱۷۶)

بندہ محمود بن اشرف عرض کرتا ہے کہ امام صاحب کا یہ اصول کہ آپ ﷺ کا آخری عمل لیا جائے گا یہ ایسا اصول ہے کہ امام بخاریؒ بھی اس اصول میں امام صاحب کی اتباع پر مجبور ہوئے۔ چنانچہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں انما یؤخذ بالأخر فالاخر من فعل النبی ﷺ کہ نبی اقدس ﷺ کے آخری سے آخری فعل مبارک کو لیا جائے گا۔ (بخاری ص۹۶ ج۱)

(۱).. حدثنا عبدالله بن احمد بن بشیر بن ذکوان الدمشقی ثنا الولید بن مسلم ثنا عبدا للهبن علاء یعنی ابن زبر حدثنی یحی بن ابی المطاع قال سمعت العرباض بن ساریة یقول قام فینا رسول الله ﷺ ذات یوم فوعظنا موعظة بلیغة وجلت منها القلوب وزرفت منها العیون فقیل یا

اگر وہاں بھی مسئلہ نہ ملے تو پھر میں اجتہاد کرتا ہوں اور نئے مسائل کا حل تلاش کرتا ہوں۔

یہ ہے ہماری تقلید اور اس کی تعریف۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری فتاوی ثنائیہ ص۲۰۷ ج۱ پر ساری اصول کی کتابوں کی تعریفیں نقل کر کے آخر میں یہی فرمارہے ہیں کہ ان تمام تعریفات کا مفہوم مولانا اشرف علی تھانویؒ نے یوں ادا کر دیا ہے کسی کا قول محض اس حسن ظن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق بتلادے گا اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا۔

رسول الله ﷺ وعظت موعظة مودع فاعھد الینا بعھد فقال علیکم بتقوالله والسمع والطاعة وان عبدا حبشیا وسترون من بعدی اختلافاً شدیدا فعلیکم بسنتی وسنت الخلفاء الراشدین المھدیین عضوا علیھا بالنواجذ وایاکم والامور المحدثات فان کل بدعة ضلالة.

ترجمہ۔ بیان کیا ہمیں عبداللہ بن احمد بن بشیر بن ذکوان دمشقی نے کہ بیان کیا ہمیں ولید بن مسلم نے کہ بیان کیا ہمیں عبداللہ بن علاء یعنی ابن زبر نے کہ بیان کیا مجھے یحیٰ بن ابی المطاع نے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے عرباض بن ساریہ کو سنا کہ وہ فرمارہے تھے کہ ایک دن نبی اقدس ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور آپ نے بہت مؤثر وعظ کیا جس سے ہمارے دل نرم ہو گئے اور آنکھیں بہہ پڑیں، پس عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے بہت نصیحت آموز وعظ فرمایا ہے، پس آپ ہم سے عہد لیں، پس آپ ﷺ نے فرمایا تم پر اللہ کا تقوی لازم ہے اور سننا ہے اور اطاعت اگرچہ عبد حبشی ہو اور تم دیکھو گے میرے بعد اختلاف شدید پس تم پر میری سنت اور میرے خلفائے راشدین مہدیین کی سنت لازم ہے اور اس کو دانتوں سے مضبوطی سے پکڑ لو اور بدعت سے بچو اس لئے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

(ابن ماجہ ص۵، ترمذی ص۹۶ ج۲)

تو پتا چلا کہ جس مسئلہ پر مقلد عامل ہوتا ہے وہ مسئلہ بے دلیل نہیں ہوتا، بلکہ مجتہد کے پاس اس کی دلیل ہوتی ہے۔صرف یہ ہے کہ مقلد دلیل کا مطالبہ نہیں کرتا اب بات سمجھنے کی کوشش کریں کہ جتنے لوگ نمازیں پڑھتے ہیں، حج کرتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، اب اختلاف اس میں ہے کہ ہر ہر نمازی کے ذمے دلیل جاننا فرض ہے یا نہیں؟ تقلید اس کو کہتے ہیں کہ مسئلہ کسی پر اعتماد کر کے عمل کر لینا اور دلیل کا جاننا فرض نہ سمجھنا۔

اور ہمارے جو دوست ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ بات غلط ہے ہر ہر آدمی کے لئے ہر ہر مسئلہ کی دلیل جاننا انتہائی ضروری ہے، کیونکہ اگر وہ بغیر دلیل کے جانے عمل کرتا ہے تو یہ تقلید ہے۔فتاویٰ ثنائیہ میں مولانا ثناء اللہ نے لکھا ہے کہ شرک ہے۔اس لئے ہمارا دوست کوئی نماز پڑھتا ہے تو وہ اپنے دل سے یہ بات پوچھے کہ تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام تک تمام مسائل کے دلائل یاد ہیں یا نہیں؟ اگر اس کو سارے دلائل یاد ہیں تو اس کی ساری نمازیں قبول ہیں، اس کے عقیدے کے مطابق، اور اگر سارے دلائل یاد نہیں ہیں تو ان کی ساری نمازیں ضائع ہیں۔

اس کے بالمقابل ہم یہ کہتے ہیں کہ مسئلہ جاننا ضروری ہے، دلیل جاننا ضروری نہیں۔جیسا کہ حضرت نے فرمایا۔اب میں نے تقلید کی تعریف کر دی، اب میں اس پر کتاب اللہ سے دلیل دیتا ہوں۔

خدا تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنی اتباع کا بھی حکم دیا،

اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم.

اور اللہ کی اتباع کا حکم یہی ہے کہ خدا تعالیٰ جو حکم دیں بلا مطالبہ دلیل اس کو تسلیم کر لیا جائے۔اسی طرح اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی تقلید کا بھی حکم دیا،

قل ان كنتم تحبون الله فاتبعونی.

یہاں بھی یہی حکم ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ کا حکم سنتے ہی بلا مطالبہ دلیل اس پر عمل کر لیا

جائے اور یہی سارے مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔اسی قرآن پاک میں ہے،

واتبع سبیل من اناب الیّ.

اور اناب کا جو لفظ خدا کی طرف رجوع کرنے والا، تمام مسلمان یہ جانتے ہیں کہ صرف نبی ہی منیب نہیں ہوتا، بلکہ ان کے امتی بھی منیب ہوتے ہیں۔اور وہ امتی منیب ہو اور صاحب سبیل بھی ہو اس کا پورا مذہب بھی مدون ہو، تو واتبع تقلید کرائے مسلمان اس شخص کے مذہب کی جو خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا ہے۔اب دیکھئے یہاں مَن کا لفظ آ رہا ہے، کسی ایک آدمی کی بھی تقلید کر لی جائے تو یہ تقلید شخصی ہے۔کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں کہیں بھی یہ موجود نہیں ہے کہ کسی ایک کی تقلید کرنا حرام اور شرک ہے۔

اسی طرح حدیث پاک میں آتا ہے،

علیکم بسنتی وسنت الخلفاء الراشدین المھدیین.(1)۔

اور خلفاء راشدینؓ نے ہر موقع پر یہ اعلان فرمایا (2) حضرت صدیق اکبرؓ کا فرمان دارمی شریف میں موجود ہے، میں پہلے مسئلہ کتاب اللہ سے لوں گا، اگر نہ ملے سنت رسول اللہ سے لوں گا، اگر وہاں بھی نہ ملے اجتھد برائی میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔

---

(1)۔یہ حدیث بمع ترجمہ کے پہلے حاشیہ میں مذکور ہو چکی ہے۔

(2). ان ابابکر ؓ اذا انزلت به قضية فلم يجد فی كتاب الله منها اصلا ولا فی السنة اثرا فاجتهد برأيه ثم قال هذا رأیی فان يكن صوابا فمن الله وان يكن خطاء فمنی واستغفر الله.

(طبقات ابن سعد ص۱۳۶ ج۳)

حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانے میں ایک بھی شخص تقلید کا منکر نہیں تھا، اور کوئی آدمی ایک منکر تقلید کا نام بیان نہیں کر سکتا۔ صدیق اکبرؓ کے دور میں ان کی تقلید ہوتی تھی، جب ان کے بعد حضرت فاروق اعظمؓ تشریف لائے انہوں نے قاضی شریح کو خط لکھا اس میں یہی منشور بیان فرمایا کہ سب سے پہلے میں کتاب اللہ سے مسئلہ لوں گا، پھر سنت سے، پھر اس کے بعد اجتہاد کروں گا۔ اور فاروق اعظمؓ کے دور میں ایک بھی شخص منکر تقلید نہیں تھا جو یہ کہتا ہو کہ میرے دو ہاتھ ہیں، ایک میں قرآن ہے، ایک میں حدیث ہے، میں اجتہاد نہیں مانتا۔

اسی طرح حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ کے ارشادات موجود ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت نسائی شریف کتاب القضاء میں موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے بعد کے خلفائے راشدینؒ کے زمانے میں ایک ایک کی تقلید ہوتی رہی، حضرت صدیق اکبرؓ نے اعلان فرمایا کہ میں اجتہاد کروں گا تو کسی ایک آدمی نے اٹھ کر نہیں کہا کہ آپ اکیلے کی بات نہیں مانی جائے گی، یہ کفر ہے، یہ شرک ہے۔

اسی طرح حضرت فاروق اعظمؓ۔

میں عرض یہ کر رہا ہوں کہ کتاب اللہ میں اللہ نے فرمایا واتبع سبیل من اناب الی تقلید کر اس شخص کی جو میری طرف رجوع کرنے والا ہے، حدیث پاک میں اس کی وضاحت یہ آگئی کہ ایک وقت میں صدیق اکبرؓ کی تقلید شخصی ہوتی رہی، دوسرے وقت میں حضرت فاروق اعظمؓ کی تقلید شخصی ہوتی رہی، تیسرے وقت میں حضرت عثمانؓ کی تقلید شخصی ہوتی رہی، چھوتھے وقت میں حضرت علیؓ کی تقلید شخصی ہوتی رہی۔ حضرت عمرؓ نے عبداللہ بن مسعودؓ کو کوفہ بھیجا، تذکرۃ الحفاظ میں موجود ہے کہ انہوں نے فرمایا میں چاہتا تھا کہ ان کو اپنے پاس رکھوں، لیکن میں اس لئے بھیج رہا ہوں تا کہ تم ان کی فقہ سے فائدہ اٹھاؤ۔[1] ۔ کوفے میں

(۱)۔ حارثہ بن مضطرب کہتے ہیں ہمیں عمرؓ کا ایک مکتوب پڑھ کر سنایا گیا جس میں تحریر تھا میں نے عمار بن یاسرؓ کو تم پر گورنر اور عبداللہ بن مسعودؓ کو معلم اور وزیر بنا کر بھیجا ہے یہ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تقلید شخصی ہوتی رہی، بصرہ میں حضرت حسن بصریؒ کی تقلید شخصی ہوتی رہی۔ شاہ ولی اللہؒ الانصاف میں فرماتے ہیں کہ جب صحابہ شہروں میں متفرق ہوگئے، تو جو صحابی جس شہر میں پہنچا وہ اس شہر والوں کا امام قرار پایا، وہ ان کی طرف مائل ہوتے رہے۔ صحابہ کے فتاویٰ آج ہمارے سامنے ہیں، سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ کے شاگرد عبدالرزاق کی کتاب ۱۱ جلدوں پر چھپی ہوئی ہے، جس میں سترہ ہزار سے زیادہ صحابہ اور تابعین کے فیصلے موجود ہیں۔ نہ تو صحابی یا تابعی فتویٰ دینے والے نے آیت یا حدیث بیان کی نہ فتویٰ لینے والے نے آیت یا حدیث کا مطالبہ کیا، اسی کو تقلید کہا جاتا ہے اور صرف ایک حدیث کی کتاب مصنف عبدالرزاق میں سترہ ہزار تقلید کے دلائل موجود ہیں۔

اس لئے امام غزالی المستصفی میں، علامہ عامدی احکام میں، شاہ ولی اللہؒ عقد الجید میں، فرماتے ہیں کہ تقلید اسلام میں پہلے دن سے متواتر ہے، کیونکہ فتویٰ لینے اور دینے کا ایک دن بھی انکار نہیں کیا گیا اور نہ مفتی کو اس کا پابند کیا گیا کہ وہ عامی آدمی کو فتویٰ دیتے ہوئے دلائل کا ذکر کرے، نہ مستفتی (فتویٰ لینے والے) کو اس بات کا پابند کیا گیا کہ جب تک فتویٰ دینے والا آیت یا حدیث بیان نہ کرے اس وقت تک فتویٰ کو قبول نہ کرو۔ تو بہر حال تقلید کا انکار تواتر کا انکار ہے، تو میں نے آپ کے سامنے قرآن پاک کی آیت تلاوت کی، اب دوسری آیت پڑھتا ہوں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

دونوں آنحضرت ﷺ کے جلیل القدر اور بدری صحابی ہیں۔ ان سے علم سیکھو اور ان کی اقتداء کرو اور میں نے عبداللہ بن مسعودؓ کو بھیج کر تمہیں اپنے آپ پر ترجیح دی ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ ص ۳۶ ج ۱)

یاایها الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم.

مولوی اللہ بخش.

معزز سامعین، آپ نے مولانا سے اس بات کو سن لیا کہ انہوں نے جو آیتیں پڑھیں ان میں اللہ تعالیٰ کی اتباع کا حکم ہے۔ اب انہوں نے ثابت کرنی تھی تقلید شخصی، نہ کہ تقلید نبوی یہ یا تو مطلق تقلید ثابت کر رہے ہیں یا تقلید نبوی۔ دونوں موضوع میں داخل نہیں ہیں، اور مولانا نے کہا کہ منصوص مسائل میں تقلید نہیں اور صحابہ کرام تقلید کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کی تقلید ہوتی تھی۔ مولانا آیت اتبعوا ماانزل نص ہے، حدیث نص ہے۔ منصوص کا ماننا تقلید ہے ہی نہیں۔ انہوں نے اپنے خلاف دلائل پیش کئے ان آیتوں میں منصوص مسائل کا حکم ہے۔ اسی میں ہے کہ جو چیز اتاری گئی جو اللہ کی طرف سے اتاری گئی وہ منصوص نہیں تو کیا۔ اب اسی کو تقلید پر لانا یہ کیسی جرأت ہے۔ میں اشارہ کرتا ہوں کہ کیا یہ اللہ رسول سے خیانت نہیں تو کیا ہے؟ انہوں نے خود کہا کہ منصوص مسائل میں تقلید نہیں ہے اب منصوص مسائل کی آیتوں سے تقلید ثابت کر رہے ہیں یہ کیسی بات ہے۔

میں تقلید کی تعریف میں آپ کی اصول کی کتاب پیش کرتا ہوں یہ فواتح الرحموت ہے مسلم الثبوت کی شرح ہے، اس میں لکھا ہے

التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجة.

رسول ﷺ کے سوا کسی کی بات کو بلا دلیل ماننا یہ تقلید ہے، آگے لکھتے ہیں کاخذ العامی من المجتهد آگے ہے

والرجوع الی النبی ﷺ واصحابه او الی الاجماع لیس بتقلید.

یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی طرف رجوع، صحابہ کی طرف رجوع، اجماع کی طرف

رجوع، یہ تقلید نہیں ہے۔ فانه رجوع الی الدلیل اس لئے کہ قرآن اور حدیث اور صحابہ کا فرمان یہ دلیل ہے۔ جن مناظر صاحب کو ابھی تک تقلید کا معنیٰ ہی نہیں پتا کہ میں نے کون سی تقلید ثابت کرنی ہے وہ ان آیتوں سے تقلید ثابت کرتا ہے؟ یہ احناف کے اصول فقہ کی کتاب ہے شارح اس کے بحر العلوم ہیں فواتح الرحموت اسی کا نام ہے، اس میں ہے العمل بقول الغیر من غیر حجة ان کو تو حق نہیں بنتا کہ قرآن سے تقلید ثابت کریں، اس لئے کہ منصوص مسائل میں تقلید نہیں ہے اور ان کے صدر صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے کہ منصوص مسائل میں تقلید نہیں ہے، یہ کسی حدیث میں بھی تقلید ثابت نہیں کر سکتے اس لئے کہ حدیث نص ہے۔ اور نص سے تقلید کس طرح ثابت ہوگی ان کے صدر صاحب نے کہا تھا کہ منصوص مسائل میں تقلید نہیں ہے، جب انہوں نے مان لیا کہ منصوص مسائل میں تقلید نہیں ہے تو منصوص مسائل تو زیادہ ہیں تو انہوں نے مان لیا کہ آدھے سے زیادہ تو یہ غیر مقلد ہیں۔ اب یہ ہمیں طعن نہیں کر سکتے کہ یہ غیر مقلد ہیں یہ خود غیر مقلد ہیں۔ مان لیا کہ تقلید منصوص مسائل میں نہیں ہے، منصوص مسائل میں یہ غیر مقلد ہیں، قرآن وسنت کو مانتے ہیں۔ اب جو منصوص مسائل نہیں ہیں ان میں اجتہاد کی طرف جانا ہوگا۔

مولوی صاحب نے ایک دلیل بھی پیش نہیں کی۔ تقلید شخصی اگر ثابت نہ کر سکے تو شکست ماننی پڑے گی۔ آگے مجھے حق ہے کہ میں نے جو تقلید کی تعریف کی کہ العمل بقول الغیر من غیر حجة اس کو ماننا ان پر لازم ہے ہم پر ماننا لازم نہیں ہے۔ ان کو ماننا لازم ہے اس لئے کہ یہ ان کی کتاب کی شرح ہے۔ مالک فرماتے ہیں کہ جو میرا نبی تمہیں دے وہ لے لو، اور جس سے روک دے اس سے رک جاؤ۔ اگر تقلید کسی کی جائز ہوتی تو اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ماا تکم الرسول واحد من الائمة الاربعة یا اللہ فرماتے ماا تکم الرسول وما اتکم الامام ابو حنیفة یہ نہیں تقلید کا ثبوت۔ اللہ فرماتے ہیں،

مااتکم الرسول فخذوه وما نهکم عنه فانتهوا.

جو چیز میرے مصطفیٰ ﷺ نے دی، وہ لو۔ جس سے میرے مصطفیٰ ﷺ نے روکا، اس

سے رک جاؤ۔

روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمر ﷺ آپ ﷺ کے سامنے تورات کا حصہ لاتے ہیں آپ ﷺ خاموشی اختیار فرماتے ہیں۔ حضرت عمر ﷺ پڑھنے لگ جاتے ہیں نبی ﷺ کا چہرہ متغیر ہونے لگتا ہے، حضرت صدیق ﷺ فرماتے ہیں! اے عمر ﷺ تیری ماں تجھ کو گم پائے، رسول اللہ ﷺ کی چہرے کی طرف نہیں دیکھتے؟ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں سن لو موسیٰ علیہ السلام پر اتری ہوئی کتاب کا نسخہ پڑھتے ہو، لو کان موسیٰ حیا اگر موسیٰ علیہ السلام جیسی شخصیت زندہ ہوتی تو آنحضرت ﷺ کی امتی ہوتی۔ موسیٰ علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے امتی ہوتے، اور فرمایا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور تم ان کی اتباع کرتے، وترکتمونی اور تم مجھ کو چھوڑ دیتے لضللتم عن سواء السبیل تم گمراہ ہو جاتے۔ اور فرمایا اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو میری اتباع کرتے، موسیٰ علیہ السلام کی اتباع جائز نہ ہوتی۔

اگر امام ابوحنیفہؒ جیسی کروڑ شخصیتیں بھی ہوں تو موسیٰ علیہ السلام پر قربان کردی جائیں۔ قرآن کہتا ہے کہ،

مااتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا.

اگر مناظرہ جاری رہا تو میں ان شاء اللہ ثابت کروں گا قرآن کی متعدد آیات سے کہ کس کی اتباع جائز ہے۔ اگر تقلید جائز ہوتی اور سنت ہوتی میں مولوی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ یہ سنت کی تعریف کریں کہ یہ سنت قولی ہے یا فعلی؟ اگر سنت فعلی ہے تو یہ ثابت کریں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کس کے مقلد تھے؟ اور اگر فعلی ہے تو یہ ثابت کریں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کس کے مقلد تھے اور اگر فعلی ہے تو آپ کو مقلد بنانا پڑیگا۔ اور اگر قولی ثابت کرو گے تو آپ ﷺ کا ارشاد سنانا پڑے گا کہ آپ نے فرمایا ہو کہ اے میرے امتیو میرے امتیوں میں سے چند لوگ پیدا ہوں گے ان کی تقلید کرنا۔ یہ تمہیں منصوص کا ہی حکم دکھانا ہوگا۔ اگر صریح حکم نہیں دکھائیں گے تو تقلید ثابت نہیں ہوگی۔ اور دلیل سنئے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ.

صدر مناظر احناف۔

میں حاجی صاحب سے گذارش کرتا ہوں کہ اگر ایک مناظر خلط مبحث کرے گا تو دوسرا صدر مناظر اس کے صدر مناظر کو روکے گا، میں صدر ہونے کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ آپ کا مناظر پہلی تقریر میں موضوع سے نکل گیا، میں نے اپنے مناظر (حضرت اوکاڑویؒ) کو پابند کیا تھا کہ تقلید پر دلیل پیش کرنی ہے کہ کس کی ہے کس کی نہیں ہے۔ اب اس نے یہ کہا کہ یہ تو نہیں کہا گیا کہ ابوحنیفہؒ کی تقلید کرو۔ یہ خلط مبحث ہے مناظر کو تحمل کے ساتھ اس کی پابندی کرنی چاہئے۔ کہ جتنے بھی دلائل پیش کرتے اس پر پیش کرتے کہ تقلید نہیں ہے۔ لیکن اس طرح کا عنوان اختیار کرنا احد من الاربعۃ یا ابو حنیفۃ اس کو کہتے ہیں تشھیذ عوام یہ وہی کرتا ہے کہ جس کے پلے دلیل کوئی نہ ہو۔

دوسرا یہ کہ شروع سے یہ کہہ دیا گیا تھا کہ یہ موضوع کی پابندی کریں گے اور الفاظ صحیح استعمال کریں گے ورنہ شکست ہوگی۔ اب آپ کے مناظر کا یہ طریقہ اختیار کرنا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا مناظر سمجھ رہا ہے کہ اس کے پلے کچھ نہیں ہے۔ میں اپنے مناظر کو کہتا ہوں کہ وہ موضوع کی پابندی کرے، آپ بھی کہیں کہ موضوع کی پابندی کرے۔ اگر موضوع سے نکلا تو آپ درمیان میں روک کر اسے ٹوکیں گے، جب موضوع طے ہوگیا تھا کہ مسائل غیر منصوصہ میں تقلید ہے یہ جتنی آیتیں پڑھی ہیں یہ ساری منصوصہ والی ہیں۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ مسائل منصوصہ کے بارے میں ہے، ایک دلیل بھی (غیر مقلد مناظر) مسائل غیر منصوصہ کے بارے میں پیش نہیں کرسکا۔ اب میرا مناظر تقریر شروع کرتا ہے۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی۔

الحمد للہ وکفیٰ والصلوۃ والسلام علی عبادہ

الذین اصطفیٰ. اما بعد.

میرے دوستو اور بزرگو میں نے پہلے ہی یہ بات واضح کر دی تھی کہ ہم سیدنا امام اعظم ابو حنیفہؒ کی تقلید کس بات میں کرتے ہیں۔ مولانا اللہ بخش صاحب نے اسی کے جواب میں جو کچھ فرمایا وہ کوئی علمی باتیں نہیں تھیں۔ ایک تو بہت بڑی بات انہوں نے یہ فرمائی کہ کیونکہ یہ قرآن وحدیث کو مانتے ہیں، اس لئے آدھے تو یہ بھی غیر مقلد ہو گئے، وہ مولانا کا ایسا ہی دھوکہ ہے جیسے کوئی منکر حدیث آپ سے کہے کہ کیونکہ آپ قرآن کو مانتے ہیں اس لئے آپ آدھے منکر حدیث بن گئے ہیں۔

تو یہ علمی باتیں نہیں ہیں آپ کوئی علمی بات کریں۔ اسی طرح مولانا نے یہ فرمایا کہ میں (امین) نے اپنے صدر کو معاذ اللہ جھوٹا ثابت کر دیا۔ یہ بات نہیں ہے۔ میں نے امام صاحب سے جو بیان کیا اس میں یہی ہے کہ جو باتیں ترتیب سے چلتی ہیں اور امام صاحب کے اجتہادات کو ہم مانتے ہیں، مولانا نے میرے کسی حوالے کو غلط ثابت نہیں کیا، لیکن میری پہلی شکایت مولانا اللہ بخش صاحب سے یہ ہے کہ انہوں نے فواتح الرحموت کا حوالہ پیش کرنے میں وہی کردار ادا کیا جو **لاتقربوا الصلوة** والے ادا کرتے ہیں۔ [1] مولانا سے میں یہ عرض کروں گا کہ وہ پورا حوالہ پڑھ کر اس کا ترجمہ کریں۔ انہوں نے پہلے آدھی سطر پڑھی اور آدھی چھوڑ دی، ٹیپ سامنے موجود

(۱)۔ مطلب ہے کہ آدھی پڑھنا اور آدھی نہ پڑھنا، کوئی آدمی تھا وہ کہتا تھا کہ قرآن میں **کلوا واشربوا** ہے اسے کسی نے کہا کہ آگے ہے **ولا تسرفوا** تو اس نے کہا کہ سارے قرآن پر تیرا باپ عمل کرے گا۔ اسی طرح ایک آدمی کہنے لگا قرآن کہتا ہے کہ نماز نہ پڑھو کیونکہ قرآن میں آیا ہے **لاتقربوا الصلوة** تو کسی نے کہا آگے پڑھو **وانتم سکاری** تو کہنے لگا سارے قرآن پر تیرا باپ عمل کرے گا۔ تو یہ لطیفہ اس وقت بتایا جاتا ہے جب کوئی آدھی آیت پڑھے آدھی چھوڑ دے اور اس آدھی کو چھوڑنے کی وجہ سے مطلب تبدیل ہو جائے۔ آدھی حدیث پڑھے آدھی چھوڑ دے، آدھا حوالہ پڑھے آدھا چھوڑ دے، اس وقت **لاتقربوا الصلوة** والی مثال دی جاتی ہے۔

ہے۔ [1] جس میں اربع کا لفظ موجود ہے۔

انہوں نے تقلید کے دو معنی لکھے ہیں، ایک وہ جس میں ان چار دلائل میں سے کوئی دلیل موجود نہ ہو، یہ تقلید مجتہد کی تقلید نہیں اور بحث مجتہد کی تقلید پر ہے۔ اصولیین اس پر ہیں۔ میں حیران ہوں کہ نہ صدر صاحب نے اپنے مناظر کو روکا کہ آپ نے پہلا حوالہ پیش کیا اور وہ بھی غلط پیش کیا اور خیانت کی اور قطع برید سے کام لیا۔ جبکہ الحمدللہ میں ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ یہ پورے مناظرے میں ایک بھی میرا حوالہ غلط ثابت نہیں کر سکے گا۔ مجھے یہ پتا تھا کہ مولوی اللہ بخش صاحب نے یہی بات کہنی ہے مجھے پتا تھا کہ فواتح الرحموت میں جو لکھا ہے اسے وہ سمجھ ہی نہیں آیا۔ اس لئے میں نے مولانا ثناء اللہ امرتسری سے اردو میں بتا دیا تھا کہ کم از کم مولانا ثناء اللہ سے ہی یہ تعریف یاد کر لیتے۔

اس کے بعد مولانا نے میری تائید کر دی میں نے **واتبع سبیل من اناب الی** پڑھی تھی، اور اس سے تقلید ثابت کی تھی۔ انہوں نے **اتبعوا ما انزل الیکم** پڑھ کر میری تائید کر دی

(۱)۔ ہم مسلم الثبوت کی مکمل عبارت نقل کر دیتے ہیں تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ مولوی اللہ بخش نے کون سی عبارت چھوڑ کر یہود کے طریقے پر چلے ہیں۔

(فصل التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجة) متعلق بالعمل والمراد بالحجة حجة من الحجج الاربع والا فقول المجتهد دلیله وحجته (کاخذ العامی) من العامی (و)اخذ (المجتد من مثله فالرجوع الی النبی علیه واله واصحابه الصلاة والسلام او الی الاجماع لیس منه) فانه رجوع الی الدلیل (و کذا) رجوع (العامی الی المفتی والقاضی الی العدول) لیس هذا الرجوع نفسه تقلیدا وان کان العمل بما اخذوا بعده تقلیدا .

کہ اتباع کا معنی تقلید ہے۔ تو واتبع سبیل من اناب الی میں انہوں نے اتباع کا معنی تقلید تسلیم کرلیا ہے، اگر ان کو ایک آدھ مناظر ایسا اور مل جائے تو مجھے ان شاء اللہ آنے جانے کی ضرورت نہیں رہے گی جو میری باتوں کو خود ہی تسلیم کرتے چلے جائیں۔

اس کے بعد مولانا نے جو حدیث پڑھی ہے لو کان موسی حیا اس کی سند پیش کریں۔ اس کی صحیح سند نہیں ہے، اور نہ یہ صحاح ستہ کی کسی کتاب میں موجود ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس کو موضوع سے کوئی مناسبت نہیں ہے۔ (1)۔ مولانا نے یہ فرمایا ہے کہ کوئی ایسی آیت پڑھو کہ جس میں امتی کے بارے میں ہو کہ اس کی تقلید کرنا۔ میں نے پہلے حدیث پڑھی حضور ﷺ نے فرمایا،

(۱)۔ یہ حدیث اگر ثابت بھی ہو تو تو بھی اس کا موضوع سے تعلق نہیں ہے۔ اس لئے کہ موسیٰ علیہ السلام کی اتباع سے ان کی شریعت کی اتباع مراد ہے اور ہم جو سیدنا امام اعظمؒ کی اتباع کرتے ہیں امام صاحب کی اپنی شریعت نہیں ہے بلکہ شریعت رسول اللہ ﷺ کی ہی ہے امام صاحب نے شریعت محمدیہ کو مدون فرمایا ہے اور اس کی تشریح کی ہے اور اس سے مسائل کا استنباط فرمایا ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے سیدنا صدیق اکبرؓ کی بات مانی جاتی ہے، اس لئے کہ خود نبی اقدس ﷺ نے ان کی اتباع کا حکم فرمایا ہے اب اگر کوئی کہے کہ ابوبکرؓ کی بات کیوں مانتے ہو اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کی بات ماننی بھی جائز نہ ہوتی یہ تو امتی ہیں۔ تو یہ اس کا دھوکہ ہے کیونکہ ہم صدیق اکبرؓ کی اتباع میں نبی اقدس ﷺ کی شریعت پر ہی چلتے ہیں جس طرح صدیق اکبرؓ موسیٰ علیہ السلام کی طرح مستقل شریعت نہیں رکھتے بلکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی شریعت پر ہی چلاتے ہیں، اس طرح سیدنا امام اعظمؒ اور دوسرے آئمہ مجتہدینؒ شریعت محمدی پر ہی چلاتے ہیں نہ کہ مستقل کسی اور شریعت پر۔ لہذا یہ اعتراض بے جا ہے۔

اقتدو بالذین من بعدی ابی بکر وعمر. (1)

حضرت ابوبکرؓ امتی ہیں یا نہیں؟ حضرت عمرؓ امتی ہیں یا نہیں؟ پیغمبر ﷺ نے ان کی اقتداء کا حکم دیا اب دیکھیں یا تو مولانا، ابوبکرؓ کو نبی مانیں یا تسلیم کریں گے امتی کی تقلید ہوگی۔ اب ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں ان کی تقلید ہوتی رہی، ابوبکرؓ شخص واحد تھے یا بیسیوں آدمیوں کا نام تھا؟ اگر تو وہ ایک تھے تو یہ تقلید شخصی کی تقلید ہے۔ حضرت عمرؓ شخص واحد تھے بیس یا سو آدمیوں کا نام حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی نہیں تھا۔ اس لئے میں نے مولانا کا یہ مطالبہ بھی پورا کردیا۔ مولانا نے اٹھ کر کہا قرآن کو مانو۔ کیا کسی حنفی نے قرآن کو ماننے سے انکار کیا؟ حدیث کو مانو۔ کیا کسی حنفی نے حدیث کو ماننے سے انکار کیا ہے؟ یہ خلط مبحث ہے۔ موضوع سے اس کو کوئی واسطہ نہیں ہے۔

مولوی اللہ بخش۔

بھائیو! مولانا نے جو میرے بارے میں کہا ہے کہ اس نے خیانت کی ہے میں اب پوری عبارت پڑھتا ہوں۔ معلوم نہیں کہ مولانا اس پر مجبور ہیں یا خواہ مخواہ مجھے مورد الزام ٹھہراتے کے لئے کہا ہے۔

من غیر حجة من الحجج الاربع.

چاروں دلائل کے علاوہ، یہ چاروں دلیلیں کونسی ہیں، قرآن، سنت، اجماع، قیاس۔

میں نے ایک غیر متعلقہ عبارت نہیں پڑھی تھی، جس کو انہوں نے خیانت بنالیا ہے۔ ورنہ

(۱).. حدثنا الحسن بن الصباح البزار نا سفیان بن عیینة عن زائدة عن عبدالملک بن عمیر عن ربعی وهو ابن حراش عن حذیفة قال قال رسول الله ﷺ فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر . (ترمذی ص۲۰۷ ج۲)

یہ بغیر حجة متعلق بالعمل عمل بغیر دلیل آگے ہے من غیر حجة من الحجج الاربع چار دلیلوں کے علاوہ والا قول المجتهد دلیله ورنہ مجتہد کا قول مقلد کی دلیل ہے۔ مقلد کو ان چار چیزوں سے واسطہ ہی نہیں، نہ مقلد کو قرآن سے واسطہ نہ مقلد کو حدیث سے واسطہ، نہ مقلد کو اجماع سے واسطہ، نہ مقلد کو قیاس سے واسطہ۔ کیونکہ مقلد کی دلیل مجتہد کا قول ہے یہ میں نے ساری عبارت پڑھ دی ہے۔ اب اس میں کون سی چیز ایسی تھی جواب نکلی ہے۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب او کاڑویؒ۔

عبارت پوری پڑھیں۔

مولوی اللہ بخش۔

میں نے پوری عبارت پڑھ دی ہے۔ میں عبارت پہلے پڑھ چکا ہوں۔ کاخذ العامی من المجتهد یہ میں عبارت پہلے پڑھ چکا ہوں کہ جیسے عام آدمی کا مجتہد سے مسئلہ لینا اور مجتہد کا مجتہد سے لینا یہ ہے۔ ورنہ قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس سے لینا تقلید نہیں ہے۔

میں نے ثابت کر دیا کہ مقلد کے لئے قرآن بھی دلیل نہیں، مقلد کے لئے حدیث بھی دلیل نہیں ہے، مقلد کے لئے اجماع بھی دلیل نہیں ہے، مقلد کے لئے قیاس بھی دلیل نہیں ہے۔ لکھتے ہیں کسی ایک شخص کی تقلید کس طرح ہے، اس کے بارے میں لکھتے ہیں فواتح الرحموت ص۲۲۴

حتی اوجبوا تقلید واحد من هؤلاء علی الامت.

یعنی اجتہاد ختم ہوا، اور آگے امت پر ان چاروں میں سے ایک کی تقلید کو واجب ٹھہرایا۔ وھــذا یہ حنفی خود کہتا ہے کہ یہ ھوس ہے، نہ انکے پاس دلیل ہے نہ ان کے کلام کا اعتبار ہے۔ اب دیکھئے شاہ ولی اللہؒ کہتے ہیں۔

ان الناس قبل الماء ته الرابعة لم یکونو علی التقلید الخالص علی مذهب واحد.

کہ چار صدیوں تک تقلید نہیں تھی۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب او کاڑوی۔

مولانا نے پھر فواتح الرحموت کا حوالہ غلط پڑھا ہے اور اس کی پانچ سطریں چھوڑ دی ہیں۔ میں مولانا کے صدر سے بھی یہ کہوں گا کہ انہوں نے یہ دھوکہ کیا ہے وہ اس ساری عبارت کا ترجمہ لکھ کر میرے صدر صاحب کو بھیج دیں تا کہ ہم اپنا مناظرہ جاری رکھ سکیں۔ صدر صاحب ترجمہ لکھیں اور ہمارے صدر صاحب کو بھیج دیں۔

اللہ بخش۔

میں نے جو خیانت کی وہ بتائیں۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب او کاڑویؒ۔

میں بتا رہا ہوں کہ پانچ سطریں نہیں پڑھی گئیں۔ خیانت کرنا مسلمان کا کام نہیں ہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ میری پہلی اور دوسری تقریر کے کسی حوالے میں آپ خیانت نہیں ثابت کر سکتے۔ لیکن آپ نے پہلی تقریر میں بھی خیانت کی ہے۔ میں حوالہ مانگتا ہوں۔ اگر یہ اسی طرح غلط حوالے پڑھتے چلے جائیں گے تو میں اپنے دلائل کس وقت پیش کروں گا؟ ان کے صدر صاحب دس سطروں کا ترجمہ لکھ کر میرے صدر صاحب کو بھیج دیں اب میں اپنی تقریر شروع کرتا ہوں۔

دیکھئے چھتوی کیوں بول رہا ہے، نہ عبداللہ چھتوی مناظر ہے، نہ صدر مناظر یہ کیوں بول رہا ہے؟ میں سمجھ رہا ہوں کہ انتظامیہ اپنا کام پورا نہیں کر رہی۔ عبداللہ چھتوی کو زیادہ شوق ہے تو بعد میں وہ بھی مناظرہ کر لے۔ انتظامیہ کو چاہئے۔ چھتوی صاحب نے کہا ہے کہ اے میرے توں جاندا اے۔ (یہ مجھ سے بھاگتا ہے) حالانکہ چھتوی خود میرا اوکاڑہ چھوڑ کر ہی بھاگ گیا ہے۔ جو میرا شہر چھوڑ کر بھاگ گیا وہ مجھے کہتا ہے کہ تو مجھ سے ڈرتا ہے۔

الحمد لله و کفیٰ والصلوة والسلام علی عباده الذین اصطفیٰ. اما بعد.

میرے دوستو بزرگو، دیکھئے میں نے ان سے حوالے کا مطالبہ کیا یہ پورا حوالہ نہیں دے

سکے، میں نے ان سے مطالبہ کیا کہ انہوں نے جو حدیث پڑھی ہے لو کان موسیٰ حیا اس کی صحیح سند پیش کریں، کیا انہوں نے پیش کی؟ یہ ثابت نہیں کر سکے۔

میں نے کہا کہ آپ منصوص اور غیر منصوص کو سمجھتے ہیں، اس کی بھی انہوں نے بالکل وضاحت نہیں کی، اور میں نے کہا کہ میں نے اتباع کا معنی تقلید کیا تھا، انہوں نے خود اتباع کا معنی تقلید کر کے میری تائید کردی۔ اس کا بھی انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں یہی کہوں گا کہ آپ اصل مبحث کو سمجھیں سب سے پہلے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں جو مسائل صراحتاً منصوص ہوں ان میں تو کوئی تقلید نہیں کرتا۔ اگر آپ قیاس کو حجت نہیں مانتے، تو میں مولانا سے یہ سوال کروں گا کہ بھینس کا دودھ پینا کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ ﷺ سے ثابت کریں۔ بھینس کا لفظ نہ کتاب اللہ میں موجود ہے نہ نبی اکرم ﷺ کی سنت میں موجود ہے اور نہ نبی اقدس ﷺ نے کبھی بھینس کا دودھ پیا، نہ بھینس کا گھی کھایا، نہ بھینس کا مکھن کھایا۔ آج جو غیر مقلدین بھینس کا دودھ پیتے ہیں۔ میں یہ دیکھتا ہوں کہ یہ جو دن رات کہتے ہیں کہ ہم قرآن وحدیث سے باہر کبھی نہیں گئے یہ بھینس کو آج کیسے ثابت کریں گے، اگر قیاس نہ کریں گے تو کدھر جائیں گے۔

یہ دو دلیلوں کا نام لینے والے صدر صاحب نے جو بات کہی تھی وہی میں عرض کرتا ہوں، مثال کے طور پر مکھی اگر کھانے پینے کی چیز میں گر پڑے تو اسے نکال کر پھینک دینا چاہیے، یہ مسئلہ منصوص ہے کہ اسے استعمال کر لیا جائے مکھی نکال کر۔ اگر مچھر مر جائے تو کیا کیا جائے، مچھر کا لفظ آپ مجھے حدیث سے دکھا دیں، اگر چیونٹی گر جائے تو کیا کیا جائے؟ اس کا حکم یہ مجھے ذرا حدیث میں دکھا دیں۔ اگر جگنو شربت بنفشہ میں گر جائے تو اس کا حکم کیا ہے؟ ذرا اس کا حکم مجھے قرآن و حدیث سے دکھا دیں۔ اسی طرح اگر دو بھڑیں گر گئی ہیں، تو میں دیکھتا ہوں کہ مولانا کونسی قرآن کی آیت میرے سامنے پڑھتے ہیں۔

آئمہ مجتہدین کوئی علت تلاش کر کے ایسے مسائل کا حکم تلاش کرتے ہیں اور ہم مقلدین اس بارے میں ان کی تقلید کرتے ہیں۔ میں نے مولانا کے سامنے،

اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکرؓ و عمرؓ۔

پڑھا تھا، دیکھئے اقتداء کا لفظ قرآن میں بھی تقلید کے لئے آیا ہے۔

انا علی آثارھم لمقتدون۔

اللہ کے پیغمبر ﷺ نے بھی استعمال فرمایا ہے، ہم جب نماز میں اقتداء کرتے ہیں اس میں ایک امام ہوتا ہے باقی مقتدی ہوتے ہیں، امام بھی خدا کی عبادت کرتا ہے، مقتدی بھی خدا کی عبادت کرتے ہیں، مگر امام کے پیچھے پیچھے۔

مولوی اللہ بخش۔

اب دیکھئے انہوں نے مکھی والی بات شروع کردی، کیا قیاس ثابت کرنا ہے یا تقلید؟ دعویٰ تقلید کا تھا نہ کہ قیاس کا۔ قیاس تو ادلہ اربعہ میں سے ہے اس کو ثابت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ تقلید کے بارے میں۔ بحر العلوم کہتا ہے کہ یہ حجج اربع کے علاوہ ہے، کسی حجت کے بغیر کسی کی بات کو ماننا یہ تقلید ہے۔ تقلید ثابت کرنی ہے۔ ابھی تک انہیں تقلید کی تعریف ہی سمجھ نہیں آئی۔ باقی یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت منسوخ ہوگئی، کون کہتا ہے کہ منسوخ نہیں ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو، اپنی شریعت پر عمل نہیں کر سکتے۔ انہوں نے ہمارے لئے صحیح کی شرط ہی نہیں لگائی، بلکہ لکھا ہے کہ اہل حدیث کے لئے قرآن اور حدیث صحیح حجت ہوگی۔ یہ شرط ان کے لئے ہے نہ کہ ہمارے لئے۔ ہمیں یہ شرط پیش کریں گے یا قرآن یا وہ حدیث جس پر جرح نہیں ہوگی۔

اور ان کے لئے حنفی کے لئے قرآن اور حدیث اور فقہ حنفی حجت ہوگی، یعنی ان کو منوانے کے لئے ہم قرآن پیش کریں گے، حدیث پیش کریں گے، خواہ کیسی ہی ہو اور فقہ بھی ہم پیش کریں گے۔ میں نے ان کے اصول فقہ سے پیش کیا ہے، جس کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے خیانت کی ہے۔ میں نے ساری عبارت تو نہیں پڑھنی تھی میں نے وہی عبارت پڑھنی تھی جس سے تقلید شخصی کی تردید ہوتی ہے، میں نے کہا کہ انہوں نے اجتہاد مطلق کے بارے میں کہا ہے کہ اس

اجتہاد مطلق کو آئمہ اربعہ کے بعد ختم کر دیا گیا،

حتی او جبوا تقلید واحد من ھؤ لاء علی الامۃ.

حتی کہ ان میں سے کسی ایک کی تقلید کو امت پر واجب کیا ہے۔

ھذ ا کل ھوس من ھوسا.

خود حنفی عالم بحر العلوم مانتا ہے کہ تقلید شخصی واجب نہیں ہے۔ اس کی دلیل ہی کوئی نہیں ہے۔ اور میں نے کہا تھا کہ شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ چوتھی صدی تک لوگ تقلید شخصی پر متفق نہیں تھے۔ شاہ ولی اللہؒ صاف فرما رہے ہیں کہ چوتھی صدی تک لوگ تقلید پر متفق نہیں تھے۔

(اس پر احناف نے کتاب مانگی تو کہا کہ اپنی کتاب نہیں دکھاتے، اس پر لوگوں نے کہا کہ کتاب دکھانی چاہیئے، البتہ درمیان میں نہیں تقریر ختم ہونے پر۔ اس پر احناف کے صدر مناظر نے کہا کہ اس نے تین مرتبہ جھوٹ بولا اور خیانت کی تب ہم نے تقریر کے دوران ہی حوالہ مانگا، بعد میں دو مرتبہ مانگنے سے اس نے نہیں دیا ہے، اس لئے ہم نے مجبوراً جب یہ جھوٹ سے باز نہی آ رہا تو ہم نے مجبوراً حوالہ مانگا ہے۔ مناظر احناف نے فرمایا کہ یہ عبارت لکھ کر ترجمہ کر دیں اگر ان میں خیانت نہ ہو تو میں معافی مانگوں گا میں کہتا ہوں کہ خیانت کی گئی)

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی۔

الحمد للہ وکفیٰ والصلوۃ والسلام علی عبادہ

الذین اصطفی. اما بعد.

جو کچھ میں نے بتایا تھا وہ یہ ہے کہ

فالتقلید العمل بقول الغیر من غیر حجۃ.

تقلید کہتے ہیں کسی دوسرے کی بات پر عمل کرنا بغیر حجت کے اس تعریف کے مطابق میں یہ تعریف کر رہا ہوں کہ خدا کی بات پر بلا دلیل عمل کرنا بھی تقلید ہے، آگے ہے،

والمراد بالحجۃ حجۃ من الحجج الاربع.

انہیں جو آیا ہے کہ یہ چار دلیلیں ہیں، ان میں سے کوئی بات اگر ثابت ہو تو اس کو ماننا اس معنی کے اعتبار سے تقلید نہیں ہے، کیونکہ اس میں دلیل موجود نہیں۔ اس کے بارے میں انہوں نے لکھا تھا کہ مقلد قرآن سے دلیل نہیں لے سکتا، حدیث سے نہیں لے سکتا، اجماع سے دلیل نہیں لے سکتا، یہ ان مسائل کے بارے میں ہے کہ جیسے میں نے مچھر کی مثال دی، اب مچھر کا لفظ قرآن میں نہیں آیا، حدیث میں نہیں آیا۔ تو اس بارے میں جب ہم بات کریں گے تو ہم اپنے مجتہد کا قول پیش کریں گے،

ورجوع العامی الی المفتی،

تقلید کی اس تعریف کے مطابق عامی اگر مفتی کی طرف رجوع کرے تو وہ مقلد نہیں ہوتا،

والقاضی الی العدول.

اگر قاضی گواہوں کی طرف رجوع کرے تو وہ ان کا مقلد نہیں ہوگا۔

لا یجاب النص ذلک علیھما. واستشھدوا.

کیونکہ قاضی کو حکم ہے کہ واستشھدوا شھیدین آگے اس کے بعد ہے، دیکھئے لیکن کے بعد پہلی بات کی تردید ہوتی ہے، اب لیکن کے بعد اس کی تردید کر کے لکھتے ہیں،

(لکن العرف) دل (علی ان العامی مقلد للمجتھد

بالرجوع الیہ.

دیکھئے یہ اسی طرح ہے جیسے صلوۃ کا لفظ لغوی معنی کے اعتبار سے تحریک الصلوین کے لئے بھی آتا ہے، لیکن عرف میں نماز کا جو معنی ہے وہ معتبر ہوگا۔ اسی طرح یہاں بھی عرفی معنی معتبر ہوگا۔ (قال الامام الحرمین (وعلیہ معظم الاصولیین) دیکھئے میں واضح الفاظ میں کہتا ہوں کہ لکن کے بعد جو عبارت پہلی کی تردید میں آئی ہے وہ مولوی اللہ بخش نے نہیں پڑھی۔ اگر یہ پچھلی کیسٹوں میں دکھا دیں تو میں نے جیسے کہا تھا میں لکھ کر دے دوں گا کہ میری

شکست ہے۔ ورنہ انہوں نے غلط حوالہ پیش فرمایا ہے۔ عامی جو ہے یہ عرف میں مجتہد کا مقلد کہلائے گا۔ لغت میں تحریک الصلوین آتا ہے اور عرف میں یہ نماز آتا ہے۔

زکوۃ کا معنی لغت میں پاک کرنا آتا ہے، عرف میں ایک خاص عبادت ہے۔ جب بھی عبادت کے بارے میں بات آئے گی تو عرفی معنی سمجھا جائے گا نہ کہ لغوی معنی۔ وقال الامام الحرمین امام الحرمین نے فرمایا کہ اصولیین کی تعریف یہی ہے۔ اب یہ لکھ کر دیں کہ انہوں نے خیانت کی، یہ اس پر معافی مانگیں۔

(غیر مقلدین نے جب اپنا دھوکہ واضح ہوتے دیکھا تو شور مچانا شروع کر دیا تاکہ عوام کو بات سمجھ نہ آئے)

مولوی اللہ بخش۔

معزز دوستو، بھائیو، مولانا نے خواہ مخواہ مجھ پر بددیانتی کا الزام لگایا ہے میں نے تقلید کی تعریف کی تھی۔

العمل بقول الغیر من غیر حجۃ من غیر حجۃ.

کا تعلق عمل کے ساتھ ہے۔ اس سے پہلے میں نے یہ پڑھ کر سنایا کہ تقلید شخصی یہ ھوس من ھوساتھم اور شاہ ولی اللہؒ کا میں نے حوالہ پیش کیا یہ حجۃ اللہ سے کہ چوتھی صدی تک تقلید شخصی نہیں ہوتی تھی، شاہ ولی اللہؒ مسلم شخصیت ہیں، یہ کہتے ہیں کہ چوتھی صدی تک تقلید شخصی نہیں تھی۔ پھر اس نے کہا کہ

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین

یہ ثابت کریں کہ صحابہ نے کہا ہو کہ ہم صدیق اکبرؓ کی تقلید شخصی کرتے ہیں۔ صحابہ دلائل سے بات کرتے تھے۔ یہ بات اپنے کسی عالم سے ثابت کر دیں کہ اس نے لکھا ہو کہ صحابہ تقلید شخصی کرتے تھے۔ وہاں لفظ ہے،

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین.

کیوں؟ اس لئے کہ خلفاء راشدین پیغمبر ﷺ کی سنت پر چلتے ہیں۔ اس لئے اللہ پاک نے فرمایا فان امنوا بمثل ما امنتم. بہرکیف اصل بات یہ ہے کہ مولوی صاحب اپنے موضوع سے بدل گئے تھے، اپنے موضوع پر انہوں نے ایک دلیل بھی نہ دی۔ انہوں نے موضوع پر ایک دلیل بھی پیش نہیں کہ تقلید شخصی پر۔ یہ تقلید کو سنت ثابت کر رہے تھے میں نے شاہ ولی اللہؒ کے حوالے سے ثابت کر دیا کہ چوتھی صدی سے پہلے تقلید شخصی نہیں ہوتی تھی۔ میں مولانا سے پوچھتا ہوں کہ کیا صحابہ میں تقلید تھی یا نہیں۔ اگر یہ صحابہ میں تقلید ثابت کرتے ہیں تو شاہ ولی اللہؒ جھوٹے ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں چوتھی صدی تک تقلید نہیں تھی، دوسری صدی میں آئمہ مجتہدین گزرے ہیں، ان کے دور میں بھی تقلید نہیں تھی۔ امام ابوحنیفہؒ سے کسی نے پوچھا کہ اگر آپ کا قول کتاب اللہ کے خلاف ہو تو فرمایا کہ میرا قول چھوڑ دینا چاہئے۔ پھر پوچھا اگر آپ کا قول سنت رسول اللہ ﷺ کے مخالف ہو تو فرمایا کہ میرا قول چھوڑ دو، پھر پوچھا کہ اگر آپ کا قول صحابہ کے اقوال کے خلاف ہو تو فرمایا اتر کوا قولی بقول الصحابہ کہ صحابہ کے قول سے بھی میری بات چھوڑ دو۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑویؒ۔

الحمد للہ وکفیٰ والصلوۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ. اما بعد.

میرے دوستو اور بزرگو! مولانا نے یہ فرمایا ہے کہ میں نے عبارت پوری پڑھی تھی، میں نے یہ بات واضح کر دی تھی کہ لکن کے بعد والی عبارت انہوں نے چھوڑ دی ہے، نہیں پڑھی۔ مولانا اس بات کو نہیں مان رہے اور نہ انتظامیہ ان کو روک سکی اور ان سے لکھوا سکی۔ مجھے انتظامیہ سے یہ شکایت ہے۔ دوسری بات انہوں نے کہا کہ پہلے نہیں ہوتی تھی، یہ صحیح بخاری شریف ص ۲۳۷ ج ا ہے۔ ح ۸۔ اس پر ہے کہ مکہ مکرمہ میں ابن عباسؓ کی تقلید شخصی ہوتی تھی، اور مدینہ منورہ والے زید بن ثابتؓ کی تقلید شخصی کرتے تھے، مدینہ والے جب مکہ آئے تو انہوں نے ایک بات حضرت ابن عباسؓ سے پوچھی تو انہوں نے بتائی، تو مدینہ والوں نے کہا کہ ہم

زید ؓ کا قول آپ کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑیں گے اور کسی کا قول بلا مطالبہ دلیل لینا اس کو تقلید کہتے ہیں۔ یعنی ہم آپ کی تقلید نہیں کریں گے بلکہ زید بن ثابت ؓ کی تقلید کریں گے۔

شاہ ولی اللہؒ کی عبارت کا ترجمہ بھی نہیں کیا گیا اور عبارت بھی غلط پڑھی گئی۔ انہوں نے یہ بات فرمائی ہے کہ پہلی دوسری صدی میں خاص ایک مذہب کی تقلید پر اجماع نہیں تھا۔ کیوں نہیں تھا؟ وجہ یہ بتائی کہ جس طرح پہلی صدی میں بخاری کی حدیثیں جمع نہیں تھیں، کوئی بخاری نہیں پڑھتا تھا، مسلم شریف کی حدیثیں جمع نہیں تھیں، کوئی مسلم شریف نہیں پڑھتا تھا۔ اب صاف آگے لکھا ہے کہ جس طرح یہ کتابیں بعد میں لکھی گئیں تو پہلے حدیث بیان کرنا گناہ تھا؟ ایک ہے جمع ہونا۔

سنئے کہ نبی اقدس ﷺ کے دور میں تین طریقے مسئلہ معلوم کرنے کے تھے، ایک یہ کہ براہ راست حضرت ﷺ سے مسئلہ معلوم کر لیتے تھے۔ جو صحابہ دور ہوتے تھے جیسے حضرت معاذ بن جبل ؓ یمن میں گئے وہ اجتہاد کر کے مسئلے بتاتے تھے، اور جو اجتہاد نہیں کرتے تھے وہ تقلید کرتے تھے، جب حضرت پاک ﷺ کا وصال ہو گیا تو باتیں دو رہ گئیں اجتہاد اور تقلید چوتھی صدی میں اجتہاد ختم ہوا ہے تقلید ختم نہیں ہوئی۔

اس کو مثال سے سمجھیں، صحیح بخاری شریف میں موجود ہے کہ حضرت ﷺ کے زمانے میں سات لغتوں پر قرآن پڑھا جاتا تھا۔ حضرت عثمان ؓ کے زمانے میں اجماع ہوا کہ اب صرف لغت قریش پر قرآن پڑھا جائے گا، اس پر کوئی یہ نہیں کہتا کہ حضرت عثمان ؓ سے پہلے لغت قریش پر قرآن پڑھنا منع تھا، اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت عثمان ؓ سے پہلے لغت قریش پر قرآن نہیں پڑھا جاتا تھا تو یہ دھوکا ہوگا، ایسا ہی دھوکہ اس عبارت کے ساتھ کیا گیا ہے۔

ایک ہے اجماع ہونا، کیونکہ جب ساری کتابیں مرتب نہیں ہوئی تھیں تو جس طرح ابو ہریرہ ؓ رواہ مسلم نہیں کہتے تھے، کیونکہ بخاری اور مسلم جمع نہیں ہوئی تھیں اسی طرح اس وقت قال ابو حنیفہؒ نہیں کہا جاتا تھا، جن لوگوں نے حدیث کی کتابیں جمع کرلیں اب ان کا حوالہ دیا

جانے لگا۔ اسی طرح جب مجتہدین نے فتاویٰ مرتب کر لئے تو اب قال ابو حنیفہ کہا جانے لگا، اب اس کا یہ معنی بیان کرنا کہ تقلید پہلے نہیں تھی۔ صحابہ کے دور سے آئمہ اربعہ تک تقلید ہوتی رہی ایک بھی غیر مقلد موجود نہیں تھا یقلدون کا لفظ موجود ہے، صحابہ کا لفظ موجود ہے، اسی طرح شاہ ولی اللہؒ کا نام لے کر اس نے کہا کہ ان کو چھوڑو، وہ فرماتے ہیں کہ آئمہ اربعہ کی تقلید سے باہر ہو جانے والا بڑا فسادی ہے، دنیا میں بڑا فساد پھیلا رہا ہے۔ شاہ ولی اللہؒ کا پورا مطلب بیان نہ کرنا، حوالے بیان کرنے میں غلطیاں کرنا۔

مولوی اللہ بخش۔

میں نے یہ ثابت کیا کہ پہلے تقلید شخصی نہیں ہوتی تھی۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص ایسی تقلید کرے جو کتاب اللہ کے خلاف ہو وہ جائز نہیں ہے۔ تقلید وہ جائز ہے جو اتباع روایت ہو پیغمبر ﷺ کے فرمان سے ہو تو وہ درحقیقت اتباع ہے، تقلید نہیں ہے۔

تقلید کی جو تعریف میں نے کتب فقہ سے دکھائی ہے وہ یہ ہے کہ،

العمل بقول الغیر من غیر حجۃ.

کہ بغیر دلیل کے کسی کی بات مان لینا یہ تقلید ہے۔ خود انہوں نے فواتح الرحموت میں کہا ہے کہ صحابہ کرام کی طرف رجوع یا نبی کریم ﷺ کی طرف رجوع یا اجماع کی طرف رجوع وہ تقلید نہیں ہے۔

اب سنئے کہ شاہ صاحبؒ نے لکھا ہے یہ جو مولانا نے بخاری کا کہا ہے اس میں تو یہ ہے کہ مسئلہ پوچھتے تھے، اس میں تقلید کا لفظ کہاں ہے؟ اتنی بددیانتی بخاری سے کی ہے۔ وہاں تقلید کا لفظ دکھائیں کہ بخاری میں لفظ ہو کہ ہم فلاں صحابی کی تقلید کرتے ہیں۔ وہ مسئلہ پوچھتے تھے، مسئلہ پوچھنے کے متعلق شاہ صاحب عقد الجید میں فرماتے ہیں ص ۳۶ اس میں لکھتے ہیں،

لم یزل الناس یستلون من اتفق من العلماء من غیر تقیید المذہب ولا انکار علی احد من السائلین.

کہ کوئی کسی نے مسئلہ پوچھ لیتے تھے۔ مسئلہ پوچھنا بھی تقلید ہے؟ تقلید شخصی کا بھی مفہوم
نہیں آتا۔ تقلید شخصی اس کو کہتے ہیں کہ ایک ہی شخص کی ہر بات مانی جائے، سارے اقوال اسی کے
مانے جائیں۔ مثلاً حنفی ہے تو شافعی نہ ہو، شافعی ہے تو مالکی نہ ہو۔ حالانکہ تقلید کی تردید خود فقہ میں
موجود ہے، خود امام صاحبؒ کے شاگرد امام صاحبؒ کا قول نہیں لیتے۔ رح۔ یہ خود فقہ بتاتی ہے کہ
تقلید شخصی نہیں ہے۔

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ تقلید نہیں ہوتی ہے، بلکہ مسئلہ پوچھ لیتے تھے جو بھی سامنے آتا
تھا۔

الی ان ظهرت هذه المذاهب ومتعصبوها.

یہاں تک کہ یہ مذہب ظاہر ہو گئے اور اس مذہب کے متعصبین لوگ آگئے، ـــــــ من
المقلدین یہ متعصب مقلد جب سے پیدا ہوئے ہیں، یہ جس کے پیچھے لگے، بس اسی کے پیچھے
رہے۔ کسی اور سے مسئلہ نہیں پوچھتے تھے۔ یہ تقلید نہیں تھی یہ تو لوگ پہلے مسئلہ پوچھتے ہیں، تمہارا
دعویٰ ہے تقلید شخصی کا۔ اس کو پیغمبر ﷺ کی سنت سے ثابت کرنا ہے۔

آگے سنیں یہ کہتے ہیں

فان احدهم يتبع امامه مع بعد مذهبه عن الادلة
مقلداً له فيما قال.

یہ مقلدین کا عجیب مذہب ہے کہ اس کے امام کا مذہب دلائل سے کتنی دور ہو، یہ اپنے امام
کی اتباع کرتا ہے، دوسروں کی بات چھوڑ دیتا ہے۔ کانه نبی ارسل الیه اپنے امام کی تقلید ایسے
کرتا ہے جیسے کہ رسول ان کی طرف بھیجا گیا ہو۔

فهذا نعى عن الحق وبعد عن الصواب

یہ دوری ہے حق سے اور صواب سے دوری ہے۔

لا یرضی فیه احد من اولی الالباب.

عقل والوں میں سے کوئی بھی اس سے راضی نہیں ہے۔ اور بہر حال آگے کہتے ہیں امام
ابو محمد یہ کہتے ہیں من اشتغل بالفقه جو فقہ میں مشغول ہو، اس کے لائق ہے کہ ایک امام کے
مذہب پر اکتفاء نہ کرے۔ یہ صحیح دلیلیں میں پیش کر رہا ہوں۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑویؒ

الحمد لله وكفى والصلوة والسلام على عباده
الذين اصطفى. اما بعد.

میرے دوستو میں نے ۲۳۷ صفحہ سے عبارت پیش کی تھی کہ اہل مدینہ زید بن ثابتؓ
کی تقلید کرتے تھے۔ مولوی صاحب اب لفظی بحث پر آگئے ہیں کہ یہاں تقلید کا لفظ نہیں ہے،
مولوی صاحب کو تقلید کی تعریف بھی بھول گئی، تقلید کی تعریف ہے العمل بقول الغير من غير
حجة مولوی صاحب کو یہ عبارت بھول گئی، اور مولوی صاحب نے شاہ ولی اللہؒ کی عبارت پیش
کرنے میں پھر خیانت کی۔

نام ولی اللہ کا لیا حالانکہ یہ انکی عبارت نہیں ہے یہ دراصل ابن حزم کی عبارت ہے اس
کے بعد عز الدین بن عبد السلام کا قول ہے۔ شاہ ولی اللہؒ تو اس کی تردید فرماتے ہیں کیف ینکر
احد اس کا کوئی کیسے انکار کر سکتا ہے،

مع ان الاستفتاء لم يزل بين المسلمين من عهد
النبي ﷺ

کہ استفتاء (مسئلہ پوچھنا) نبی ﷺ کے زمانے سے اب تک جاری ہے، اور مسئلہ پوچھتے
ہیں۔ آگے دیکھئے کتنی وضاحت ہے، آگے فرمارہے ہیں۔

ولا فرق بين ان يستفتي هذا دائماً وهذا حينا.

فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی فرق نہیں کہ صحابہ کے دور سے کوئی ایک سے ہی مسئلہ پوچھتا
رہے، کیا یہ تقلید شخصی کا معنی ہے یا نہیں۔ میں مولانا کو کہوں گا کہ مولانا آپ عبارتوں میں خیانتیں نہ

کریں۔ دیکھئے شاہ ولی اللہ کی عبارتیں پیش کرنے میں یہ میرے ایک حوالے میں بھی خیانت ثابت نہیں کر سکا۔ اس نے خیانتیں کی ہیں۔

پھر اس نے کہا کہ سنت کی بات کی، میں نے خلفاء راشدین والی حدیث پڑھی اس میں سنت ہے یا نہیں؟ میں نے

اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر.

پڑھا یہ بھی سنت ہے، سنت قولی میں موجود ہے۔ میں نے انساب الی پیش کی، میں نے بتایا کہ یہ اس طرح پہلے کتابیں جمع نہیں تھیں، تو جو جس شہر میں رہتا تھا وہ اس شہر کے مفتی کی تقلید کرتا تھا۔ لیکن جب کہیں اور جانا ہوتا تو چونکہ اس کے پاس اس اپنے شہر والے مفتی کی کتاب نہیں ہوتی تھی، اس لئے وہ مجبوراً دوسرے مفتی کے پاس جاتا تھا۔ اس وقت فتووں کی کوئی کتاب مرتب نہیں تھی۔

شاہ صاحب نے مثال ہی یہ دی ہے، میں نے فوراً بتایا تھا کہ شاہ صاحبؒ کی عبارات پیش کرنے میں مولوی صاحب نے خیانت کی ہے اور دیکھئے، اور انہوں نے تو لکھا ہے،

لافرق بین ان یستفتی ھذا دائماً او یستفتی ھذا حیناً بعد ان یکون مذھبا علی ما ذکرناہ.

اجماع تقلید پر ہے، ہمیشہ ایک ہی کی تقلید کرتا ہے، یہ بھی صحابہ کے زمانے سے آرہا ہے ہاں سب کا اجماع اس لئے نہیں تھا کہ کتابیں مرتب نہیں تھیں۔ جیسے حدیث کی کتابیں مرتب نہیں تھیں اور وہ ایک مجبوری تھی، جب یہ مجبوری ختم ہوگئی جیسے حضرت ابوھریرہؓ حدیث سناتے ہوئے کتاب کا نام نہیں لیتے تھے، لیکن آج حوالہ دینا ضروری ہے۔ مولوی صاحب لو کان موسی حیا کا حوالہ ابھی تک پیش نہیں کر سکے۔ نہ اس کی سند کا صحیح ہونا ثابت کر سکے ہیں، کہتے ہیں کہ مشکوۃ والے نے جرح نہیں کی۔

مولانا! آپ کے ذمے اس کی سند پیش کر کے اس کو صحیح ثابت کرنا ہے۔ اور میں بار بار

کہہ رہا ہوں کہ وہ صحیح نہیں ہے۔ تو اسی طرح شاہ ولی اللہؒ کی عبارتوں میں مولانا نے پھر خیانت کی ہے۔ میں انتظامیہ سے کہوں گا کہ مولانا کو اس سے باز رکھیں اور پھر سن لیں قرآن کہتا ہے،

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون.

انسان دو قسم کے ہیں ایک جو اھل ذکر ہیں، جن کو دین خوب یاد ہے اور جنہیں یاد نہیں ہے۔ ان کو حکم ہے کہ پوچھ لیں، صحابہ کے فتاویٰ موجود ہیں۔ میں فتاویٰ پیش کر سکتا ہوں کہ صحابہ نے فتویٰ دیا لیکن دلیل ذکر نہیں کی۔ تو پوچھنے والے صحابہ کے دور میں اس طرح پوچھتے تھے۔ وہ بلا ذکر دلیل فتویٰ دیتے تھے، یہ بلا مطالبہ دلیل تسلیم کرتے تھے اسی کو تقلید کہتے ہیں۔ تو

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون.

میں نے بتایا تھا کہ صحابہ کرام کے سترہ ہزار سے زائد فتاویٰ مصنف عبدالرزاق میں موجود تھے، تابعین جن میں دلائل کا ذکر نہیں ہے، تو تقلید ثابت ہوئی۔ مولانا بھینس کا دودھ چھوڑنے کا اعلان کرتے ہیں یا نہیں؟ اور مولانا یہ بھی بتادوں کہ اھل ذکر اسم جنس ہے، جیسے انسان کا لفظ ایک پر بھی بولا جاتا ہے تمام پر بھی، اسی طرح اھل ذکر ایک کو بھی کہیں گے تمام کو بھی۔ تو ایک سے بھی اگر سوال کرلیا جائے تو آیت پر عمل ہوجائے گا۔ اس میں تقلید شخصی بھی آگئی۔

مولوی اللہ بخش۔

معزز سامعین آپنے دیکھ لیا کہ مولانا نے جو عبارت پڑھی ہے، لفظ پڑھے ہیں، اس میں معنی نہیں کئے۔ اتنی خیانت کی ہے۔

(اللہ بخش صاحب نے جب حضرت اوکاڑویؒ کی یہ بات سنی کہ یہ خیانت کر رہا ہے اور میرے ایک حوالے میں بھی یہ خیانت نہیں ثابت کر سکا تو اس نے اب یہ بے جا اعتراض کیا ہے، حضرت نے عبارت پڑھی اور اس کا مفہوم بھی بیان کیا، اگر کوئی لفظ کا معنی چھوڑا ہے تو مولانا بتاتے کیوں نہیں۔ مرتب)

ویستفتی ھذا حینا اس کا ترجمہ نہیں کیا۔

(حالانکہ حضرتؒ نے اس کا مفہوم واضح کر دیا ہے کہ ایک ہی سے پوچھے یا کبھی اس سے یا کبھی اس سے پوچھے۔)

اس سے تقلید شخصی کیسے ثابت ہوتی ہے؟ اور ساتھ ہی یہ کہتا کہ اھل ذکر اسم جنس ہے اگر اھل ذکر جنس ہے تو شخصی کیسے۔ یعنی علم کی کتنی کمزوری ہے کہ یہ بھی پتا نہیں کہ الف لام جنس کا شخصی کے لئے ہوتا ہے یا الف لام عہد کا ہوتا ہے۔ اور پھر الف لام میں سے الف لام خارجی جو ہوتا ہے وہ شخص کے لئے ہوتا ہے۔ انہیں یہ بھی پتا نہیں کہ ادھر الف لام جنس کا ہے اور ثابت تقلید شخصی کر رہے ہیں اتنا علم مضبوط ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ **فاسئلوا اھل الذکر** اھل الذکر سے پوچھو۔ اگر ہوتا **فاسئلوا اھل القیاس و الاجتھاد** تو پھر بھی کوئی بات بنتی لیکن شخصی تقلید تو پھر بھی ثابت نہیں ہوتی تھی۔ اور یہ سودا بھی ان کو مہنگا پڑتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، پوچھو اہل ذکر سے اگر تم بے علم ہو۔ تو انہوں نے تقلید کر کے مان لیا کہ ہم سب بے علم ہیں، تو اسی لئے اگر کوئی خیانت نہ کرے تب بھی اسے خیانتی کہتے ہیں۔ میں نے خیانت نہیں کی شاہ ولی اللہؒ کی پوری عبارت پڑھی ہے۔ اور عامی کے حق میں جو شاہ صاحب نے کہا ہے اس کی طرف تو مولانا گئے ہی نہیں۔ شاہ صاحب کی پوری عبارت میں پڑھتا ہوں لیکن ابھی میں پوری نہیں پڑھ رہا آیت کا ترجمہ آپ سنیں **فاسئلوا اھل الذکر**۔ یہاں خطاب ہے صحابہ کو، مومنوں کو، اہل ذکر سے مراد یہودی ہیں۔ اگر تفاسیر کو دیکھیں تو اھل ذکر سے مراد یہودی ہیں۔

وما ارسلنامن قبلک الا رجالا نوحی الیھم.

اے میرے پیغمبر ﷺ، ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی بھیجے ہیں، رجال بھیجے ہیں **نوحی الیھم** اگر اس مسئلہ میں شک ہے کہ وہ آدمی نہیں نوری تھے۔ مسئلہ یہی چل رہا ہے کہ جو اللہ کے رسول ﷺ ہیں وہ نوری ہیں یا انسان؟ تو مسئلہ یہ ہے کہ ہم نے سب رجال بھیجے، اب شک ہے کہ وہ نوری مخلوق تھے یا انسان تھے تو

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون.

تو پھر کیا یہودیوں کی تقلید کرو گے؟ اور ساتھ ہے **ان کنتم لا تعلمون** کہ تقلید وہ کرے جو بے علم ہو۔ تو مان لیا کہ مقلد وہی ہوتا ہے جو پرلے درجے کا بے علم ہو، اور پھر اللہ نے یہ بھی فرمایا **بالبینٰت والزبر** انہوں نے آگے نہیں پڑھا۔ اب انہوں نے قرآن کو آگے نہیں پڑھا، یہ بددیانت نہیں بنتے۔ میں نے اگر فواتح الرحموت سے آگے نہیں پڑھا تو میں بددیانت ہو گیا۔ اور انہوں نے اگر آگے آیت نہیں پڑھی تو یہ بددیانت نہیں ہوئے۔ آگے ہے،

فاسئلو اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون بالبینت والزبر.

پوچھو دلیل سے پوچھو، غیر مقلد بنو مقلد نہ بنو۔ کیوں بغیر دلیل کے پوچھنا یہ تقلید ہے۔ آگے شاہ صاحب کو دیکھئے،

ینبغی لمن اشتغل بالفقه ان لا یقتصر علی مذھب امام.

کسی ایک امام کے مذہب پر اقتصار نہ کرے، بلکہ،

ویعتقد فی کل مسئلة صحة ما کان اقرب الی دلالة الکتاب والسنة المحکمه.

جب کہ اعتقاد رکھے کہ جو اجتہاد کتاب وسنت کے زیادہ قریب ہے وہی صحیح ہے۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑویؒ

الحمد للہ و کفیٰ والصلوۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ. اما بعد.

میرے دوستو اور بزرگو، میں نے جو عبارت پڑھی تھی اس میں دائما کا لفظ تھا، جس کا ترجمہ انہوں نے کیا ایک آدمی سے دائما مسائل پوچھنا، اس کا نام تقلید شخصی ہے اور یہی مان رہے

تھے۔ میں نے جو کہا کہ انہیں تقلید کا معنی بھول گیا ہے۔ اس کا جواب بھی انہوں نے نہیں دیا۔ اب انہوں نے یہ فرمایا کہ اھل ذکر سے مراد یہود ہیں۔ آپ ٹیپ سن لیں، انہوں نے پہلے یہ فرمایا تھا کہ اھل ذکر سے مراد قرآن ہے، پھر کہا مراد صحابہ ہیں، پھر کہا مراد یہودی ہیں۔ یہ اپنی بات ہی چھوڑ جاتے ہیں اب انہوں نے کہا کہ پوری آیت نہیں پڑھی۔ یہ آیت دو جگہ ہے میں نے چودھویں پارے والی آیت نہیں پڑھی، وہ اور ہے۔ الحمدللہ اب حق انہوں نے مان لیا ہے اور یہ مان گئے ہیں کہ میں نے (اللہ بخش نے) فواتح الرحموت کی عبارت پوری نہیں پڑھی تھی جو انہوں نے اب آیت پڑھی وہ اب میں پڑھتا ہوں۔

وما ارسلنا من قبلک الا رجالاً نوحی الیھم فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون بالبینت والزبر

بالبینت والزبر کا تعلق اگر تو سوال سے ہے تو معنی یہ ہوگا کہ سوال کرنے والا دلیل دیا کرے، تو کیا غیر مقلد دلیل دیتے ہیں؟ پھر یہ کہا کہ جہاں میں نے آیت ختم کی تھی وہاں آیت کے ختم ہونے کا نشان ہے، اور انہوں نے آیت یہ جہاں ختم کی وہاں آیت ختم نہیں ہو رہی۔ اور آگے ہے،

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم ولعلھم یتفکرون.

یہ کیوں نہیں پڑھا؟ یہ آیت میں اھل ذکر سے مراد لیتے تھے۔ قرآن اس کو غلط کر رہا تھا اور آگے فرمایا لتبین للناس پہلی دلیل ذکر، یعنی قرآن دوسری دلیل لتبین للناس اللہ کے نبی ﷺ کی سنت، ولعلھم یتفکرون تفکر اجتہاد کو کہتے ہیں، یہاں آگے وضاحت ہو رہی ہے کہ جو اھل ذکر آیا ہے اس میں ذکر میں جہاں قرآن شامل ہے، جہاں اللہ کے نبی ﷺ کی سنت شامل ہے، اسی طرح لعلھم یتفکرون جنہوں نے فکر و اجتہاد سے مسائل نکالے ہیں وہ بھی شامل ہیں۔

مولانا! دیکھئے قرآن اس طرح پڑھا کریں، اگر آپ نے فواتح الرحموت پوری نہیں پڑھی تو کم از کم قرآن پورا پڑھنا ہی سیکھ لیتے۔ اب مولانا نے یہ فرمایا ہے کہ اہل ذکر اسم جنس ہے۔ مجھے معلوم تھا کہ مولانا کو کوئی علمی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اس لئے میں نے مثال دی تھی کہ جیسے لفظ انسان اسم جنس ہے، مولانا جب اکیلے بیٹھے ہوں تو شاید اس وقت یہ اپنے آپ کو انسان نہ سمجھتے ہوں۔ جب ایک بھی ہو تو انسان ہے اور جب ایک ہو تو اسی کو شخص کہتے ہیں۔ تو اسی طرح اھل الذکر ایک پر بھی بولا جاتا ہے۔

مولانا نے ہمیں کہا کہ آپ بے علم ہیں یہ مولانا نے بڑی جرأت کی ہے، میں مولانا سے پوچھتا ہوں کہ جن صحابہ نے حضرت سیدنا صدیق اکبر ؓ سے فتوے پوچھے ہیں کیا آپ ان سب کو جاہل کہیں گے۔ جن تابعین نے حضرت عطا بن ابی رباحؒ سے ہزاروں فتوے لئے ہیں کیا آپ ان سب کو جاہل کہیں گے۔ میں دیکھوں گا آپ کا جہالت کا فتویٰ کہاں کہاں تک جاتا ہے۔

مقلدین کے بارے میں آپ کہہ رہے ہیں آپ کو تو نماز کی شرطیں بھی نہیں آتیں اور قیامت تک آپ مجھے نماز کی شرطیں، نماز کے واجبات، نماز کی سنتیں، مجھے نہیں بتا سکتے۔ آپ کو تو فرض اور سنت کی تعریف ہی نہیں آتی۔ کتاب وسنت کو چھوڑ کر ہم فقہ سے چوری نہیں کرنے دیں گے۔

مولانا جہالت اس طرح ثابت ہوتی ہے، آیئے اگر آپ میں جرأت ہے تو نماز کی شرطیں بتا دیں۔ دیکھتے ہیں کہ جاہل کون ہے، مجھے بتا دیں کہ فرض کی تعریف کیا ہے؟ تم فائدہ ہماری کتابوں سے اٹھاتے ہو اور برا بھلا بھی ہمیں کہتے ہو۔ اور دیکھئے میں قرآن پاک کی آیت پڑھتا ہوں، صحابہ جہاد کے لئے جا رہے ہیں فرمایا

وما کان المؤمنون لینفروا کافة فلولا نفر من کل فرقة منھم طائفة لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون.

صحابہ کے زمانے میں دو ہی جماعتیں تھیں، ایک فقہاء کی جماعت، دوسری وہ کہ جب فقہاء صحابہؓ مسائل لے کران کی طرف لوٹتے تو وہ ان پر عمل کرتے، تیسرا غیر مقلد نامی فرقہ اس آیت میں مجھے دکھا دیا جائے۔

اللہ بخش۔

مولوی صاحب! اللہ تعالی سب کو ہدایت دے، بددیانتی سے کام نہیں لینا چاہئے۔ میں نے اس آیت **فاسئلوا اھل الذکر** میں **فاسئلوا** کا مخاطب صحابہ کو بنایا ہے۔ صحابہ کو اللہ نے فرمایا آگے **اھل ذکر** سے مفسرین نے بعد میں یہودی لئے ہیں اور ایک قول ہے کہ اگر لفظی معنی مراد لو تو **اھل ذکر** یعنی قرآن شریف والوں سے پوچھ لو۔ **ان کنتم لا تعلمون** جن کو علم نہیں ہے۔ پوچھتا وہی ہے جس کو علم نہیں ہے، پوچھنے کا معنی اگر تقلید ہے تو پھر جاہل ہوئے۔

میں نے تو یہ کہا تھا کہ صحابہ کرام پوچھتے تھے، مگر مقلد نہیں تھے۔ وہ پوچھتے تھے، مگر تقلید نہیں کرتے تھے۔ جار مجرور متعلق ہے **فاسئلوا** کے پوچھو دلیل سے پوچھو، کیا معنی جس سے پوچھو اس سے دلیل پوچھو۔ اس سے مسئلہ بغیر دلیل نہ پوچھو **ان کنتم لا تعلمون** اگر تمہیں علم نہیں ہے۔ بینات کے ساتھ اگر تم بینات کے ساتھ علم نہیں رکھتے تو پھر پوچھو۔ یہ یا تو **فاسئلوا** کے متعلق ہے یا **لا تعلمون** کے متعلق ہے، اب اگر اہل ذکر سے متعلق ہو تو مطلب ہے کہ پوچھو اہل ذکر سے پوچھو، اہل رائے اہل قیاس سے نہ پوچھو، اس لئے کہ اس میں غلطی آسکتی ہے، رائے اور قیاس میں غلطی آسکتی ہے۔ ذکر اور وحی میں غلطی نہیں آسکتی۔ جب تم اہل ذکر سے پوچھو گے تو دلیل سے پوچھو گے، دلیل اگر قرآن و حدیث ہوگی تو غلطی نہیں ہوگی، اگر رائے سے کوئی مسئلہ بتائے گا تو رائے غلط ہوسکتی ہے، اس لئے علمائے کرام مانتے ہیں کہ **المجتھد یخطی ویصیب** مجتہد کبھی خطا کرتا ہے کبھی صواب کو پہنچتا ہے، اور جن کے اجتہاد میں خطا کا امکان ہے اس کی تقلید فرض کیسے، لازم کیسے۔ تو تقلید شخصی کیسے لازم ہوئی۔ تقلید، اتباع اس کی لازم ہے، جس کے قول میں غلطی نہ ہو۔

میں سنا رہا تھا کہ شاہ صاحبؒ نے لکھا ہے کہ امام شافعیؒ سے منقول ہے، **فقد صح عن**

الشافعی انه نهی عن تقلیده وعن تقلید غیره انہوں نے اپنی تقلید سے بھی منع کیا اپنے ما سوا کی تقلید سے بھی منع کیا ہے۔ اور میں آئمہ کی وصیتیں آپ کو سنا رہا تھا جس میں امام ابو حنیفہؒ نے بھی فرمایا کہ میری بات قرآن سے چھوڑ دو، حدیث سے چھوڑ دو اور میری بات جب صحابہ کے قول کے خلاف ہو تب بھی چھوڑ دو۔ تقلید شخصی کہاں ہوئی۔ لازم ان پر تھا تقلید شخصی ثابت کرنی۔ کہ ساری زندگی ایک کی تقلید ہمیشہ کرتا رہے اور اسی کو سنت سے ثابت کرنا تھا۔ یہ نہیں کہ **علیکم بسنتی وسنت الخلفاء الراشدین المھدیین** سے یہ کیسے ثابت ہے۔

پہلے تو آپ نے اپنی سنت کی تعریف کی، **وسنة الخلفاء الراشدین المھدیین** تو پھر حنفی بننے کی کیا ضرورت تھی؟ تقلید شخصی ثابت ہوتی ہے اور بنتے ہیں حنفی، صحابہ کے مقلد نہیں بنتے۔ اور جب امام شافعیؒ سے ثابت ہوا کہ وہ فرماتے ہیں کہ میری تقلید بھی نہ کرو اور کسی امام کی تقلید بھی نہ کرو۔ امام شافعیؒ کے بارے میں وہی وصیت جو امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں تھی، وہ کہتے

اذا قلت قولا و کان النبی ﷺ قال خلاف قولی فما یصح من حدیث النبی ﷺ فلا تقلدونی۔

جب میں بات کہوں اور میری بات کے خلاف تمہیں صحیح حدیث مل جائے تو وہ اولی ہے، میری تقلید نہ کرو، صاف الفاظ **فلا تقلدونی** ۔ ہے۔ ایک لفظ مولوی صاحب نے ابھی تک نہیں دکھایا حدیث سے، یا قرآن سے، یا کسی نبی ﷺ کے صحابیؓ سے کہ تقلید کا حکم دیا۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑویؒ۔

الحمد للہ و کفیٰ والصلوۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد۔

میرے دوستو، بزرگو، مولانا نے خود شرطیں پڑھی تھیں کہ ہم یا قرآن پیش کریں گے یا حدیث پیش کریں گے۔ اگر چہ مولانا نے حدیث (**لو کان موسیٰ حیا**) کے بارے میں فرمادیا کہ اس کا ثبوت پیش کرنا ہمارے ذمہ نہیں یا فقہ حنفی پیش کریں گے۔ میں قرآن پڑھتا ہوں یہ

کتاب پیش کرتے ہیں، جو نہ قرآن ہے، نہ حدیث ہے، نہ فقہ حنفی ہے۔ اور اس کتاب سے بھی عبارتیں بے موقع پڑھتے ہیں قرآن پاک نے یہود کا طریقہ بتایا ہے **یحرفون الکلم عن مواضعہ** یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے جتنے اقوال مولانا نے پڑھے ہیں ان میں انہوں نے خیانت کی ہے۔

فصل شاہ ولی اللہؒ کیا باندھ رہے ہیں،

فصل فی المتبحر فی المذہب وھو الحافظ لکتب مذھبہ۔

اتنا بڑا آدمی جو اپنی کتابوں کا حافظ ہو، اس کے ذمے ہے کہ وہ دلائل کی تحقیق کرے ایسے آدمی کے لئے ہم تقلید نہیں کہتے، نہ اس تقلید پر آج بات ہو رہی ہے۔ دیکھئے اس سے چار فصل آگے، فصل ہے۔ **فصل فی العامی** شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں **لان العامی یجب علیہ التقلید۔**

دیکھئے ڈاکٹر، ڈاکٹر کو کہتا ہے کہ میری بات سمجھ کر لینا، لیکن ڈاکٹر مریض کو نہیں کہتا کہ اگر میری بات سمجھ میں نہ آئے تو میری دوائی نہ کھانا۔ وکیل، وکیل کو کہتا ہے کہ میری بات سمجھنا۔ لیکن ملزم کو وہ کبھی حق نہیں دیتا کہ وہ اس سے بحث کرے۔ اندازہ لگائیں بات کس موقع کی ہے لگا کس موقع پر رہے ہیں۔ انہیں یہ بھی پتا نہیں کہ میں کس تقلید پر بحث کرنے کے لئے آج کھڑا ہوا ہوں۔

مولانا یہ تقلید ان کے لئے ہے، سرخی پڑھیں خیانتیں نہ کریں۔ باب ہے **باب المتبحر فی المذہب وھو الحافظ لکتب مذھبہ** آپ جیسا نہیں جو کہے کہ میں حدیث ثابت ہی نہیں کرسکتا اور مجھ سے حدیث کی صحت نہ پوچھو۔ اب تک حدیث صحیح ثابت نہیں کر سکے۔ اور یہ حدیث ہر تقریر میں ان کے مولوی بیان کرتے ہیں۔

دیکھئے **یحرفون الکلم عن مواضعہ** یہ یہودیوں کا کام تھا، انہوں نے کہیں کی بات

کہیں لگا دی ہے۔ میں پھر انتظامیہ سے کہوں گا اور ان کے صدر سے بھی عرض کروں گا کہ اپنے مولوی صاحب کو کنٹرول کریں کہ وہ اصل بحث پر رہیں جو عامی کی تقلید ہے۔ اگر میں اپنی اس بات میں جھوٹا ہوں یہ سرخی **المتبحر فی المذہب** کی نہیں ہے۔ یہ مجھے کہہ دیں، میں اپنی شکست لکھ دوں گا۔ اگر شاہ صاحبؒ نے عامی کا باب نہیں باندھا اور عامی پر تقلید کو واجب قرار نہیں دیا تو میں اپنی شکست لکھ دوں گا۔

دیکھئے یہاں **متبحر فی المذہب** نہیں بیٹھے، یہاں تو مناظر آپ جیسے ہیں، جو حدیث کو صحیح ثابت نہیں کرسکتے۔ تو میں آپ جیسوں کو کہہ رہا ہوں کہ یہ اقوال تمہارے بارے میں نہیں ہیں۔ مولوی صاحب نے فرمایا تھا کہ تقلید لغت میں قول ہے، میں نے مولانا کو یاد کروایا کہ اب تقلید کی تعریف یاد نہیں رہی۔ وہاں لفظ قول تھا اب استفتاء کی بات آئی۔ مولانا نے جو ترجمہ کیا ہے

(یعنی فاسئلوا میں سوال سے مراد دلیل کے ساتھ مسئلہ پوچھنا ہے۔ از مرتب)

میں بڑی جرأت سے کہتا ہوں کہ سترہ ہزار جو فتاویٰ صحابہ تابعین کے منقول ہیں جن میں پوچھنے والے نے دلیل نہیں پوچھی وہ صحابہ تابعین فاسق ہیں یا نہیں؟ کیوں کہ جو **بالبینات** کا ترجمہ انہوں نے کیا ہے، اس کے مطابق سارے صحابہ اس آیت کے منکر بن رہے ہیں۔ اور انہوں نے کہا ہے کہ سوال کا لفظ ہے، استفتاء کا لفظ ہے۔ دیکھئے یہ توضیح تلویح ہے، اس میں صاف لکھا ہے

الاستفتاء طلب الحکم الشرعی ھکذا فی کنز اللغات فیکون مرادفا للتقلید فی علم الاصول۔

اصول اس کو آتا ہو، کہیں اس نے پڑھا ہو تو اسے یاد ہو۔ اصول کی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ استفتاء اور تقلید دونوں مترادف ہیں، اس میں کنز اللغات کا حوالہ دیا ہے۔ مولانا دو حرف کتاب کے پڑھ کر مناظرہ کرنے آتے ہیں۔

میں نے مولانا سے پوچھا تھا کہ آپ کو نماز کی شرائط نہیں آتیں اور نہیں آئیں، میں نے کہا تھا مولانا کو فرض، واجب، سنت کی تعریف نہیں آتی، نہیں آئی۔ اور قیامت تک نہیں کر سکیں گے اور اگر کریں گے تو ہماری کتابوں سے چوری کر کے کریں گے۔ مولانا نے کہا تھا کہ تقلید جاہل کا کام ہے اس پر میں نے پوچھا تھا کہ نماز کی شرائط بتائیں۔ کیا بتائیں؟۔ جاہل وہ ہے جسے نماز کی شرطیں نہیں آتیں، جاہل وہ ہے جو نماز کے ارکان نہیں بتا سکتا، جاہل وہ ہے جو نماز کے مکروھات نہیں بتا سکتا، جاہل وہ ہے جس نے یہ اقرار کیا کہ مجھے یہ پتا نہیں ہے کہ یہ حدیث کہاں ہے۔

مولوی اللہ بخش۔

بھائیو آپ نے دیکھ لیا کہ یہ اپنا موضوع چھوڑ گئے۔ اب مجھ سے انہوں نے اپنے مسلک کی باتیں پوچھنی شروع کر دی ہیں۔ کیا تمہارے مذہب کی من گھڑت اصطلاح میں بتاؤں؟۔ جب انسان کو اپنے دعوے کے مطابق بات نہیں آتی تو ادھر ادھر بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔ میں وہی تقلید کے حوالے پیش کر رہا تھا جہاں اماموں نے تقلید سے منع کیا ہے۔ اب دیکھئے خیانت خود کرتے ہیں، نام دوسروں کا لگاتے ہیں۔ اب اگر میں ثابت کر دوں کہ عامی کے بارے میں بھی تقلید حرام ہے تو پھر؟ یہ تقلید کی بات کرتے ہیں میرے پاس قرآن ہے میں پچاس آیتیں لے کر آیا ہوں، میں اس وقت ٹائم نہ ہونے کی وجہ سے سنا بھی نہیں سکتا۔

(حقیقت یہ ہے کہ موضوع کے متعلق نہیں۔ از مرتب)

رات گزر جائے گی، میں قرآن وحدیث سناتا رہوں گا، لیکن میں آپ کی زبان سے بولتا ہوں تاکہ مسئلہ سمجھ آجائے۔ شاہ صاحبؒ نے کہا ہے وفصل من یکون عامیا.

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑویؒ۔

ذرا بتائیں کہ فصل کون سی ہے؟

مولوی اللہ بخش۔

جہاں ابن حزم کے کلام کا مصداق آتا ہے، اس سے دو صفحے آگے ہے۔

وفیمن یکون عامیا ویقلد رجلا من الفقهاء.

سنئے یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو عامی شخص ہے۔

ویقلد رجلا من الفقهاء

اور فقہاء میں سے کسی کی تقلید کرتا ہے، بعینہ معین شخص کی تقلید کرتا ہے۔

وہ سمجھتا ہے کہ میرا امام جو کچھ کہتا ہے سچ کہتا ہے، میں اس لئے امام کے پیچھے چلتا ہوں۔ جو کچھ امام کہتا ہے سچ کہتا ہے، اس کے دل میں یہ بات ہوتی ہے کہ اگرچہ اس کے خلاف دلیل ثابت ہو جائے میں پھر بھی اس کی تقلید نہیں چھوڑوں گا۔ اور یہی ہے وہ بات جو ترمذی نے عدی بن حاتمؓ سے نقل کیا ہے۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑویؒ۔

الحمد للہ وکفی والصلوۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ اما بعد.

دیکھئے شاہ صاحبؒ نے جو ایک فرضی بات لکھی وہ یہ ہے کہ جب مقلد یہ کہے کہ میرا امام معصوم ہے۔ جیسے شیعہ اپنے اماموں کو معصوم مانتے ہیں، جیسے شیعہ اپنے اماموں کو منصوص بھی مانتے ہیں اور معصوم بھی مانتے ہیں۔ اب جو بخاری، مسلم کی حدیث ہے۔ [1]۔ کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ مجتہد سے خطاء بھی ہو سکتی ہے اور جب صواب کو پہنچے تو اسے دو اجر ملتے ہیں اگر خطا تک پہنچے تب بھی اسے ایک اجر ملتا ہے۔ اس لئے ہم یہی کہتے ہیں کہ اگر مجتہد سے خطاء ہو بھی گئی تو بھی اس پر طعنہ کرنے کی اجازت نہیں، مجتہد معصوم تو نہیں لیکن وہ مطعون بھی نہیں۔ اسے ہر حال میں اجر

(1). حدثنا عبداللہ بن یزید المقرئ المکی قال حدثنا حیوۃ بن شریح قال حدثنی یزید بن عبد اللہ بن الهادی عن محمد بن ابراهیم بن الحارث عن بسر بن سعید

ہے خواہ دو اجر مل رہے ہوں یا ایک اجر مل رہا ہو۔

بات پھر یحرفون الکلم عن مواضعہ والی ہوئی، یہ تقلید ہماری نہیں تھی جس کو ہم پر فٹ کیا گیا ہے اور ہم کو الزام دیا گیا۔

مولانا! جو ہماری تقلید ہے اس پر بات کریں، دیکھئے امام اعظم ابو حنیفہؒ کا اپنا فرمان عامی کے سلسلے میں ہے، فرماتے ہیں،

واذا کان المفتی علی ھذہ الصفة فعلی العامی تقلیدہ وان کان المفتی اخطأ فی ذالک ولا متبحر بغیرہ ھکذا روی الحسن عن ابی حنیفة و رستم عن محمد وبشیر عن ابی یوسف. (1)

امام اعظم ابو حنیفہؒ نے فرمایا ہے عامی پر مفتی کی تقلید واجب ہے اگرچہ مفتی سے خطاء بھی ہو جائے، کیونکہ اسے ایک اجر ملتا ہے اللہ کے نبی ﷺ حدیث میں فرماتے ہیں کہ اگر تم نماز پڑھتے ہوئے بھول گئے کہ چار پڑھی تھیں یا تین پڑھی تھیں تو فلیتحر الصواب تمہیں اجر مل جائے گا۔ اگرچہ تم تین کی بجائے چار ہی پڑھ چکے ہو اور تمہیں اللہ اجر چار کا ہی دیں گے۔ ح۔ جیسے اینما تولوا فثم وجہ اللہ تم نے قبلہ کے بارے میں تحری کر لی، اگرچہ قبلے چار نہیں ہیں، لیکن ثواب

عن ابی قیس مولی عمرو بن العاص ؓ انہ سمع رسول اللہ ﷺ یقول اذا حکم الحاکم فاجتھد فاصاب فلہ اجران واذا حکم فاجتھد ثم اخطأ فلہ اجر.

(بخاری ص۱۰۹۲ ج۲، مسلم ص۷۶ ج۲، ابوداؤد ص۷۰ ج۲، ترمذی ص۲۱۰)

(۱)۔ الکفایہ ص۲۹۴ ج۲۔

قبلے کا مل جائے گا۔

رہا تمہارا معصوم غیر معصوم والی بات چلانا تو یہ بھی منکرین حدیث سے چوری کی ہوئی بات ہے وہ کہتے ہیں حدیث کے راوی معصوم نہیں ہیں، اس لئے حدیث حجت نہیں ہے تو اگر مراد رسول ﷺ کو سمجھنے میں معصوم ہونا حجت ہے، تو جن صحابہ نے بلا ذکر دلیل فتوے دئے ان کو آپ معصوم مانتے ہیں یا نہیں؟ اور ان کے فتوے پر کیا حکم لگاتے ہیں۔

تبصرہ

محترم قارئین! مناظرہ جہاں تک دستیاب ہوا نقل کر دیا گیا۔ امید ہے کہ آپ حضرات پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی ہو گی کہ دن رات تقلید کو شرک کہنے والے ایک آیت بھی تقلید کے شرک ہونے پر نہ پڑھ سکے۔ کسی حدیث نے بھی ان کے سر پر ہاتھ نہ رکھا۔ لو کان موسیٰ والی روایت پڑھی تو اس کی صحت نہ ثابت کر سکے۔ احناف کی کتب سے عبارتیں پڑھیں تو امانت و دیانت کا جنازہ نکال دیا۔ لیکن پھر بھی رئیس المناظرینؒ کے سامنے ایک نہ چلی۔ وہ لوگ جو حدیث کو صحیح ثابت نہ کر سکیں وہ متبحر فی المذهب میں داخل ہونا چاہتے تھے،

یہ منہ اور مسور کی دال

یہ مناظرہ پڑھ کر ہر منصف مزاج آدمی بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ اس فرقے کے پلے سوائے دجل وفریب کے کچھ بھی نہیں۔ حق تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان فریبوں سے محفوظ رکھے۔

(آمین ثم آمین)

(محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مناظر اہل سنت والجماعت

حضرت مولانا **محمد امین صفدر اوکاڑوی** رحمۃ اللہ علیہ

غیر مقلد مناظر

مولوی **عبداللہ** بہاولپوری

موضوع مناظرہ

قرأت خلف الامام

مسئلہ رفع یدین

آمین بالجہر

حضرت امام مالکؒ کی نماز کیسی تھی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

محمد بخش میتلا بہت بڑے زمیندار کا ایک ہی بیٹا تھا باپ کی وراثت کا اکیلا حق دار، اب اس کو دیکھ کر غیر مقلدین کے منہ میں رال ٹپکنے لگی کہ کسی طرح اس کو راہ ہدایت سے ہٹا کر تر نوالہ بنایا جائے اور پھر اس کی جائیدار پر مزے اڑائے جائیں اور مسلک اہل حدیث زندہ باد کے نعرے لگائے جائیں۔ چنانچہ اس کو گمراہ کرنے کے لئے لمبی لمبی میٹگیں ہونی شروع ہو گئیں اور کئی سازشی دماغ جڑ کے بیٹھ گئے۔ آخر ان گمراہی ساز دماغوں نے منصوبہ تیار کیا اور اس کو عملی جامہ پہنانا شروع کر دیا۔ کبھی اس کے پاس رسالہ لا رہے ہیں، کبھی کتاب، کبھی پمفلٹ لا رہے ہیں تو کبھی اشتہار۔ اور ساتھ یہ بھی رٹ لگا رہے ہیں کہ آپ بے شک اس پر عمل نہ کریں مدینہ، مکہ جا کر دیکھ لینا کہ اگر وہاں کا امام رفع یدین کرتا ہو گا تو تم بھی شروع کر دینا ورنہ نہ کرنا۔ اب اس کو خوب کھلا پلا رہے ہیں اور اس کے ذہن میں یہ بات پختہ کر رہے ہیں۔

وہ جب وہاں گیا تو اسے دکھایا اور اس نے رفع یدین شروع کر دی۔ اب وہاں بھی اسے بلیک میل کرتے رہے۔ ایک ادھر سے لمبا چوغہ پہنے آ رہا ہے اگر چہ وہ ہوتا تو کشمیر یا کسی اور علاقے

کا۔ حاجی صاحب! یہ شیخ یمن کے شیخ الحدیث ہیں، آج آپ کی دعوت فرمارہے ہیں۔ یہ شیخ شام کے شیخ الحدیث ہیں، یعنی اس کے دماغ میں یہ بات ڈالی جارہی تھی کہ ہمارا مسلک تمام ملکوں میں پھیلا ہوا ہے۔ اب وہ بے چارہ سیدھا سادھا، ان پڑھ زمیندار بڑا متاثر ہوا۔ کہ اتنے بڑے بڑے لوگ میری دعوتیں کررہے ہیں۔ اب جب وہ واپس آیا تو اس نے زوروشور سے رفع یدین شروع کردی۔

پورے علاقے میں غیر مقلدین کا نام ونشان تک نہ تھا (چشتیاں کے قریب یہ چک ہے) لوگوں نے جب پوچھا، اب یہ تھا نمبردار اور تھا بھی ماں باپ کا اکلوتا بیٹا، اس کا ایک ہی جواب تھا میں سکھ ہوگیا ہوں؟ پہلے کعبہ کے امام کو نکالو پھر مجھ سے بات کرو۔ اب یہ دعوتیں جو اسے کھلائی تھیں اب باری کے بخاری کی طرح ہر تیسرے دن دو چار مولوی آجاتے، کوئی ملتان سے، کوئی خانیوال سے کہ جی آپ کی زیارت کا بڑا شوق تھا، رات نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی آپ علیہ السلام نے فرمایا جاؤ جا کر حاجی صاحب کی زیارت کر کے آؤ۔ اور اس کو میری طرف سے مبارک باد دے کر آؤ۔ اب یہ بے چارہ بڑا حیران وہاں دعوتیں، یہاں مبارکیں کوئی ادھر سے آرہا ہے کوئی ادھر سے۔ یہ بات یادرکھیں اپنے مذہب کو پھیلانے کے لئے جھوٹ بولنا ان کے ہاں بہت بڑی نیکی ہے۔ اس پر ایک واقعہ لکھنے کو دل چاہ رہا ہے کہ جسے پڑھ کر آپ کو ان کی سازشوں سے کچھ آگاہی ہوگی۔

واقعہ۔

حضرت رئیس المناظرینؒ نے واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ میں ماموں کانجن گیا کہ پہلے تو سکول سے چھٹی کے بعد جاتا اس دن چھٹی تھی اس لئے جلدی چلا گیا۔ مہتمم صاحب کہنے لگے کہ یہاں تو شام کو پروگرام ہے، ساتھ والے گاؤں میں چلتے ہیں، وہاں ظہر کے بعد بیان ہوگا۔ راستے میں انہوں نے واقعہ سنایا کہ فیصل آباد میں غیر مقلدین کا لڑکیوں کا مدرسہ ہے، ان کی عورت اس گاؤں میں رمضان میں چندہ وغیرہ لینے آتی ہے۔ آج کل ہوتا تو سب کچھ عورتوں کے ہاتھ میں

سب خوب چندہ دیتی ہیں اسے۔ وہ ایک لڑکی بھی ساتھ پڑھانے کے لئے لے گئی۔ لڑکی کیسی کہ اس کا ماموں بھی فارغ التحصیل دیوبندی عالم ہے اور اس کا چچا بھی عالم ہے۔ اب تین مہینے کے بعد وہ لڑکی آئی ہے اس نے تقریباً سولہ عورتوں کو رفع یدین پر لگالیا ہے۔ طریقہ اس کا کیا ہے؟ وہ عشاء کی نماز پڑھتی ہے اور پھر تسبیح پڑھ کر لیٹ جاتی ہے، پھر اٹھتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی مجھے زیارت ہوئی ہے حضرت نے فرمایا ہے کہ مائی زینب کو میرا پیغام دے دے کہ تو کتنی نیک ہے کہ نماز پڑھتی ہے مگر تیری نماز قبول نہیں ہے، اس لئے کہ تو رفع یدین نہیں کرتی۔ اللہ کے ہاں وہی نماز قبول ہوتی ہے جو سنت کے مطابق ہو۔ اب مائی زینب روتی دھوتی کہ میری نمازیں ضائع ہوگئی ہیں، رفع یدین شروع کردیتی۔ اگلے دن پھر اسی طرح دوسرا اشکار کرتی۔

اس کا چچا دوسرے گاؤں میں رہتا تھا آیا اس نے پوچھا کہ کیا تجھے واقعتاً حضور ﷺ کی زیارت ہوتی ہے؟ ہاں جی ہوتی ہے۔ اس نے کہا جھوٹ معلوم ہوتا ہے۔ یہ تین مہینے پڑھی ہے اسے کیسے روز زیارت ہونا نصیب ہوگئی۔ نہیں جی روزانہ ہوتی ہے۔ وہ چلا گیا۔ عشاء کے بعد اچانک واپس آگیا یہ اس وقت لیٹی ہوئی تھی اس نے جوتا اتارلیا اور اس کی پٹائی شروع کردی کہ مجھے بات بتا کہ اصل قصہ کیا ہے؟ اب وہ رورہی تھی اور بتا کیا رہی تھی کہ ہمیں استانی نے یہ بتایا ہے کہ جس طرح حدیث میں یہ آتا ہے کہ قرآن پاک پڑھتے ہوئے رونا چاہئے اگر رونا نہ آئے تو رونے کی شکل ہی بنا لینی چاہئے۔ اسی طرح حضور ﷺ کی زیارت کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے جھوٹ موٹ کہنا چاہئے کہ مجھے حضرت پاک ﷺ کی زیارت ہوتی ہے۔ اور اس جھوٹ کے ساتھ حضرت پاک ﷺ کی سنتوں کا ذکر ساتھ شامل کرو۔ اب ایک سنت زندہ ہوگی تو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا جب تمہاری وجہ سے کئی عورتیں سنتوں پر عمل شروع کردیں گی تو یقیناً ایک نہ ایک دن حضرت پاک ﷺ کی زیارت ہوجائے گی۔ گویا یہ زیارت کا وظیفہ اسے بتایا گیا تھا۔

اب وہ مسلمان بچی تھی اس کے دل میں تو شوق تھا کہ حضرت پاک ﷺ کی زیارت ہو۔ اب حضرات بتاتے ہیں کہ درود شریف کثرت سے پڑھو کہ شاید اللہ تعالیٰ رحم فرمادیں۔ انہوں نے

حضرت ﷺ کی زیارت کا طریقہ بھی یہ رکھا ہے کہ جھوٹ بولو۔ اس نے بتایا کہ اصل قصہ یہ ہے کہ ہم جو جھوٹ بول رہی ہیں وہ اس شوق میں بول رہی ہیں کہ کسی دن حضرت پاک ﷺ کی زیارت نصیب ہو جائے۔

اب یہی طریقہ ان لوگوں نے یہاں محمد بخش کے ساتھ شروع کیا ہوا تھا۔ ایک فیصل آباد سے آجاتا کہ مجھے حضرت ﷺ کی زیارت ہوئی ہے وہ آپ کو سلام فرما رہے تھے۔ وہ بے چارہ دعوتیں کھلاتا اور بڑا خوش ہوتا۔ اس کا بھانجا خالد عزیز بوریوالہ میں سکول میں ماسٹر تھا، ہمارے تایا جان پروفیسر مولانا میاں محمد افضل صاحب (فاضل جامعہ خیر المدارس) بھی ان دنوں بوریوالہ میں تھے۔ خالد عزیز نے مولانا افضل صاحب سے گذارش کی کہ آپ ہمیں رئیس المناظرین کی تاریخ لے دیں۔ انہوں نے حضرت اوکاڑویؒ کو خط لکھ دیا، حضرت نے تاریخ دے دی۔ تاریخ آنے سے دس دن پہلے خالد عزیز کا خط آ گیا کہ آپ یہ تاریخ کینسل کر دیں اور تین مہینے بعد کی تاریخ ہمیں دیں۔ خالد عزیز نے یہ بھی لکھا کہ عام طور پر اگر بڑے علماء کی تاریخ لے کر اگر منسوخ کی جائے تو وہ بہت ناراض ہوتے ہیں۔ لیکن میں اتنا مجبور ہوں کہ جب آپ میرا دکھ سنیں گے آپ خود ہی مجھے مستحق رحم سمجھیں گے۔ مولانا افضل صاحب نے بھی پھر سفارشی خط ساتھ لکھ دیا۔ حضرتؒ نے لکھا کہ میں اس تاریخ کو مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی آؤں گا۔ آپ کا آدمی فقیر والی پہنچے، وہاں حالات بتائے کہ اگر کوئی صورت مناظرے والی بن رہی ہو تو کتابیں فقیر والی سے لیتے آئیں گے۔

تین مہینے کے بعد حضرت رئیس المناظرینؒ چھٹی لے کر فقیر والی پہنچ گئے اور جمعہ فقیر والی میں پڑھایا۔ جمعہ کے بعد ایک آدمی نے حضرت کو ایک رقعہ دیا کہ آپ کل ہفتہ کا پروگرام کینسل کر دیں اور پچیس دن بعد کی تاریخ ہمیں دے دیں۔ خیر حضرت نے مشورہ کیا تو مولانا محمد قاسم صاحب (مہتمم مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی ضلع بہاول نگر) فرمانے لگے کہ آپ چلے جائیں۔ چنانچہ حضرت اوکاڑویؒ اور مولانا خالد صاحب موٹر سائیکل پر وہاں پہنچ گئے۔

حاجی صاحب ڈیرہ پر بیٹھے تھے حضرت نے وہاں جا کر پوچھا کہ حاجی محمد بخش صاحب کو ملنا ہے۔ اس نے کہا کہ جی فرمائیے آپ کہاں سے آئے؟ حضرت نے فرمایا کہ میں اوکاڑہ سے آیا ہوں محمد امین میرا نام ہے۔ اس نے کہا کہ کیا ہمارا آدمی نہیں پیغام لے کر آپ کے پاس آیا؟ کہ پروگرام کینسل ہو گیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ پروگرام کے لئے تو ہم آئے ہی نہیں۔ ہم تو اس لئے آئے ہیں کہ حاجی صاحب کی زیارت بھی کر آئیں اور دعا بھی کروا آئیں۔ بڑی خوشی ہوئی، بڑی خوشی ہوئی بیٹھو۔ کچھ لوگ اور بھی آ گئے۔

اس نے بات کہاں سے شروع کی؟ کہ جی ایک بات مجھے سمجھائیں کہ ایک امام ہے کوفہ کا، ایک ہے مدینہ شریف کا، وحی مدینہ میں نازل ہوتی رہی یا کوفہ؟ مدینہ میں۔ مدینہ شریف والا آمین بھی اونچی کہتا ہے اور رفع یدین بھی کرتا ہے۔ یعنی امام مالکؒ، کوفہ والا نہ آمین اونچی کہتا ہے نہ رفع یدین کرتا ہے۔ ہمیں کس کی ماننی چاہئے؟ حضرت اوکاڑویؒ نے فرمایا حاجی صاحب آپ حج کر کے آئے ہیں، کم از کم حج کے بعد تو جھوٹ سے پرہیز کرنا چاہئے، کہنے لگے کہ کیا یہ جھوٹ ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ اس سے بڑا جھوٹ میں نے زندگی میں نہیں سنا۔ اس نے کہا کہ کیا یہ جھوٹ ہے؟ حضرت نے فرمایا امام مالکؒ تو فرماتے ہیں کہ میں نے زندگی میں کسی کو رفع یدین کرتے دیکھا تک نہیں۔ (المدونۃ الکبریٰ ج۱ ص۶۹) دوسرا یہ جھوٹ کہ امام مالکؒ تو سرے سے امام کے آمین آہستہ کہنے کے بھی قائل نہیں ہیں چہ جائیکہ اونچی کہنے کے قائل ہوں۔

دوسرا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ جو کوفہ کا کہہ رہے ہیں کیا کوفہ امرتسر اور روپڑ کی طرح سکھوں کا شہر تھا؟ کوفہ وہ شہر تھا جہاں عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت علیؓ جیسے صحابہ تشریف لائے۔ طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ کوفہ وہ شہر ہے جہاں ایک ہزار پچاس صحابہ تشریف لائے۔ جو صحابہ مکہ سے آ کر یا مدینہ سے آ کر آباد ہوئے، وہ مکہ کی نماز مکہ، مدینہ کی مدینہ میں چھوڑ آئے تھے؟ اور کوفہ آ کر کوئی نئی نماز بنالی تھی یا وہی نماز پڑھتے تھے؟ کہنے لگا وہی پڑھتے تھے۔ فرمایا کوفہ میں نماز سکھوں کے شہر امرتسر سے نہیں گئی، کوفہ میں جو نماز آئی ہے وہ مدینہ منورہ سے آئی ہے۔ کوفہ

میں جونماز آئی ہے مکہ سے آئی ہے۔کوفہ میں صحابہ پہنچے ہیں۔آپ کا مذہب امرتسر، مدراس میں بنا ہے جہاں صحابی تو کجا کوئی تبع تابعی بھی نہیں پہنچا۔عجیب بات ہے کہ مدراس والی نماز تو نبی والی نماز ہو۔دہلی میں جونماز لکھی گئی ہو وہ تو نبی والی نماز ہو اور سکھوں کے شہر امرتسر میں جونماز پڑھی جائے وہ نبی والی نماز ہو اور جس شہر میں ہزار سے زائد صحابہ اور ہزاروں تابعین آباد ہوں وہاں کسی کو نبی والی نماز بھی یاد نہ ہو۔

اب وہ کہنے لگا کہ میں باتوں میں لگ کر بھول گیا گھر کھانے کا کہہ آؤں۔فرمایا جاؤ کہہ آؤ۔وہ چلا گیا تو لوگ کہنے لگے مولوی صاحب یہ کسی کی نہیں سنتا، اللہ کے واسطے آپ سمجھائیں۔ فرمایا دل پھیرنا تو میرے بس میں نہیں باقی بات میں ان شاءاللہ سمجھادوں گا۔اب اندر سے وہ تحقیق الکلام اٹھا کر لے آیا اس میں یہ حدیث **واذا قرأ فانصتوا** لکھی ہوئی تھی۔اور لکھا تھا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔اگر صحیح بھی ہو تو اس سے فاتحہ سے اگلی سورت مراد ہے۔ادھر **قرأت** کا لفظ ہے، فاتحہ کا نہیں۔اور ادھر حدیث **لا صلوۃ** میں فاتحہ کا لفظ ہے۔اگر بعد والی سورت مراد لی جائے تو دونوں حدیثوں میں ٹکراؤ نہیں ہوگا۔حضرت نے فرمایا یہ حوالہ ابن ماجہ کا ہے۔حضرت نے پوچھا کیا تیرے پاس اصل کتابیں بھی ہیں؟ وہ لے کر آگیا۔حضرت نے فرمایا، اس میں اس نے پوری حدیثیں نقل نہیں کیں۔**اذا قرأ فانصتوا** کے بعد **اذا قال الامام غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقولوا آمین** ہے۔یہ اس نے نقل نہیں کیا اور حضرت نے اس سے پوچھا کہ یہ جو **اذا کبر فکبروا** ہے یہ کون سی تکبیر ہے؟ اس نے کہا تکبیر تحریمہ۔پوچھا تکبیر تحریمہ کے بعد امام کون سی سورۃ پڑھتا ہے، یٰس یا تغابن؟ کہنے لگا فاتحہ۔پوچھا آمین کہنے سے پہلے امام کون سی سورتیں ختم کر لیتا ہے؟ کہنے لگا فاتحہ۔حضرت نے پوچھا کہ یہ **غیر المغضوب علیهم ولا الضالین** جو ہے یہ سورت یٰس کی آیت ہے یا تغابن کی؟ کہنے لگا خود فاتحہ کی۔فرمایا پوری حدیث یہ بتا رہی ہے کہ جو سورت امام نے تحریمہ کے بعد شروع کرنی ہے اس میں مقتدی نے خاموش رہنا ہے۔خاص طور پر وہ سورت جو امام نے آمین سے پہلے ختم کرنی ہے، اس میں مقتدی

نے خاموش رہنا ہے۔خاص وہ سورت جس میں **غیر المغضوب علیهم ولا الضالین** کے الفاظ آرہے ہیں وہ امام نے پڑھنی ہے، مقتدی نے خاموش رہنا ہے۔حضرت نے فرمایا کہ دھوکہ تو یہی ہے کہ اس نے اس حدیث کو پورا نقل نہیں کیا۔

اب وہ کبھی کتاب کو دیکھتا ہے کبھی تحقیق الکلام کو اور کہتا ہے کہ مولوی صاحب اتنی بڑی بے ایمانی مولوی کر لیتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا یہ تو آپ کے سامنے ہے۔اور یہ کتاب (تحقیق الکلام) آپ ہی اٹھا کر لائے ہیں، میں تو نہیں لایا کہ شور ہو کہ یہ کوئی اور ایڈیشن ہوگا۔حضرتؒ نے فرمایا کہ آپ حج کرنے کے بعد ان جھوٹوں کی کتابوں کے پیچھے لگ گئے ہیں، کسی سچے کی کتاب بھی پڑھیں۔

اب وہ حضرت سے کہنے لگا کہ اگر آپ صبح نماز کے بعد درس دے دیں۔حضرت نے دل ہی دل میں فرمایا کہ میں اور کیا چاہتا ہوں۔صبح حضرتؒ نے درس دیا قرأت خلف الامام کے موضوع پر۔درس کے بعد وہ ایک پمفلٹ اٹھا کر لے آیا جس پر فقہ کی عبارتیں لکھی ہوئی تھیں کہ مجھے ذرا یہ سمجھائیں۔حضرتؒ نے فرمایا کہ یہ تو بہت ساری عبارتیں ہیں۔آپ نے یہ پڑھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔فرمایا اسے آپ پڑھیں اور دو، چار عبارتیں جو آپ کو بہت ہی گندی معلوم ہوں آپ ان پر نشان لگا دیں تا کہ ان پر بات ہو جائے۔اور یہ قریب ہی ڈیڑھ میل پر آپ کا مولوی رہتا ہے اس کو بلوائیں اور وہ ہدایہ، درمختار، عالمگیری لیتا آئے۔جو فرقہ حدیث کے حوالے میں بے ایمانی کرتا ہے وہ فقہ کے حوالوں میں زیادہ بے ایمانی کرتا ہے۔

اس نے اسی وقت آدمی بھیجا کہ مولوی صاحب ہدایہ، درمختار، عالمگیری لے آئیں۔اس نے کہا کس لئے؟ اس نے کہا کہ امین آیا ہوا ہے۔جب اس نے حضرتؒ کا نام سنا تو آنے سے انکار کر دیا۔یہ پھر گیا کہ آپ ہمیں کتاب دے دیں۔اس نے کہا کہ میں کتاب بھی نہیں دیتا۔وہ بے ایمان جھوٹ بول جائے گا۔اس کے بعد پھر آدمی بھیجا گیا کہ مولوی صاحب کو کہو کہ ہم امین کو کمرے میں بند کر کے تالا لگوا دیں گے اور چابی تیرے ہاتھ میں دے دیں گے، تو اپنے علاقے

کے مولوی مولوی عبدالخالق صاحب کے سامنے آکر یہ دکھا کہ یہ عبارتیں مکمل بھی ہیں یا نہیں۔ اس نے کہا کہ مولوی امین اگر اندر کمرے میں بھی بند ہوگا تب بھی میں بات نہیں کروں گا۔ یہ ہے جرأت اور بے مثال بہادری جس پر یہ لوگ نعرہ لگاتے ہیں ہمچوں ما دیگرے نیست۔ اب حاجی صاحب بڑے حیران و پریشان کہ قرآن وحدیث کا نعرہ لگانے والے آج میدان میں کیوں نہیں آرہے۔ اور جس کے بارے میں یہ پورا فرقہ شور وغوغا کر رہا ہے اس کا اتنا دبدبہ ہے کہ اگر وہ کمرے میں بھی بند ہو تو ان کے مولوی سامنے آنے کی جرأت نہیں کرتے۔ یہ وہ چوٹ تھی جو حاجی صاحب کے دل ودماغ کی گہرائیوں میں اثر انداز ہوئی۔

اب حاجی صاحب نے اپنی سرگذشت یوں سنائی کہ جس دن آپ کا پہلا خط آیا ہے، خالد عزیز نے مجھے دیا تو اس وقت میرے پاس اکیس مولوی بیٹھے تھے۔ میں نے وہ خط پڑھ کر ان مولویوں کو دے دیا۔ اب جب ان مولویوں نے خط دیکھا تو ان پر ایسا سکتہ طاری ہوا کہ گویا خط کی بجائے انہیں صور اسرافیل دکھا دیا گیا ہو۔ خط پڑھنے کے بعد تقریباً بیس منٹ تک اکیس کے اکیس مولویوں پر خاموشی چھائی رہی۔ پھر انہوں نے کہا کہ حاجی صاحب! اگر آپ نے امین کو بلانا تھا تو پھر ہمیں کم از کم تین مہینے کی مہلت چاہئے، اب یہ بات مجھے بڑی عجیب معلوم ہوئی کہ مجھے تو صبح سے حدیثیں سنانا شروع کرتے ہیں شام ہو جاتی ہے ختم ہی نہیں ہوتیں۔ اب یہ تین مہینے کس لئے مانگ رہے ہیں، کوئی نئی حدیثیں بنائیں گے؟ یا کیا صورت ہوگی؟ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ اب پھر میں نے ان کو بلایا کہ تاریخ مناظرہ آرہی ہے، تو انہوں نے کہا کہ پروفیسر عبداللہ بہاولپوری صاحب سخت بیمار ہیں (اور کوئی آدمی حدیث پوری سنا نہیں سکتا۔ از مرتب) آپ پچیس دن تاریخ آگے کرلیں، وہ تندرست ہو جائے۔ اس پر میں مزید حیران ہوا کہ اس سے پہلے تو ان کا یہ دعویٰ تھا کہ ہمارا وہ بچہ جو آج پیدا ہوا ہے وہ بھی مناظرہ کر سکتا ہے، اب یہ کہتے ہیں کہ صرف پروفیسر عبداللہ ہی کر سکتا ہے۔ اگر وہ مر گیا تو خدا جانے کیا بنے گا؟ اس لئے میرا ذہن مذبذب ہے۔ ابھی آپ نے مجھے ان کے جھوٹ دکھا دیئے ہیں اس لئے میں اور زیادہ پریشان ہو گیا ہوں۔ اب آپ اس

تاریخ کو ضرور تشریف لائیں۔

چنانچہ رئیس المناظرینؒ مقررہ تاریخ کو پہنچ گئے۔ پروفیسر عبداللہ بہاولپوری صاحب بھی اپنے لاؤ لشکر کو لے کر پہنچ گئے۔ اب حاجی صاحب چونکہ مسئلہ سمجھنا چاہتے تھے، اس لئے انہوں نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں بالکل ان پڑھ آدمی ہوں اور میں بڑا پریشان ہوں اور میں نے یہ خرچ اس لئے کیا ہے کہ میں مسئلہ سمجھوں۔ آپ نے اگر لڑائی کرنی ہو، اپنا غصہ نکالنا ہو، تو کسی اور جگہ نکال لینا۔ کہنے کو تو ہو سکتا ہے کہ مولانا فرمائیں کہ میرے پاس دو سو حدیثیں ہیں، یہ کہیں ہمارے پاس چار سو ہیں۔ اس لئے طریقہ یہ ہے کہ ایک حدیث آپ نے پیش کرنی ہے، ایک انہوں نے۔

زیادہ حدیثیں آپ سنائیں گے، اس میں راویوں کی بحثیں چھڑیں گی، تو میری سمجھ میں کچھ نہیں آئے گا۔ آپ ایک حدیث پڑھیں، اس کے دو چار راوی ہوں گے، اس کی بحث مجھے سمجھ آجائے گی۔ اس میں میرا فائدہ ہے۔

اب یہ بات پروفیسر عبداللہ صاحب کے لئے موت تھی، اس لئے کہ ان کی جو احادیث اس مسئلہ میں صریح ہیں وہ صحیح نہیں اور جو صحیح ہیں وہ صریح نہیں۔ اس لئے جب تک دو حدیثیں نہ ملائیں ان کی دال نہیں گلتی۔ حضرت رئیس المناظرینؒ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ حاجی صاحب اگر اجازت ہو تو میں ایک بات عرض کر سکتا ہوں۔ اس نے کہا بالکل کر سکتے ہیں۔ اس پر فرمایا حاجی صاحب آپ نے حدیث کی بات کی ہے کہ حدیث سے بات شروع کرنی ہے۔ میرے پاس تو خدا کا قرآن ہے۔ حاجی صاحب فرمانے لگے کہ ٹھیک ہے، پہلے قرآن پاک کی ایک ایک آیت پیش کریں۔ چنانچہ مناظرہ شروع ہو گیا۔ اب آپ کی خدمت میں من وعن پیش کیا جاتا ہے۔ پڑھیں اور مسرور ہوں۔

(محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی ۱۵جمادی الثانی ۱۴۲۳ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موضوع

نمبرا۔ قرأت خلف الامام۔

نمبر۲ مسئلہ رفع یدین۔

نمبر۳۔ آمین بالجہر۔

نمبر۴۔ حضرت امام مالکؒ کی نماز کیسی تھی۔

اگر اسے متصل کرلیا جائے تو تب بھی بات بن جاتی ہے کہ فاتحہ خلف الامام اور حضرت امام مالکؒ کی نماز کیسی تھی۔ دوسری بات یہ کرنی ہے تا کہ موقع پر اختلاف پیدا نہ ہو، قرآن وسنت بطور اصل دلیل کے پیش ہوگا اور اقوال صحابہ، تابعین دیگر بزرگان دین کے اقوال تائیداً و وضاحتاً اور تعیین معانی کے لئے پیش کئے جائیں گے۔

ایک بات لکھی گئی تھی کہ جس مسئلہ پر بات شروع ہوگی اس پر دلیل پیش کرنے کا طریقہ یہ ہوگا کہ ایک دلیل کے پوری طرح صاف ہونے کے بعد دوسری دلیل پیش کی جائے گی۔ یا جتنی

دلیلیں پیش کی جائیں گی ان میں سے ایک ایک کا جواب سن کر پھر آگے چلنے دیا جائے گا، وقت کی قید نہ ہوگی، دونوں صورتیں ہیں ایک دلیل پیش ہوئی تو اس کا جواب ہوگا تو پھر آگے چلا جائے گا اور اگر ایک مناظر دس دلیلیں پیش کرتا ہے تو جب تک اس کا جواب نہ ہوگا آگے نئی دلیل پیش نہ ہوگی۔

اس تحریر پر حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب کے دستخط ہیں اس پر لکھا ہوا ہے کہ یہ سب چیزیں میرے علم میں ہیں۔ سب سے پہلے مناسب یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ خلف الامام پر بات شروع ہو۔

پروفیسر عبداللہ بہاولپوری۔

دین کی جتنی بھی جزئیات ہیں وہ ساری کی ساری حضور ﷺ کے عمل سے ثابت ہوتی ہیں۔ کوئی مسئلہ زکوٰۃ کا ہو، نماز کا ہو تفصیلی طور پر قرآن پاک سے ثابت نہیں۔ یعنی جتنے بھی گمراہ فرقے دنیا میں ہوئے ہیں انہوں نے اس کی آڑلی اور قرآن مجید کو آگے رکھا، کیونکہ اس میں گنجائش ہے، آپ یہ معنی کریں میں وہ کروں۔ حدیث ناطق ہوتی ہے اور فیصلہ کن ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت علیؓ نے جب حضرت عباسؓ کو خارجیوں کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لئے بھیجا تو انہیں وصیت فرمائی لاتخاطبھم بالقرآن قرآن سے ان کے ساتھ گفتگو نہ کرنا فانہ تقول ویقولون تو کچھ کہے گا وہ کچھ کہیں گے۔ جادلھم بالسنۃ ان پر سنت پیش کرنا فلن یجدو عنھا محیصا وہ اس سے بھاگ نہیں سکیں گے۔

قرآن کی تفسیر حدیث ہے، حدیث فیصلہ کردے گی۔ نماز کا کوئی حصہ، قیام، قرأت، رکوع، سجود، نماز کی کیفیت، اللہ اکبر کہاں کہنا ہے، سمع اللہ لمن حمدہ کہاں کہنا ہے؟ نماز کی کوئی جزئی قرآن سے ثابت نہیں ہوتی، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

صلوا کما رأیتمونی اصلی.

جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو اس طرح سے نماز پڑھو۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ قرآن

سے نماز کو لے لینا۔ حضور ﷺ کی حدیث سے نماز ملے گی۔ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا لاصلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کوئی نماز نہیں اس شخص کی جو الحمد شریف نہ پڑھے۔ اب یہ حدیث اپنے معنی میں واضح ہے۔ ہماری طرف سے یہ حدیث پیش ہے۔

لاصلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب.

یہ بخاری شریف کی حدیث ہے اور بخاری تمام اہل سنت کے نزدیک اصح الکتب ہے۔ حنفی، شافعی، حنبلی وغیرہ سب اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ حدیث کا معنی ان سے کروالیں اور یہ دیکھ لیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑویؒ۔

الحمد للہ وکفیٰ والصلوۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ. اما بعد.

جناب پروفیسر محمد عبداللہ صاحب نے جو یہ فرمایا ہے کہ قرآن کو بالکل الگ کر دیا ہے یہ بات صحیح نہیں۔

پروفیسر عبداللہ بہاولپوری۔

میں نے یہ کہا کہ قرآن میں نماز کی تمام جزئیات منقول نہیں ہیں، حدیث وضاحت کرتی ہے۔

(اس پر مناظرہ کروانے والے حاجی صاحب نے کہا کہ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنی چاہئے یا نہیں آپ نے جو حدیث پڑھی ہے وہ اس مسئلے کے بارے میں کچھ نہیں بتاتی)

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑویؒ۔

میرے دوستو بزرگو، پروفیسر حافظ محمد عبداللہ صاحب نے یہ بات بیان فرمائی کہ نماز جیسی

اہم عبادت سے بھی قرآن پاک کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ پروفیسر صاحب کی یہ بات اللہ کے نبی ﷺ کے ارشادات کے بالکل خلاف ہے۔ نبی اقدس ﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ فرمایا تو آپ کو یہ منشور بتایا کہ سب سے پہلے کتاب اللہ شریف ہوگی فان لم تجد فیہ اگر اس میں مسئلہ نہ ملے تو پھر سنت رسول اللہ ﷺ کی باری آئے گی۔ [1]

جس طرح حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یا اللہ کے پاک پیغمبر ﷺ یہ فرمانے میں عار محسوس نہیں کرتے کہ یہ مسئلہ قرآن میں نہیں ہے اسی طرح ہمیں بھی یہ اعتراض نہیں ہوگا۔ پروفیسر صاحب یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا یہ مسئلہ قرآن میں نہیں ہے۔ اس لئے ہم حدیث پیش کرتے ہیں۔ اور انہیں چاہئے تھا کہ وہ ہمیں حق دیتے اور کہتے کہ قرآن اس مسئلے میں ہماری تائید نہیں کر رہا اگر آپ کے پاس قرآن ہے تو آپ قرآن پیش کرلیں۔ پروفیسر صاحب کو یہ طریقہ اختیار کرنا چاہئے تھا، اس کے بعد اگر یہاں نہ ملے تو اجتہاد۔

نبی اقدس ﷺ فرماتے ہیں العلم ثلاثۃ اس میں سے پہلا نمبر آیۃ محکمہ کا ہے۔ [2] پہلے

---

(۱). حدثنا حفص بن عمر عن شعبۃ عن ابی عون عن الحارث بن عمرو بن اخی المغیرۃ بن شعبۃ عن اناس من اہل حمص من اصحاب معاذ بن جبل الی ان رسول اللہ ﷺ لما اراد ان یبعث معاذا الی الیمن قال کیف تقضی اذا عرض لک قضاء قال اقض بکتاب اللہ قال فان لم تجد فی کتاب اللہ قال فبسنۃ رسول اللہ قال فان لم تجد فی سنۃ رسول اللہ ﷺ ولا فی کتاب اللہ قال اجتہد برأیی والو فضرب رسول اللہ ﷺ صدرہ فقال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ لما یرضیٰ رسول اللہ ﷺ.

(ابوداؤد ص ۱۴۹ ج ۲)

(۲). حدثنا محمد بن العلاء الہمدانی حدثنی رشدین بن سعد وجعفر

قرآن پاک کی آیت پیش ہوگی، اس کے بعد سنت قائمہ، میرا وہ طریقہ جو جاری رہا جو ختم ہوگیا وہ نہیں۔

پروفیسر صاحب نے یہ بات کہی کہ بخاری اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔ جب خود پروفیسر صاحب یہ مانتے ہیں کہ اس کا نمبر کتاب اللہ کے بعد ہے تو اب اس میں بحث کی کیا ضرورت رہ گئی ہے۔ حالانکہ یہ نہ نبی پاک ﷺ کی حدیث ہے نہ کسی خلیفہ راشد کی بات ہے کہ بخاری شریف اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔

اگر پروفیسر صاحب اس بات پر اصرار کریں گے کہ وہ امتیوں کی کسی بات کو ترجیح دیں گے قرآن پر بھی۔ کہ خدا کی کتاب پیش نہیں ہونے دیں گے اور امتیوں کی یہ بات ہم مانیں گے وہ نہیں مانیں گے۔ تو یہ بات غلط ہے۔ قرآن کے بعد اللہ کے نبی ﷺ کی صحیح حدیث آئیگی خواہ وہ کہیں سے بھی ثابت ہو جائے۔ اور وہ حاجی صاحب نے متعین فرما دیا کہ کوشش یہ ہو کہ بحث مختصر ہو تاکہ ہماری سمجھ میں آسکے۔ دلیل وہ قبول ہوگی جس میں مقتدی کا واضح طور پر ذکر ہوگا۔ اگر میں ایسی روایتیں پڑھتا رہوں جس میں مقتدی کا ذکر نہ ہو تو وہ تبرک کے طور پر تو کوئی جتنا چاہے اللہ کے نبی ﷺ کا کلام سناتا رہے، لیکن جو مسئلہ ثابت کرنا ہے اس سے اس کو کوئی تعلق نہ ہو تو یہ محض وقت کو ضائع کرنا ہے اور کوئی مقصد نہیں ہے۔

پروفیسر صاحب نے قرآن پاک کے بارے میں تو یہ تسلیم فرما لیا کہ اس مسئلہ میں قرآن پاک ہمارے ساتھ نہیں ہے۔ اس لئے میں بجائے دوسری طرف جانے کے سب سے پہلے قرآن پاک پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

بن عون عن ابن انعم هو الافريقى عن عبدالرحمن بن رافع عن عبدالله بن عمر قال قال رسول الله ﷺ العلم ثلثة فما وراء ذالك فهو فضل اية محكمة او سنة قائمة اور فريضة عادلة.

([illegible] ابو داؤد ص ۱۶۹، مشکوۃ ص [illegible])

واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون.

اور جب قرآن پڑھا جائے قرئ صیغہ مجہول کا ہے جس کے فاعل کا پتا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کی وضاحت کا سب سے زیادہ حق اللہ کے نبی ﷺ کو ہے، **الرحمن علم القرآن** اور پھر نبی ﷺ کے صحابہ کو ہے **يعلمهم الكتب والحكمة.**

یہ میرے سامنے تفسیر در منثور ہے جس میں انہوں نے روایات اور احادیث سے تفسیر فرمائی ہے۔ حضرت محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں،

قال كان رسول الله ﷺ اذا قرئ الصلوة اجابه من ورائه

اللہ کے پیغمبر ﷺ جب نماز جماعت کے ساتھ پڑھاتے تھے، دیکھو میں جماعت کی بات عرض کر رہا ہوں۔ اللہ کے نبی ﷺ بھی قرآن پڑھتے تھے اور اللہ کے نبی کے صحابہ بھی آپ ﷺ کے پیچھے قرآن پڑھتے تھے،

اذا قال بسم الله الرحمٰن الرحيم

حضرت بسم اللہ پڑھتے تو پچھلے بھی بسم اللہ پڑھتے، حضرت فاتحہ پڑھتے یہاں **فاتحة الكتاب** کا لفظ ہے، حضرت فاتحہ پڑھتے تو پچھلے بھی فاتحہ پڑھتے۔ حضرت سورۃ پڑھتے تو پچھلے بھی سورۃ پڑھتے

فلبث ما شاء الله ان يلبث

اللہ تعالیٰ کو جتنا عرصہ منظور ہوا یہ حکم باقی رکھا۔ اس کے بعد آیت نازل ہوئی۔

ثم نزلت واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون.

اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نماز با جماعت کے لئے بھیج دیا۔ بات صاف ہوگئی۔ اے مسلمانو جب

قرآن پاک کی آیت پیش ہوگی، اس کے بعد سنت قائمہ، میرا وہ طریقہ جو جاری رہا جو ختم ہوگیا وہ نہیں۔

پروفیسر صاحب نے یہ بات کہی کہ بخاری اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔ جب خود پروفیسر صاحب یہ مانتے ہیں کہ اس کا نمبر کتاب اللہ کے بعد ہے تو اب اس میں بحث کی کیا ضرورت رہ گئی ہے۔ حالانکہ یہ نہ نبی پاک ﷺ کی حدیث ہے نہ کسی خلیفہ راشد کی بات ہے کہ بخاری شریف اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔

اگر پروفیسر صاحب اس بات پر اصرار کریں گے کہ وہ امتیوں کی کسی بات کو ترجیح دیں گے قرآن پر بھی۔ کہ خدا کی کتاب پیش نہیں ہونے دیں گے اور امتیوں کی یہ بات ہم مانیں گے وہ نہیں مانیں گے۔ تو یہ بات غلط ہے۔ قرآن کے بعد اللہ کے نبی ﷺ کی صحیح حدیث آئیگی خواہ وہ کہیں سے بھی ثابت ہو جائے۔ اور وہ حاجی صاحب نے متعین فرمادیا کہ کوشش یہ ہو کہ بحث مختصر ہو تا کہ ہماری سمجھ میں آسکے۔ دلیل وہ قبول ہوگی جس میں مقتدی کا واضح طور پر ذکر ہوگا۔ اگر میں ایسی روایتیں پڑھتا رہوں جس میں مقتدی کا ذکر نہ ہو تو وہ تبرک کے طور پر تو کوئی جتنا چاہے اللہ کے نبی ﷺ کا کلام سناتا رہے، لیکن جو مسئلہ ثابت کرنا ہے اس سے اس کو کوئی تعلق نہ ہو تو یہ محض وقت کو ضائع کرنا ہے اور کوئی مقصد نہیں ہے۔

پروفیسر صاحب نے قرآن پاک کے بارے میں تو یہ تسلیم فرمالیا کہ اس مسئلہ میں قرآن پاک ہمارے ساتھ نہیں ہے۔ اس لئے میں بجائے دوسری طرف جانے کے سب سے پہلے قرآن پاک پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

بن عون عن ابن انعم هو الافريقى عن عبدالرحمن بن رافع عن عبدالله بن عمر قال قال رسول الله ﷺ العلم ثلثة فما وراء ذالک فهو فضل اية محكمة او سنة قائمة اور فريضة عادلة.

(ابن ماجہ [illegible] مشکوۃ [illegible])

واذاقرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون.

اور جب قرآن پڑھا جائے قرئ صیغہ مجہول کا ہے جس کے فاعل کا پتا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کی وضاحت کا سب سے زیادہ حق اللہ کے نبی ﷺ کو ہے، الرحمن علم القرآن اور پھر نبی ﷺ کے صحابہ کو ہے يعلمهم الكتٰب والحكمة.

یہ میرے سامنے تفسیر در منثور ہے جس میں انہوں نے روایات اور احادیث سے تفسیر فرمائی ہے۔ حضرت محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں،

قال كان رسول الله ﷺ اذا قرئ الصلوة اجابه من ورائه

اللہ کے پیغمبر ﷺ جب نماز جماعت کے ساتھ پڑھاتے تھے، دیکھو میں جماعت کی بات عرض کر رہا ہوں۔ اللہ کے نبی ﷺ بھی قرآن پڑھتے تھے اور اللہ کے نبی کے صحابہ بھی آپ ﷺ کے پیچھے قرآن پڑھتے تھے،

اذا قال بسم الله الرحمٰن الرحيم

حضرت بسم اللہ پڑھتے تو پچھلے بھی بسم اللہ پڑھتے، حضرت فاتحہ پڑھتے یہاں فاتحة الكتاب کا لفظ ہے، حضرت فاتحہ پڑھتے تو پچھلے بھی فاتحہ پڑھتے۔ حضرت سورۃ پڑھتے تو پچھلے بھی سورۃ پڑھتے

فلبث ما شاء الله ان يلبث

اللہ تعالیٰ کو جتنا عرصہ منظور ہوا یہ حکم باقی رکھا۔ اس کے بعد آیت نازل ہوئی۔

ثم نزلت واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون.

اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نماز با جماعت کے لئے بھیج دیا۔ بات صاف ہوگئی۔ اے مسلمانو جب

نماز باجماعت ہو اور تمہارا امام قرآن پڑھنا شروع کرے، بسم اللہ سے، سورۃ سے یا فاتحہ سے یہ تشریح آرہی ہے، وہ امام تو پڑھے گا تم خاموش رہو گے۔ چنانچہ آگے ہے فقرأ واحد کا صیغہ ہے کہ پوری جماعت میں اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ تو پڑھتے رہے وانصتوا اور سارے صحابہؓ پیچھے خاموش ہوگئے، نہ کوئی پیچھے بسم اللہ پڑھتا تھا، نہ سورۃ پڑھتا تھا، نہ فاتحہ پڑھتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جن کے بارے میں اللہ کے نبی ﷺ نے دعا فرمائی

اللّٰھم علمه تاویل الکتاب. (۱)

قال وہ فرماتے ہیں صلی النبی ﷺ اللہ کے پاک پیغمبر ﷺ نے صحابہ کو جماعت سے نماز پڑھائی، جماعت کی بات کر رہا ہوں۔ فقرأ خلفه قوم کچھ لوگوں نے آپ کے پیچھے بھی قرآن پڑھا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جب بھی آپ نماز میں قرآن پڑھتے ہیں فاتحہ سے شروع کرتے ہیں پھر اور سورۃ ہوتی ہے،

فنزلت واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون.

اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی کہ تمہاری نماز باجماعت میں جب تمہارا امام قرآن پڑھنا شروع کردے تم خاموش رہو، توجہ کرو تاکہ تم پر خدا کی رحمتیں نازل ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اللہ کے نبی پاک ﷺ کے وہ صحابی ہیں جن کو اللہ کے نبی ﷺ نے خود چار سندیں عطا کی ہیں، صحیح بخاری شریف میں موجود ہے کہ میرے چار صحابہ سے قرآن کا مطلب سمجھو۔ اول نمبر پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا اسم گرامی آیا ہے۔ (۲) اور اس

(۱). اللھم فقه فی الدین وعلمه التاویل . (مسند احمد ج ۱ ص ۳۲۸)

(۲). حدثنا حفص بن عمر ثنا شعبة عن سلیمٰن قال سمعت ابا وائل قال سمعت مسروقا قال قال عبداللہ بن عمرو ان رسول اللہ ﷺ لم یکن فاحشا ولا

کے بعد اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں، ترمذی شریف میں حدیث موجود ہے ما حدثکم ابن مسعود. جو حدیث تمہیں ابن مسعودؓ سنا دیں اس کو پکا کرلو، اور اس کو دانتوں سے مضبوطی سے پکڑ لو۔ (۱) اور فرمایا اگر میں کسی کو خلیفہ بنانا چاہوں تو ابن مسعودؓ اس کے اہل ہیں۔ (۲) اور فرمایا میری امت کے فقیہ ہیں۔ (۳)

چار سندیں اللہ کے نبی ﷺ سے حاصل کرنے والے یہ صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں انہوں نے دیکھا کہ جماعت کروا رہے ہیں، پیچھے ایک آدمی نے قرأت شروع کردی، قرآن پڑھنا شروع کردیا فرمایا

اما آن لکم ان تفھموا اما آن لکم ان تعقلوا

ستفحشا وقال ان احبکم الی احسنکم اخلاقا وقال استقرؤ القرآن من اربعة من عبداللہ بن مسعود وسالم مولی ابی حذیفة وابی بن کعب ومعاذ بن جبل. (بخاری ص ۵۳۱)

ترجمہ۔ سند کے بعد عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نہ فحش گو تھے نہ اس کو پسند فرماتے تھے، اور فرمایا تم میں سے سب سے زیادہ میرے نزدیک پسندیدہ وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے اچھا ہے اور فرمایا چار آدمیوں سے قرآن پڑھو عبداللہ بن مسعودؓ سے اور سالمؓ سے جو ابوحذیفہؓ کے آزاد کردہ غلام ہیں اور ابی بن کعبؓ سے اور معاذ بن جبلؓ سے۔

(۱)۔ قال النبی ﷺ تمسکوا بعھد ابن ام عبد. (ترمذی ص ۲۹۳ ج ۲)

(۲). حدثنا علی بن محمد ثنا وکیع ثنا سفیٰن عن ابی اسحق عن الحارث عن علی قال قال رسول اللہ ﷺ لو کنت مستخلفا احدا عن غیر مشورة لاستخلف ابن ام عبد . (ابن ماجه ص ۱۳)

(۳)۔ البدایہ والنہایہ

تمہارا ہوش ٹھکانے ہے یا نہیں؟ تمہیں عقل ہے یا نہیں؟

واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون.

جب تمہارا امام قرآن پڑھنا شروع کردے تم توجہ کرو اور خاموش رہو۔ (۱)

عبداللہ بن مسعودؓ بھی یہی تفسیر بیان فرمارہے ہیں اور یہ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ یہ اللہ کے نبی ﷺ کے صحابی ہیں یہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ ہر جگہ جب اللہ کا قرآن پڑھا جائے تو بیٹھنے کی ضرورت نہیں، مثلاً یہاں کوئی شخص تلاوت شروع کردے آپ کا دل چاہے تو بیٹھ جائیں لیکن اگر آپ کو کوئی کام ہے تو آپ جاسکتے ہیں انما نزلت هذه الآيه یہ آیت واذا قرئ القرآن جو ہے نزلت فی الصلوة المکتوبة فرض نماز میں جب امام پڑھے گا اس کے بارے میں نازل ہوئی۔

یہ نبی پاک ﷺ کے چار صحابہ کے بعد حضرت امام زہریؒ مدینہ منورہ کے عالم امام مالکؒ کے استاد جن کا فتویٰ مدینہ میں چلتا تھا، وہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری نے مدینہ منورہ میں آنے کے بعد اللہ کے نبی ﷺ کے پیچھے قرأت شروع کی

فنزلت واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون. (۲)

(۱) تفسیر ابن جریر ص ۱۰۳ ج ۹۔

(۲)۔ اخرج ابن جریر عن الزهری قال نزلت هذه الآية فی فتی من الانصار کان رسول الله ﷺ کلما قرأ شيا قرأه فنزلت واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا. (درمنثور ص ۱۵۶ ج ۳

اسی طرح حضرت ابوالعالیہؒ۔ (۱) فرماتے ہیں کہ یہ آیت قرأت خلف الامام کے بارے میں نازل ہوئی۔ مکہ مکرمہ میں حضرت مجاہدؒ (۲)۔ ہیں، حضرت عطاءؒ ہیں مکہ مکرمہ کے دونوں مفتی ہیں، جنہوں نے تین تین مرتبہ قرآن حضرت ابن عباسؓ سے پڑھا ہے، کتاب القرأت بیہقی میرے پاس ہے اس میں یہ بات پانچ سندوں سے مذکور ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ بھی یہی فرماتے تھے، مکہ میں یہی فتویٰ دیتے رہے، میں پوری ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ جب مکہ مکرمہ میں، مدینہ منورہ میں، صحابہ نے قرآن پاک کی یہ تفسیر بیان فرمائی، ایک نے بھی اٹھ کر انکار نہیں کیا کہ یہ آیت قرأت خلف الامام کے بارے میں نازل نہیں ہوئی۔

جس طرح میں نے چار صحابہ سے اور تابعین سے یہ ثابت کیا ہے پروفیسر صاحب صرف اتنا ثابت کردیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مکہ مکرمہ میں یہ تفسیر بیان فرمائی تھی تو مکہ مکرمہ میں فلاں صحابی نے اٹھ کر کہا تھا کہ عبداللہ بن عباسؓ اس آیت کی یہ تفسیر نہیں ہے یہ

اور کتاب القرأۃ میں ہے کان شاب من الانصار . (کتاب القرأت ص ۹۵)

(۱).. اخبرنا ابو عبدالله الحافظ انا ابو علی الحسین ابن علی الحافظ نا ابو یعلی نا المقدمی نا عبدالوهاب عن المهاجر عن ابی العالیه قال کان النبی ﷺ اذا صلی قرأ فقرأ اصحابه فنزلت واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا فسکت القوم وقرأ النبی ﷺ . (کتاب القرأت ص ۸۷)

(۲). اخبرنا ابو عبدالله محمد بن عبدالله الحافظ رحمه الله انا عبدالرحمن بن الحسن القاضی نا ابراهیم بن الحسین نا آدم بن ابی ایاس نا ورقاء عن ابن ابی نجیح عن مجاهد قال کان رسول الله ﷺ یقرأ فی الصلوة فسمع قرأة فتی من الانصار فنزل واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا. (کتاب القرآت ص ۸۷)

تفسیر مت بیان کیا کرو، یا جب حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ نے مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن عمر ﷛ نے مدینہ منورہ میں اور حضرت عبداللہ بن مغفل ﷛ نے مکہ مکرمہ میں یہ تفسیر بیان فرمائی تھی تو کسی ایک صحابی نے اعتراض کیا ہو۔

پھر دیکھیں اللہ کے نبی ﷺ کیا فرماتے ہیں۔ نسائی شریف صحاح ستہ کی کتاب ہے باب باندھا ہے

باب تاویل قوله تعالیٰ واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون.

کہ جب قرآن پڑھا جائے تم توجہ کرو اور خاموش رہو۔ کون خاموش رہیں؟ اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی تابعداری کی جائے، **اذا کبر الامام فکبروا** جب امام اللہ کبر کہے تم اللہ اکبر کہو، **واذا قرئ فانصتوا** جب امام نماز باجماعت میں قرآن پڑھنا شروع کر دے اس وقت تم خاموش رہو۔ **واذا قال غير المغضوب عليهم ولا الضالين**، اللہ کے نبی ﷺ نے بھی یہ بات واضح فرمادی ہے کہ

واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون.

جو مجہول کا صیغہ تھا پتا نہیں چلتا تھا کہ کس نے پڑھنا ہے، نماز باجماعت میں، جب امام پڑھے اس وقت تم نے خاموش رہنا ہے۔ اس وقت کون سی سورۃ تم نے نہیں پڑھنی؟ وہ سورت جو امام نے تکبیر تحریمہ کے بعد سب سے پہلے پڑھنی ہے، وہی سورۃ فاتحہ ہے وہ سورۃ جو امام نے آمین کہنے سے پہلے ختم کر دینی ہے، وہی سورت تم نے نہیں پڑھنی۔ وہ سورۃ جس میں آیت ہے **غير المغضوب عليهم ولا الضالين** وہ سورۃ تم نے امام کے پیچھے نہیں پڑھنی۔

میں نے قرآن کی آیت پڑھی اور اس کی تفسیر اللہ کے نبی ﷺ سے، اللہ کے نبی ﷺ کے صحابہ سے بیان کی، تابعین سے بیان کی۔ یہ مغنی ابن قدامہ میرے ہاتھ میں ہے اس میں امام احمدؒ

فرما رہے ہیں کہ پوری امت کا اجماع اس پر ہو چکا ہے، پوری امت کا اتفاق اس بات پر ہو چکا ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی، اور فرماتے ہیں کہ میں نے کسی مسلمان کی زبان سے آج تک یہ بات نہیں سنی کہ لوگوں کو یہ کہتا پھر رہا ہو کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔ فرماتے ہیں **هذا النبی** ﷺ یہ اللہ کے نبی ﷺ مدینہ منورہ میں رہنے والے ہیں، امام اوزاعیؒ شام میں رہتے ہیں، امام حسن بصریؒ بصرہ میں رہتے ہیں، امام سفیانؒ مکہ مکرمہ میں رہتے ہیں، **هذا مالک فی اهل الحجاز** امام مالکؒ کا بھی ذکر ہے وہ اہل حجاز میں رہنے والے، **هذا الثوری فی اهل العراق** امام سفیان ثوری اہل عراق میں سے، **هذا الاوزاعی فی اهل الشام** اہل شام میں سے امام اوزاعی **هذاا اللیث فی اهل المصر** امام لیث مصر میں رہنے والے،

ما قالوا الرجل صلى وقرأ امامه ولم يقرأ هو صلوته باطلة.

کسی نے بھی یہ بات نہیں کہی کہ جب نماز باجماعت ہو رہی ہو امام نے قرآن پڑھ لیا، فاتحہ سورۃ پڑھ لی، اور اس نے امام کے پیچھے نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہوتی۔

تو میں نے قرآن پاک کی آیت، اللہ کے نبی ﷺ کی تفسیر، صحابہ کی تفسیر، تابعین کی تفسیر اور امت کا اجماع اس بات پر بیان کر دیا۔ اب چونکہ پروفیسر صاحب فرما چکے ہیں کہ قرآن ہمارا ساتھ نہیں دیتا۔ میرے ان دلائل کا جواب اس طرح دیا جائے یا اللہ کے نبی ﷺ نے فرمادیا ہو کہ یہ آیت قرأت خلف الامام کے بارے میں نازل نہیں ہوئی، اگر نہیں فرمایا تو پروفیسر صاحب فرما دیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے نہیں فرمایا، اس کے بعد صحابہ نے فرمایا ہو کہ یہ آیت اسی مسئلہ کے بارے میں نازل نہیں ہوئی، تو ہم مان لیں گے۔

اگر نہیں تو پروفیسر صاحب نے جس طرح یہ فرمایا ہے کہ یہ مسئلہ قرآن میں نہیں، اسی طرح یہ فرما دیں کہ صحابہ نے یہ نہیں فرمایا، اس آیت کی اس تفسیر کا انکار نہیں کیا، تابعین نے انکار نہیں کیا،

اور امت کا اجماع بھی میں نے پیش کیا ہے۔ میں اسی ایک آیت پر چل رہا ہوں۔ پروفیسر صاحب اب بیان فرمائیں۔

پروفیسر عبداللہ بہاولپوری۔

دیکھیں جی بات یہ ہے کہ انہوں نے مسئلہ قرآن سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مسئلہ قرآن سے ثابت ہوتا ہے۔ قرآن کہتا ہے،

قل انما اتبع ما یوحی الی من ربی هذا بصائر للناس.

میں تو اس کی اتباع کرتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے میرے اوپر وحی کی جاتی ہے اور یہ ھدایت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔

اب یہ جو آیت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وعظ ہو تم سنا کرو، تا کہ تم پر رحم ہو۔ اس میں نہ آگے نماز کا ذکر ہے نہ پیچھے۔ اس میں نماز کا ایک لفظ بھی نہیں ہے۔ قانون کی یہ زبان نہیں ہے۔ قانون یہ ہوتا ہے کہ باب باندھا جاتا ہے پھر روایات پیش کی جاتی ہیں۔ آپ نے دھوکہ دیا کہ قرآن سے، یہ تو حدیث سے ہے وہ تو میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ حدیث میں تفصیل ہے۔

اب دیکھئے قرآن مجید میں اس بات کی تفصیل واضح طور پر موجود نہیں۔ واذا قرئ القرآن میں قرئ مجہول کا صیغہ ہے جیسے،

واذا قرئ علیهم القرآن لایسجدون، بل الذین کفروا یکذبون. واذا قرئ علیهم القرآن لایسجدون

جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے وہ جھکتے نہیں ہیں، بل الذین کفروا یکذبون بلکہ کافر اس کی تکذیب کرتے ہیں،

واذا قرأت القرآن جعلنا بینک وبین الذین لا یؤمنون بالآخرة حجاباً مستورا.

اے نبی ﷺ جب تو قرآن پڑھتا ہے تو ہم تیرے درمیان اور کافروں کے درمیان پردہ کر دیتے ہیں۔

واذا تتلیٰ علیهم آیتنا بینت.

جب ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں، پڑھی جانے کا مطلب کہ وعظ کیا جاتا ہے۔ سورۃ سجدہ میں موجود ہے،

وقال الذین کفروا لا تسمعوا لهذا القرآن،

اس قرآن کو نہ سنو والغوا فیه اس میں شور مچاؤ لعلکم تغلبون تا کہ تم غالب رہو۔ کافروں نے کہا لاتسمعوا نہ سنو، اللہ نے اس آیت میں فرمایا واذا قرئ القرآن فاستمعوا له جب قرآن پڑھا جائے تم سنو۔ کافروں نے کہا والغوا شور مچاؤ، اللہ نے فرمایا وانصتوا تم چپ رہو۔ ان کافروں نے کہا لعلکم تغلبون اللہ نے فرمایا لعلکم ترحمون تا کہ تم پر رحم ہو۔ اس آیت میں نماز کا ذکر کہیں نہیں ہے۔

اب دیکھیں مولوی صاحبان بیٹھے ہیں اور پڑھے لکھے لوگ بھی ہیں انہوں نے قرآن سے ثابت کرنے کی کوشش کی، اب جو کچھ انہوں نے پڑھا ہے وہ روایتیں پڑھی ہیں یا قرآن سے تشریح کی ہے۔ کسی چیز کو ثابت کرنے کے لئے چار صورتیں ہوتی ہیں۔

نمبر ۱ عبارت النص۔ نمبر ۲۔ دلالۃ النص۔

نمبر ۳۔ اشارۃ النص۔ نمبر ۴۔ اقتضاء النص۔

زکوۃ کے مستحقین کون کون لوگ ہیں؟ قرآن بیان کرتا ہے

انما الصدقات للفقراء والمسکین والعملین علیها والمؤلفة قلوبهم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل الله وابن السبیل

قرآن نے جو زکوۃ کے مستحقین ہیں ان کا ذکر کر دیا ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ بات اللہ نے خود

بیان کردی، میرے بھائی سوچنے کی بات یہ ہے کہ انہوں نے جو اپنا دعویٰ پیش کیا اور اس پر دلیل دی اس میں ایک قطعی ہے، دوسری ظنی۔ قرآن قطعی ہے جو انہوں نے روایتیں پیش کیں وہ ہیں ظنی۔ اب جو مرکب ہو قطعی اور ظنی سے تو نتیجہ ارزل کے تابع ہوتا ہے، لہذا یہ بات باطل ہوگئی۔ کہ ہم نے قرآن سے ثابت کیا۔ دیکھیں قرآن کے آیت میں نماز کا کوئی ذکر نہیں نہ آگے نہ پیچھے نماز کا کوئی لفظ نہیں انہوں نے جو کتاب پڑھی ہے اس میں ہے۔

كانوا يتكلمون فی الصلوة فنزلت واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون.

حضرت ابوھریرہ ﷛ صحابی ہیں، فرماتے ہیں کہ لوگ نماز میں باتیں کیا کرتے تھے،

فنزلت واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون.

عن ابن مسعود ﷛، عبداللہ بن مسعود ﷛ کی بات انہوں نے کی تھی،

اما آن لكم ان تفقهوا عبد الله بن مسعود قال كنا نسلم بعضنا على بعض فی الصلوة.

ہم ایک دوسرے کو نماز میں سلام کہا کرتے تھے،

فنزلت واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون.

تو یہ آیت سلام کے بارے میں نازل ہوئی کہ وہ ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے، باتیں کرتے تھے، ایک دوسرے سے سوال پوچھ لیتے تھے کہ کتنی رکعتیں ہوگئی ہیں۔ بات سمجھنے کی یہ ہے کہ کیا اس آیت کے نزول کے بارے میں صحابہ تابعین کا اختلاف ہے یا اتفاق ہے۔ کیا اس بارے میں صحابہ، تابعین کا اتفاق ہے کہ یہ آیت قرأت خلف الامام کے [illegible] نازل ہوئی ہے۔ یہ جمعہ کے بارے میں نازل نہیں ہوئی۔ یہ خطبہ کے بارے میں نازل [illegible] ہوئی، یہ عید کے

بارے میں نازل نہیں ہوئی۔

عن عبدالله بن مغفل عبداللہ بن مغفل ﷛ کی بھی انہوں نے پڑھی تھی،

قال كان الناس يتكلمون فی الصلوة

لوگ نماز میں باتیں کرتے تھے،

فانزل الله هذه الآية فنهانا عن القرأة فی الصلوة

یہ آیت اتری ہمیں نماز میں باتیں کرنے سے منع کردیا گیا۔

عن ابن مسعود انه سلم على رسول الله ﷺ وهو فی الصلوة.

انہوں نے سلام کیا آپ ﷺ نماز میں تھے آپ نے جواب نہ دیا،

وكان الرجل قبل ذالک يتكلم فی صلوته ويأمر لحاجته

لوگ اس سے پہلے نماز پڑھتے تھے اور ساتھ یہ بھی کہتے تھے کہ یہ کام کرنا یہ کام کرنا۔

فلما فرغ رد علیه جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو ان کو جواب دیا،

وقال ان الله يفعل ما يشاء

اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، حکم نازل کردیتا ہے،

وانها نزلت واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون.

پھر دوسری بات جو ہے کہ مولانا نے جو پڑھا اور اس میں فاتحہ کا لفظ کہا۔ آپ دیکھیں کہ ہمارا مسلک کیا ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے قرأت کرے اس انداز سے کہ خلل واقع نہ ہو اور وہ صورت جو انہوں نے پیش کی وہ یہ تھی کہ حضور ﷺ نے فرمایا بسم الله الرحمن الرحيم پچھلے

نے کہا بسم اللہ الرحمن الرحیم حضور ﷺ کے ساتھ کہا، بلند آواز سے کہا، آپ ﷺ نے فرمایا الحمد للہ رب العلمین، انہوں نے بھی بلند آواز سے کہا الحمد للہ رب العلمین، پھر اس کے بعد آپ نے کوئی سورۃ پڑھی انہوں نے بھی بلند آواز سے سورۃ پڑھی۔ اس پر یہ ہوا کہ صحابی یہ کہتے ہیں کہ آپ نے یہ فرمایا کہ کیا تمہاری سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی کہ تمہیں کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے پڑھنا لازمی ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ کیسا پڑھنا؟ اس انداز سے کہ امام کی نماز میں خلل واقع نہ ہو، ہم یہ انکو چیلنج کرتے ہیں کوئی ایک یہ ایسی حدیث پیش کردیں اول تو قرآن، جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے کہ ہمارا مسئلہ قرآن سے ثابت ہے قرآن سے ثابت کردیں کہ نام الحمد کا ہو اور اس کو آہستہ پڑھنا، جیسا کہ ہمارا عمل ہے اس کے خلاف قرآن کہتا ہو تو ہم ابھی توبہ کر کے آپ کے ساتھ ملنے کے لئے تیار ہیں۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑویؒ

الحمد للہ و کفیٰ والصلوۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ. اما بعد.

میرے دوستو اور بزرگو پروفیسر محمد عبداللہ صاحب نے آپ کے سامنے میری پیش کردہ آیت کا جواب دینے کی کوشش فرمائی ہے۔ سب سے پہلے تو آپ نے اپنی طرف سے ایک تفسیر کی کہ یہ آیت کافروں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ مسلمانوں کے بارے میں نازل نہیں ہوئی۔ لیکن پھر اپنی اس ایک ہی تقریر میں اپنی اس بات کو غلط کردیا کہ یہ نماز کے بارے میں ہی نازل ہوئی ہے، لیکن باتوں سے روکنے کے لئے نازل ہوئی اور پھر اسی تقریر میں اپنی دوسری بات کو بھی غلط کردیا کہ یہ نماز کے بارے میں ہی نازل ہوئی ہے اور ہے فاتحہ وغیرہ کے لئے ہی، لیکن یہ کہ ساتھ ساتھ فاتحہ نہ پڑھی جائے اس بارے میں یہ نازل ہوئی ہے۔

الحمدللہ یہ بات پروفیسر صاحب نے تسلیم فرمالی کہ یہ آیت نماز ہی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ اور نبی ﷺ کے صحابہ نے جو فرمایا تھا (وہ صحیح تھا) دیکھئے ضرورت تو

نہیں لیکن وضاحت کے لئے عرض کرتا ہوں کہ یہ تحقیق الکلام انہوں نے حاجی صاحب کو دیا تھا عبدالرحمٰن مبارکپوری کا یہ اس کے صفحہ ۶۸ پر لکھتے ہیں کہ یہ جو بات ہے یہ صحابہ اور تابعین سے سرے سے منقول نہیں کہ یہ آیت کافروں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

اب انہوں نے یہ رعب ڈالنے کی کوشش کی ہے کہ ایک اقتضاء النص ہوتی ہے۔ صحابہ اہل زبان تھے وہ ہم سے زیادہ عربی جانتے تھے، انہیں معلوم تھا کہ اقتضاء النص کیا ہے، لیکن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر یہ بیان فرما رہے ہیں، اب رہی یہ بات کہ اس میں کلام کا ذکر ہے یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو روایت پڑھی ہے، عبدالرحمٰن صاحب میارکپوری فرماتے ہیں کہ معلوم نہیں کہ اس کی سند کیا ہے۔ عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری کو تو اس کی سند نہ ملی، آؤ میں بتاتا ہوں اس کی سند کے بارے میں، اس کی سند کا راوی عبداللہ بن عامر اسلمی ضعیف ہے، لیکن پھر بھی یہ ہمارے خلاف نہیں۔

دیکھئے ایک آیت نازل ہوتی ہے مشرکین مکہ کے بارے میں کہ بت کو سجدہ نہ کرنا وہ بت کے بارے میں نازل ہوتی ہے لیکن بعد میں مفسرین دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی قبر کو سجدہ کر رہا ہے تو اس کا بھی اس میں ذکر کر دیتے ہیں، کہ قبر کو بھی سجدہ نہیں کرنا۔ کوئی درخت کو سجدہ کر رہا ہے اس کا بھی اس میں ذکر کر دیتے ہیں کہ درخت کو سجدہ نہیں کرنا اور آیت وہی (بت والی) بیان فرماتے ہیں۔ اس سے کوئی آدمی بھی یہ نہیں سمجھتا کہ اگر کسی مفسر نے یہ بات لکھ دی ہے کہ یہ آیت قبر کے لئے ہے تو اب یہ بت کی تردید کے لئے نہیں رہی، یا نازل نہیں ہوئی تھی۔ ہم کب کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے باتیں کرو۔

یہ بات عقل کے بھی خلاف ہے۔ اس کا معنی یہ نکلے گا کہ جب تک امام قرآن پڑھے تم باتیں نہ کیا کرو، بعد میں کرتے رہیں۔ کتنی عجیب بات ہے کیونکہ اس کا مطلب تو یہی ہوگا کہ نماز باجماعت میں جب تک تمہارا امام قرآن پڑھ رہا ہے اس وقت تک تم نے باتیں نہیں کرنی۔ اس کے علاوہ اگر پروفیسر صاحب منع دکھادیں تو میں مان لوں گا۔ ہم تو دوسری آیتوں سے مانتے ہیں۔

اس لئے اس آیت کا یہ کوئی جواب نہیں۔

میں نے آیت کی تفسیر صحابہؓ سے بیان کی اور میں نے کہا تھا کہ اس کا حل اس طرح ہوگا کہ ایک اللہ کے نبی ﷺ کی حدیث بیان فرمادیں کہ یہ آیت قرأت خلف الامام کے بارے میں نازل نہیں ہوئی۔ پروفیسر صاحب نے یہ بیان کیا اور نہ یہ کر سکتے ہیں۔ میں نے یہ کہا تھا کہ جب صحابہ نے اس آیت کا یہ شان نزول بیان فرمایا تو پروفیسر صاحب کسی کتاب سے ثابت کر دیں کہ فلاں صحابیؓ نے اٹھ کر کہا ہوا ے عبداللہ بن عباسؓ تمہیں عربی نہیں آتی، معاذ اللہ تمہیں اشارۃ النص کا پتا نہیں ہے کہ عربی کا اشارة النص کس طرح ہوتا ہے، تم اس آیت کو نماز پر کس طرح لگا رہے ہو۔ نہ اس سے پہلے نماز کا ذکر ہے نہ اس کے بعد نماز کا ذکر ہے، نہ مکہ مکرمہ میں ٹوکا، نہ مدینہ منورہ میں اعتراض کیا۔

پھر میں نے اجماع امت پیش کیا مدینہ کے امام، امام مالکؒ، شام کے امام اوزاعیؒ، مصر کے امام امام لیثؒ، کوفہ کے امام سفیان ثوریؒ، میں نے ان سب سے یہ بات بیان کی پروفیسر صاحب نے یہ بھی کہا کہ باب ہونے چاہئیں۔ الحمدللہ ہم دکھاتے ہیں یہ مصنف ابن ابی شیبہ ہے امام بخاریؒ کے استاد کی حدیث کی کتاب ہے، اس میں باب باندھا ہوا ہے اور یہی شان نزول لکھا ہے۔ نزلت فی الصلوة المکتوبة فرض نماز کے بارے میں نازل ہوئی، اور امام کے پیچھے قرأت سے روکنے کے بارے میں نازل ہوئی۔ (۱)

(۱). حدثنا ابوبکر قال ثنا هشیم قال اخبرنا مغیرة عن ابراهیم فی قوله تعالیٰ ﴿واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا﴾ قال فی الصلوة المکتوبة.

(۲) حدثنا هشیم عن العوام عن مجاهد قال فی خطبة الامام یوم الجمعة

(۳) حدثنا هشیم قال انا جویبر عن الضحاک قال فی الصلوة المکتوبة وعند الذکر.

(۴) حدثنا وکیع عن جریر عن الشعبی وعن سفیان عن جابر عن مجاهد

یہ امام بیہقیؒ کی کتاب کتاب القرأت ہے اس میں انہوں نے باب باندھا ہے اس مسئلے

عن ابی المقدام عن معاویة بن قرة عن عبدالله بن مغفل فی قوله تعالیٰ ﴿واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا﴾ قالوا فی الصلوة.

(۵) حدثنا هشیم قال انا من سمع الحسن یقول عند الصلاة المکتوبة وعند الذکر.

(۶) حدثنا ابو خالد الأحمر عن البختری عن ابی عیاض عن ابی هریرة قال کانوا یتکلمون فی الصلوة فنزلت ﴿واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا﴾ قالوا هذا فی الصلوة.

(۷) حدثنا ابو خالد الأحمر عن اشعث عن ابراهیم قال کان النبی ﷺ یقرأ ورجل یقرأ فانزل الله تعالیٰ ﴿واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا﴾

(۸) حدثنا غندر عن شعبة عن منصور قال سمعت ابراهیم بن ابی حسن انه سمع مجاهدا قال فی هذه الآیة ﴿واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا﴾ قال فی الصلوة والخطبة یوم الجمعة.

(۹) حدثنا عبدالله بن ادریس عن لیث عن مجاهد ﴿واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا﴾ قال فی الصلوة المکتوبة.

ترجمہ۔

(۱) بیان کیا ہمیں ابوبکر نے وہ فرماتے ہیں کہ بیان کیا ہمیں ہشیم نے انہوں نے فرمایا کہ خبر دی ہمیں مغیرہ نے ابراہیم نخعی سے حق تعالیٰ کے قول ﴿واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا﴾ کے بارے میں کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ فرض نماز کے بارے میں ہے۔

(۲) بیان کیا ہمیں ہشیم نے عوام سے انہوں نے مجاہد سے کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ جمعہ کے دن امام کے خطبے کے بارے میں ہے۔ نوٹ۔ جمعہ کے خطبے کے بارے میں ہونا بھی ہمارے

کے لئے ،اور ذکر کیا ہے،

واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم

خلاف نہیں ہے اس کا تفصیلی جواب رئیس المناظرین نے مناظرہ میں دے دیا ہے۔

(۳) بیان کیا ہمیں ہشیم نے کہ وہ فرماتے ہیں کہ خبر دی ہمیں جویبر نے ضحاک سے انہوں نے فرمایا کہ یہ فرض نماز کے بارے میں اور ذکر کے بارے میں ہے۔

(۴) بیان کیا ہمیں وکیع نے جریر سے انہوں نے شعبی اور سفیان سے وہ جابر سے وہ مجاہد سے وہ ابوالمقدام سے وہ معاویہ بن قرہ سے وہ عبداللہ بن مغفل ؓ سے اللہ تعالیٰ کے قول ﴿واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا﴾ کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی۔

(۵) بیان کیا ہمیں ہشیم نے انہوں نے فرمایا کہ خبر دی ہمیں اس نے جس نے حسن کو سنا کہ وہ فرمارہے تھے کہ یہ نماز مکتوبہ اور ذکر کے وقت کے لئے ہے۔

(۶) بیان کیا ہمیں ابو خالد احمر نے ہجری سے انہوں نے ابو عیاض سے انہوں نے ابو ھریرۃ ؓ سے انہوں نے فرمایا کہ لوگ نماز میں باتیں کر لیا کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی ﴿واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا﴾ انہوں نے فرمایا یہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی۔

(۷) بیان کیا ہمیں ابو خالد احمر نے اشعث سے انہوں نے ابراہیم سے وہ فرماتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ قرأت فرماتے تو آدمی بھی قرأت کرتا پس یہ آیت نازل ہوئی ﴿واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا﴾۔

(۸) بیان کیا ہمیں غندر نے شعبہ سے انہوں نے منصور سے انہوں نے فرمایا میں ابراہیم بن ابی حسن سے سنا انہوں سے مجاہد نے سنا کہ انہوں نے اس آیت ﴿واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا﴾ کے بارے میں فرمایا کہ یہ نماز اور جمعہ کے دن خطبہ کے بارے میں

ترحمون.

اور چار صحابہ اور بائیس تابعین کی روایتیں اس میں نقل کر رہے ہیں، کہ یہ آیت قرأت خلف الامام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

یہ تیسری کتاب سنن نسائی صحاح ستہ کی کتاب ہے، یہ میں پروفیسر صاحب کو دکھارہا ہوں یہ باب باندھا ہے،

باب تاویل قوله تعالیٰ واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون.

تو کون کہتا ہے کہ باب نہیں۔ پروفیسر صاحب نے آخر میں مان لیا ہے کہ آیت اسی مسئلہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن فرماتے ہیں کہ اونچی پڑھنے سے روکنے کے لئے نازل ہوئی ہے۔ یہ پروفیسر صاحب نے بات فرمائی اور یہ فرمایا کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ امام کے ساتھ ساتھ پڑھو، ہم یہ کہتے ہیں کہ امام پڑھ لے مقتدی بعد میں پڑھ لے۔

میں نے جو روایت پیش کی تھی پروفیسر صاحب نے غور نہیں فرمایا، حاجی صاحب ذرا توجہ فرمائیں اذا قرأ فی الصلوۃ اجابه من ورائه جواب سوال کے بعد ہوتا ہے یا ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ بسم اللہ پڑھ لیتے تھے، پھر یہ بعد میں پڑھتے تھے۔ اللہ کے نبی ﷺ فاتحہ کا جملہ پڑھ لیتے تھے پھر وہ بعد میں پڑھتے تھے، جیسے پروفیسر صاحب کہتے ہیں کہ ہم پڑھتے ہیں۔ اللہ کے نبی ﷺ نے اس کو روکا اور اس پر میں بات ختم کردوں گا کہ پروفیسر صاحب یہاں جو اونچی آواز کا لفظ ہے، اس پر نشان لگادیں۔ اگر یہ نہیں ہے تو پروفیسر صاحب کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ

نازل ہوئی۔

(۹) بیان کیا ہمیں عبداللہ بن ادریس نے لیث سے انہوں نے مجاہد سے ﴿واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا﴾ فرمایا یہ فرض نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

وہ اونچی آواز کا بہانہ بنائیں۔

میں نے جتنی روایتیں پیش کیں ان میں اونچی آواز کا لفظ نہیں ہے، اگر ہے تو پروفیسر صاحب نشان لگا دیں۔ ہماری کوئی لڑائی نہیں ہم نے اللہ کے نبی ﷺ کی بات سمجھنی سمجھانی ہے، ہم کیوں اپنا بھی وقت ضائع کریں اور اپنے ان دوستوں کا وقت بھی ضائع کریں۔ اگر ان میں اونچی آواز کا لفظ ہے تو آپ بیان کریں، میں بات ختم کر دیتا ہوں، اور میں لکھ کر دے دوں گا کہ یہ لفظ مجھے نظر نہیں آیا تھا پروفیسر صاحب نے بتا دیا ہے۔ بات واقعی پروفیسر صاحب کی صحیح ہے بات ختم ہو جائے گی پروفیسر صاحب نے تھوڑے سے وقت میں تفسیر کے بارے میں تین فیصلے بدلے ہیں۔

پہلا یہ کہ کافروں کے لئے۔

دوسرا یہ کہ مسلمانوں کے لئے نماز کے لئے اور نماز میں باتیں کرنے کے لئے۔ ہم کب کہتے ہیں کہ نماز میں باتیں کرو، نہ ہم کرتے ہیں یہ ہمارے خلاف ہے ہی نہیں۔

اور تیسرا آخر میں پروفیسر صاحب اس بات پر آ گئے کہ یہ نماز کے لئے ہی نازل ہوئی باجماعت نماز کے لئے ہی نازل ہوئی، لیکن اس لئے کہ پیچھے اونچی نہ پڑھو۔

اونچی نہ پڑھنے کا لفظ پروفیسر صاحب مجھے دکھا دیں بات ختم ہو جائے گی۔ فیصلہ ہو چکا ہے۔ الحمد للہ یہ بات قطعاً اس میں ثابت نہیں ہے، پروفیسر صاحب یہ فرما رہے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کو قرآن **فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون.** کی تفسیر نہیں آتی تھی۔ پروفیسر صاحب اس کو **حم السجدہ** میں جا کر کافروں کے ساتھ لگا رہے ہیں، کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا۔ یہ جو اس کے ساتھ **یؤمنون** کھڑا ہے یہ پروفیسر صاحب کو نظر نہیں آ رہا اور اس آیت کی وہ تفسیر کرنا چاہتے ہیں کہ جس کے بارے میں عبدالرحمٰن مبارکپوری تحقیق الکلام میں لکھ گیا ہے کہ یہ تفسیر کہ یہ آیت کافروں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، کسی صحابی نے بیان نہیں کی۔

صحابہ کو تفسیر کا حق تھا یا نہیں؟ (تھا)۔ تابعین میں سے کسی نے بھی بیان نہیں کی۔ حاجی صاحب میں آپ کو یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ انصاف ہو تو مسئلہ واضح ہے۔ یہ میں نے روایت پڑھی ہے،

انما جعل الامام ليؤتم به فاذا كبر فكبروا واذا قرأ فانصتوا.

اگر یہ پوری حدیث لکھ دیتے تو مسئلہ حل ہو جاتا انہوں نے آگے نہیں لکھا،

واذا قال الامام غير المغضوب عليهم ولا الضآلين فقولوا آمين واذا ركع فاركعوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا لك الحمد.

حدیث تو یہ چاہئے تھی کہ جس طرح اللہ کے پیغمبر ﷺ نے فرمایا، **اذا كبر فكبروا** امام اللہ اکبر کہے تو تم اللہ اکبر کہو، **واذا قرأ الفاتحة فاقرأوا الفاتحة** جب امام فاتحہ پڑھے تم فاتحہ پڑھو، **واذا قرأ السورة فانصتوا** جب امام سورۃ پڑھے تم خاموش ہو جاؤ۔ تو دیکھئے کہ انہوں نے حدیث نامکمل نقل کی اور آگے جا کر جواب دیتے ہیں کہ اس سے فاتحہ مراد ہی نہیں، فاتحہ کب مراد رہے گی جب حدیث ہی نامکمل پیش کی اور لکھا ہے **واذا قرأ فانصتوا** کو **ماعدا الفاتحہ** پر محمول کریں، آپ اندازہ لگائیں اللہ کے نبی ﷺ کی حدیثوں کے ساتھ یہ دھوکہ، اور یہ وہ کتابیں ہیں جو میرے حاجی صاحب جیسے دوستوں کو لا کر دی جاتی ہیں اور حاجی صاحب یہ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ قرآن کی خدمت کر رہے ہیں۔ اللہ کے نبی ﷺ کی حدیثوں کو ٹکڑے کر کے لکھنا میرے خیال میں یہ ایک مسلمان کی شان نہیں ہے اور پھر اس طرح کاٹ کر حدیث پیش کرنا اور پھر اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان **غير المغضوب عليهم ولا الضآلين** کاٹ کر آگے یہ لکھ دینا کہ یہ فاتحہ کے لئے نہیں ہے، میں یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ انداز صحیح نہیں ہے۔ میں پروفیسر صاحب سے بھی یہ عرض کروں گا کہ آپ بھی یہ انداز اختیار نہ فرمائیں جو مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کا تھا۔ ہم

نے بات مجھنی سمجھائی ہے۔

پروفیسر حافظ عبداللہ صاحب۔

میں نے یہ عرض کیا تھا کہ جماعت کا سلسلہ مدینہ منورہ میں شروع ہوتا ہے اور یہ آیت مکی ہے، اس پر سب کا اتفاق ہے کہ یہ آیت مکی ہے۔ اور میں نے قرآن کریم کی آیت آپ کے سامنے پیش کی تھی،

وقال الذين كفروا لا تسمعوا لهذا القرآن۔

کافروں نے کہا کہ قرآن کو نہ سنو،

والغوا فيه لعلكم تغلبون۔

اور شور مچاؤ اس میں تا کہ تمہاری جیت رہے۔ جب تم شور مچاؤ گے لوگوں کے پلے کچھ نہ پڑے گا، نبی ہارے گا تم جیتو گے۔ کیا یہ کافر نماز کے بارے میں جو شور مچاتے تھے؟ کافر تو جب حضور ﷺ وعظ فرماتے اس وقت شور کرتے تھے۔ اس وقت کی یہ بات ہے نماز کے بارے میں تو یہ ہے ہی نہیں۔ اور پھر یہی لفظ میں نے آپ کو قرآن کی آیت پڑھ کر سنائی واذا قرئ عليهم القرآن وہی قرئ ماضی مجہول کا صیغہ ہے، لا یسجدون وہ سجدہ نہیں کرتے، مانتے نہیں، جھکتے نہیں، بل الذين كفروا يكذبون بلکہ کافر قرآن کی تکذیب کرتے ہیں۔ میں نے اپنی طرف سے تفسیر نہیں کی، یہ تفسیر ابن کثیر ہے

واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون۔

میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس قرآن کے اندر نہ نماز کا لفظ ہے، اسی قرآن مجید کے اندر نہ مقتدی کا لفظ ہے اور نہ کوئی اور لفظ۔ اس میں عام بات بیان کی گئی ہے۔ واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون. جب قرآن پڑھا جائے تو تم قرآن کا وعظ سنو خاموش رہو۔ انہوں نے کہا کہ اونچی آواز کا ذکر نہیں ہے، یہ ہے،

البيهقي في القرأت عن ابن عباس في قوله تعالى واذا قرئ القرآن نزلت في رفع الاصوات خلف رسول الله ﷺ في الصلوة.

یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ لوگ آوازیں اونچی کرتے تھے خلف رسول الله ﷺ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے في الصلوة نماز میں، وفي الخطبة يوم الجمعة اور خطبہ میں بھی جمعہ کے دن، وفي العيدين اور عیدین میں بھی فنهاهم عن الكلام في الصلوة آپ ﷺ نے ان کو نماز میں کلام کرنے سے منع فرما دیا، وفي الخطبة اور خطبہ میں، اس لئے کہ وہ بھی نماز کے حکم میں ہے کہ جو آدمی باتیں کرے گا اس کی نماز وغیرہ نہیں ہے۔

میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ صحابہ نے جو مختلف تفسیریں بیان کی ہیں اس کے متعلق اصول سنیں،

قال الزركشي في البرهان قد عرف من عادة الصحابة.

صحابہ کی عادت سے یہ بات معلوم ہوئی ہے والتابعين اور تابعین کی عادت سے بھی ان احدهم اذا قال نزلت هذه الآية في كذا کہ جب صحابی یا تابعی کہے کہ یہ آیت اس بارے میں نازل ہوئی ہے، فانه يريد بذالك انها تتضمن هذا الحكم کہ یہ چیز بھی اس حکم تحت آتی ہے۔ یہ چیز بھی اس حکم کے تحت آتی ہے، لاان هذا كان سبب في نزولها یہ صحابی کا استدلال ہے کوئی خطبے کیلئے فٹ کرتا ہے، کوئی عید کے لئے فٹ کرتا ہے، کوئی نماز کے لئے فٹ کرتا ہے، اور پھر نماز بھی کیا اونچی آواز سے پڑھے، ساتھ ساتھ پڑھے، جس سے مخالجت ہو جو ہماری بحث ہے، اس کو یہ ہاتھ تک نہیں لگا رہا۔

انہوں نے کہا لا تسمعوا لهذا القرآن قرآن نے فرمایا تم سنو گے تم پر رحمت ہو گی۔ نماز کا ذکر کہیں نہیں ہے، جب نماز کا ذکر نہیں ہے تو مقتدی کا ذکر کہاں ہے؟ اب سوال ہی

پیدا نہیں ہوتا۔

مولانا عبدالحی لکھنویؒ فرماتے ہیں کہ یہ جو آیت مذکور ہے، جس سے ہمارے حنفی بھائی استدلال کرتے ہیں اپنے مذہب پر یہ دلالت نہیں کرتی،

علی عدم جواز القرأت اذا جهر الامام فی الصلوة.

جب امام بلند آواز سے پڑھ رہا ہو مقتدی قرأت نہ کرے، یہ بات ثابت نہیں ہوتی۔ میں نے پہلے بھی یہ کہا تھا کہ فیصلہ حدیث کرتی ہے، قرآن فیصلہ نہیں کرتا۔ حضرت علی ﷺ نے جو حضرت ابن عباس ﷺ کو بھیجا تھا انہیں فرمایا تھا **خاصمهم بالسنة** ان سے سنت سے بات کرنا **فانهم لن یجدو عنها محیصا،** وہ بھاگ نہیں سکیں گے۔ آپ کو یہ بات تسلیم کرنی ہوگی کہ اس آیت میں نہ نماز کا ذکر ہے، نہ مقتدی کا ذکر ہے، نہ امام کا ذکر ہے۔ اس کے اندر یہ ہے کہ قرآن کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ اب اگر یہ آیت اس بارے میں ہے، تو نماز ہو رہی ہے، ایک حنفی آتا ہے وہ اللہ اکبر کہتا ہے، وہ کیوں کہتا ہے، حالانکہ اس کو چپ رہنا چاہئے۔ جب اللہ اکبر کہتا ہے تو معلوم ہوا کہ جو واجبات ہیں، جو ضروری ہیں، وہ بے شک ادا کرو، اس آیت کے مخالف نہیں۔

اس بات کو حدیث ثابت کرے گی۔ کہ اس سے کیا کیا چیز ثابت ہوتی ہے میں پھر آپ کی توجہ اس طرف دلاؤں یہ کتاب فلاں کی، یہ عبدالرحمٰن کی، ان کتابوں سے یہ قطعاً ثابت نہیں کر سکتے کہ مقتدی قرأت نہ کرے، اور قرأت بھی وہ جو ہمارا دعویٰ ہے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ کی دکھائی تھی۔ ہم نے بھی عبداللہ بن عباس ﷺ کی دکھا دی۔ اور بیہقی کا حوالہ دیا،

والبیهقی فی القرأت عن ابن عباس واذا قرئ نزلت فی رفع الاصوات خلف رسول الله ﷺ وابن ابی شیبه عن مجاهد قال هذا فی الصلوة والخطبة یوم الجمعة.

یہ مجاہدؒ بات کر رہے ہیں۔ اب دیکھیں یہ باتیں تو چلتی رہیں گی، مولوی تو کبھی نہیں مانے گا نہ میں نہ یہ۔ لیکن یہ بات تو طے ہے کہ جو میں نے شروع سے عرض کیا تھا کہ قرآن سے مولوی

صاحب یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے۔ یہ کہتے ہیں کہ فلاں کہتا ہے، فلاں کہتا ہے۔ قرآن تو نہیں کہتا۔ قرآن میں نہ نماز کا لفظ ہے، نہ مقتدی کا لفظ ہے۔ یہ بالکل نہیں ہے۔

اگر آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن سے ثابت ہو گیا ہے۔ قرآن سے اگر واضح ہے تو بتاؤ۔ اب قرآن رکوع کے بارے میں بتاتا ہے؟، سجدے کے بارے میں بتاتا ہے؟، جو نماز کے چھ فرض ہیں، اور امام صاحب کے نزدیک سات فرض ہیں ان کے بارے میں تو قرآن بتاتا ہے؟ صرف یہ الحمد ہی رہ گئی کہ جس کو قرآن سے ثابت کرتے ہیں۔ حالانکہ نہ نماز کا نام، نہ قرأت کا نام، نہ مقتدی کا نام۔ اور پھر واذا قرئ جابجا قرآن میں آتا ہے

واذا قرئ علیهم القرآن لایسجدون بل الذین کفروا یکذبون.

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی۔

الحمد لله وکفیٰ والصلوة والسلام علی عباده الذین اصطفیٰ. اما بعد.

میرے دوستو، میں نے پروفیسر صاحب کے سامنے اور آپ سب کے سامنے قرآن کی آیت،

واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون

پیش کی۔ میں نے کہا تھا کہ قرئ مجہول کا صیغہ ہے، جیسے کہتے ہیں کہ خط زید نے لکھا تو سب کو پتا ہوتا ہے کہ خط زید نے لکھا۔ جب کہا جاتا ہے کہ خط لکھا گیا ہے، اب پتا نہیں کہ کس نے لکھا ہے۔ تو پتا چلانا پڑتا ہے۔

اب میں نے اللہ کے نبی ﷺ کی حدیث سے تفسیر بیان کر دی اس میں غیر

میں بھی پروفیسر صاحب کو کہتا ہوں کہ صرف ایک صحابی کا قول جس نے یہ کہا ہو کہ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی ہے یہ میرا چیلنج ہے۔ یہ کسی صحابی سے ثابت نہیں، میں پورے چیلنج سے کہتا ہوں یہ کہ مکہ میں جماعت نہیں ہوئی، یہ کسی صحابی کا قول نہیں۔

پروفیسر صاحب اپنی طرف سے باتیں کر رہے ہیں اور یہ بھی میں نے عرض کر دیا تھا کہ خطبے میں بھی ہم خاموش رہتے ہیں، اور یہ آ کر خطبے میں نفل پڑھتے ہیں، ہم خاموش رہتے ہیں انہوں نے نہ نماز میں اس آیت کو مانا نہ خطبے میں اس آیت کو مانا، نہ عید میں اس آیت کو مانا، ہم عید میں بھی باتیں نہیں کرتے۔ انہوں نے نہ عید میں مانا، نہ جمعہ میں مانا، نہ اور جگہ مانا۔

پھر یہ کہتے ہیں کہ اونچی آواز کے بارے میں نازل ہوئی اور علامہ عبدالحیؒ لکھنوی کا قول پیش کیا۔ پیش صحابہ کا قول کرنا تھا، کر عبدالحیؒ لکھنوی کا رہا ہے۔ یہ دیکھیں بخاری شریف آیت نازل ہوئی لا تحرک به لسانک لتعجل به حضرت جرائیل علیہ السلام جب قرآن لے کر نازل ہوتے تھے تو اللہ کے نبی ﷺ کو قرآن سناتے تھے تو اللہ کے نبی ﷺ اس خوف سے کہ کہیں کوئی لفظ بھول نہ جائے، ساتھ ساتھ پڑھتے تھے۔ یہاں لفظ ہیں یحرک شفتیه صرف حضرت ﷺ کے ہونٹ ہلتے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی ہونٹ ہلا کر دکھائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ساتھ نہ پڑھیں فاستمع له وانصت. (۱)۔ وہی لفظ فرماتے ہیں، اس سے پتا چل گیا کہ اگر زبان ہل جائے تو بھی انصتوا کے خلاف ہے، اگر ہونٹ ہل جائیں پھر بھی انصتوا کے

(۱). حدثنا موسی بن اسماعیل قال اخبرنا ابو عوانه انه قال حدثنا موسی بن ابی عائشة قال حدثنا سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فی قوله تعالیٰ ﴿لا تحرک به لسانک لتعجل به﴾ قال کان رسول الله ﷺ یعالج من التنزیل شدة و کان مما یحرک شفتیه فقال ابن عباس رضی اللہ عنہ فانا احرکهما لک کما کان رسول الله ﷺ یحرکهما وقال سعید انا احرکهما کما رأیت ابن عباس یحرکهما فحرک شفتیه فانزل الله تعالیٰ ﴿لاتحرک به لسانک لتعجل به ان

خلاف ہے۔ پروفیسر صاحب نہ زبان ہلائیں نہ ہونٹ، پھر جو چاہیں کریں۔

یہ بخاری شریف میرے پاس ہے، پروفیسر صاحب کبھی چودھویں صدی کی بات بتا رہے ہیں کبھی کسی صدی کی، میں صحیح بخاری سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بتا رہا ہوں اور خود اللہ تعالیٰ سے لا تحرک به لسانک اور اللہ کے نبی ﷺ سے یہ باتیں بیان کر رہا ہوں، تو دیکھئے

علینا جمعه وقرآنه﴾ قال جمعه لک صدرک وتقرأه ﴿فاذا قرأناه فاتبع قرآنه﴾ قال فاستمع له وانصت، ﴿ثم ان علینا بیانه﴾ ثم ان علینا ان تقرأه فکان رسول الله ﷺ بعد ذالک اذا اتاه جبرئیل استمع فاذا انطلق جبرئیل قرأه النبی ﷺ کما قرأه. (بخاری ص ۳)

ترجمہ۔ سند کے بعد، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں، (اے پیغمبر ﷺ) جلدی سے وحی کو یاد کر لینے کے لئے اپنی زبان کو نہ ہلایا کرو، ابن عباس نے کہا آنحضرت ﷺ پر قرآن اترنے سے (بہت) سختی ہوتی تھی اور آپ اکثر اپنے ہونٹ ہلاتے تھے (یاد کرنے کے لئے) ابن عباس نے (سعید سے) کہا میں تجھ کو بتاتا ہوں ہونٹ ہلا کر جیسے رسول اللہ ﷺ ہونٹوں کو حرکت دیتے تھے۔ سعید نے کہا میں اپنے دونوں ہونٹ ہلا کر دکھاتا ہوں جیسے میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ ہونٹ ہلاتے تھے۔ پھر سعید نے اپنے دونوں ہونٹ ہلائے، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری، وحی کو یاد کرنے کے لئے اپنی زبان نہ ہلایا کرو، قرآن کا تجھ کو یاد کرا دینا اور پڑھا دینا ہمارا کام ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یعنی تیرے دل میں جما دینا اور پڑھا دینا (پھر یہ جو اللہ نے فرمایا) ہمارا کام ہے کہ اس کا بیان کر دینا یعنی تجھ کو پڑھا دینا، پھر ان آیتوں کو اترنے کے بعد آنحضرت ﷺ ایسا کرتے تھے (کہ) جب جبریل آپ کے پاس آ کر قرآن سناتے تو آپ (چپکے) سنتے رہتے، جب وہ چلے جاتے تو آنحضرت ﷺ اسی طرح قرآن پڑھ دیتے جیسے حضرت جبریل نے پڑھا تھا۔

میں حیران ہوں پروفیسر صاحب کو نہ بخاری شریف کا پتا ہے کہ اس میں مکہ مکرمہ میں جماعت کا ذکر ہے، نہ اس کا پتا ہے کہ یہ خود پہلے فرما چکے ہیں کہ آیت اسوقت نازل ہوئی جب حضرت ابو ھریرہؓ ایمان لا چکے تھے، اور ابو ہریرہؓ کے بارے میں ساری دنیا جانتی ہے کہ وہ سات ھجری میں مسلمان ہوئے، مدینہ منورہ میں مسلمان ہوئے۔

پروفیسر صاحب بات فیصلے کی یہ ہے کہ میں نے شروع میں جو بات کی کہ آیت اس مسئلہ کے بارے میں ہے، میں ابھی تک اس پر ہوں نبی ﷺ کے فرمان کی وجہ سے، اس پر ہوں صحابہ کی تابعداری میں، اس پر ہوں اجماع امت کی وجہ سے۔ اور پروفیسر صاحب کئی باتیں بدل چکے ہیں۔

نمبر۱۔ یہ کافروں کے لئے ہے۔

نمبر۲۔ یہ باتوں سے روکنے کے لئے ہے۔

نمبر۳۔ یہ خطبے کے لئے ہے۔

نمبر۴۔ یہ نماز کے لئے اور قرأت کے لئے ہے۔ لیکن اونچی سے روکنے کے لئے۔

تو دیکھئے آج تک پروفیسر صاحب مجھ سے زیادہ عمر والے ہیں، قرآن کی ایک آیت کی تفسیر صحیح نہیں سمجھ سکے ورنہ میری طرح ایک ہی بات بیان کرتے اور میں نے جو بات بیان کی اس پر الحمدللہ قائم ہوں اور مجھے یقین ہے کہ یہ بات صحیح ہے۔

میں نے یہ بھی بتایا تھا کہ اس نے جو ابن عباسؓ والی روایت اونچی آواز والی کتاب القرأۃ بیھقی سے پیش کی ہے، اس کا پہلا راوی ضعیف ہے۔ پروفیسر صاحب اگر آپ کو علم اسماء الرجال سے کوئی تعلق ہے اور علم حدیث آپ نے واقعی کسی استاد سے پڑھا ہے تو مجھے اس کی سند صحیح ثابت کر کے دکھائیں۔

نمبر۲۔ پروفیسر صاحب نے ایک بڑی عجیب بات ارشاد فرمائی ہے کہ حق کی بات نہ ہم مانیں گے نہ یہ مانیں گے، پروفیسر صاحب اپنے بارے میں جو چاہیں فرمائیں لیکن میں الحمدللہ

اپنے بارے میں اور اپنی جماعت کے بارے میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ حق بات کو ماننے میں ہم شکست نہیں سمجھتے بلکہ فتح سمجھتے ہیں۔ جو حق بات ہو ہم مانیں گے، میں یہ نہیں کہتا کہ ہم نہیں مانیں گے۔ پروفیسر صاحب نے خود یہ بات مان لی کہ حق بات نہ ہم مانیں گے نہ یہ۔ لیکن پروفیسر صاحب یہ اپنے بارے میں تو کہیں، لیکن ہمارے بارے میں نہ کہیں۔ میں عرض کرتا ہوں کہ پروفیسر صاحب اگر آپ اسی طرح رہے آپ نے نہ نبی ﷺ کی تفسیر مانی، نہ صحابہ کی تفسیر مانی، نہ آپ نے اجماع امت کو مانا، تو پھر آپ حق کہاں سے لیں گے؟ نہ حق آپ کے پاس ہوگا نہ آپ مانیں گے۔

بہر حال میں نے یہ باتیں واضح کر دی ہیں۔ بات تو ختم ہے پروفیسر صاحب سے میں مطالبہ کر رہا ہوں کہ قرآن پاک کی اسی آیت کے بارے میں ایک صحابی کا قول پیش کریں کہ یہ آیت قرأت خلف الامام کے بارے میں نازل نہیں ہوئی، اگر ایسا قول ہو پھر رد ہوگا۔ ایک تابعی کا قول ہو۔ میں نے اجماع امت بیان کیا۔ اللہ کے نبی ﷺ کا ارشاد ہو کہ یہ آیت قرأت خلف الامام کے بارے میں نازل نہیں ہوئی۔

پروفیسر صاحب کہتے ہیں کہ میں حق نہیں مانوں گا میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ پروفیسر صاحب ایک صحابی کا قول پیش کریں میں اسی وقت اٹھ کر اعلان کروں گا کہ پروفیسر صاحب نے مجھے یہ بات بتا دی ہے میں مان گیا ہوں اور یہ میری شکست نہیں الحمدللہ فتح ہے۔

پروفیسر عبداللہ بہاولپوری۔

یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت مکی نہیں ہے۔ یہ میرے ہاتھ میں کتاب ہے مولانا رشید احمد گنگوہی کی۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی۔

صحابہ سے تفسیر پیش کرو۔ یہ بات پہلے طے ہوگئی تھی کہ صحابہ سے تفسیر پیش کی جائے گی یا تابعین سے۔

پروفیسر عبداللہ بہاولپوری۔

یہ آیت مکی ہے مدنی نہیں۔ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے سبیل الرشاد میں لکھا ہے، باتفاق محدثین ومفسرین یہ آیت مکی ہے کسی نے اس کے مکی ہونے سے انکار نہیں کیا۔ میں نے ایک حنفی عالم کا حوالہ دیا ہے۔ یہ دیکھیں تفسیر جلالین ہے، اس میں لکھا ہوا ہے سورۃ الاعراف مکیۃ یہ تفسیر جلالین ہے، اب جب یہ مکی ہے۔ یہ جتنے عالم ہیں یہ سب مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے شاگرد ہیں، بلاواسطہ یا بالواسطہ۔ وہ صاف طور پر یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ مکی ہے۔ پھر یہ نورالانوار ہے اس میں لکھا ہے،

وحكمها بين الايتين المصير الى السنة لان الايتين اذا تعارضتا تساقطتا.

جب دو آیتوں میں تعارض ہو تو وہ گر جاتی ہیں،

فلا بدللعمل من المصير الى ما بعده وهو السنة.

پھر ہمیں سنت کی طرف جانا پڑے گا۔

ولا يمكن المصير الى الاية الثالثة.

تیسری آیت کی طرف نہیں جاسکتے،

لانه يفضى الى الترجيح بكثرة الادلة.

اس لئے کہ کثرت دلائل کی وجہ سے ترجیح کا مسئلہ پیدا ہوگا،

ذالک لایجوز.

اور یہ قرآن میں جائز نہیں۔

مثاله قوله تعالىٰ فاقرؤا ما تيسر من القرآن مع قوله تعالىٰ واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا

ان دونوں آیتوں کا آپس میں ٹکراؤ ہے اور جب ٹکراؤ ہے،

فان الاول بعمومه يوجب القرأت على المقتدى والثانى بخصوصه ينفيه وقد وردا فى الصلوة جميعا فتساقطتا.

دونوں ساقط ہوگئیں۔ دونوں سے استدلال نہیں ہوسکتا۔ آگے دیکھئے گا،

فيصار الى الحديث بعده.

اس کے بعد ہم حدیث کی طرف جائیں گے۔

وهو قوله عليه السلام من كان له امام فقرأة الامام له قرأت.

اب ہم حدیث کی طرف جائیں گے یہ ان کے بڑے ہیں۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی۔

ترجمہ بھی کرو۔

پروفیسر عبداللہ بہاولپوری۔

اب ہم حدیث کی طرف جائیں گے،

من كان له امام

جس کا امام ہو،

فقرأة الامام له قرأت.

امام کی قرأت مقتدی کی قرأت کو بھی کفایت کر جائے گی۔ لیکن کون سی قرأت؟ ہم کہتے ہیں کہ الحمد تو فرض ہے۔

(پروفیسر عبداللہ بہاولپوری صاحب کے اس پھنسنے پر لوگوں کی ہنسی قابل دید

تھی لوگ پروفیسر صاحب کے ڈھیٹ پن پر تعجب کر رہے تھے، اس پر کسی نے کہا کہ کیا الحمد قرآن نہیں ہے؟ اس پر پروفیسر صاحب نے کہا کیا الحمد اور باقی قرآن سارا برابر ہے؟ اس پر کسی نے کہا کہ سارا برابر ہے، اس پر پروفیسر صاحب نے کہا کہ کیا حکم مختلف نہیں؟)

پھر پروفیسر صاحب نے فرمایا

کہ میں نے یہ کہا ہے کہ یہ اسی آیت سے استدلال کر رہے ہیں یہ اسی سے استدلال نہیں کر سکتے۔ یہ حنفی عالم کہہ رہے ہیں کہ ہم اس سے استدلال نہیں کر سکتے اور یہ اس کو پیش کر کے اس سے استدلال کر رہے ہیں۔ آپ کہہ رہے ہیں کہ فاتحہ قرآن ہے، بے شک قرآن ہے، لیکن قرآن قرآن کے ہونے میں فرق ہے۔ جو نسبت الحمد کی نماز کے ساتھ ہے باقی قرآن کی نہیں۔ کوئی امام ہو حنفی ہو یا اہل حدیث ہو الحمد ضرور پڑھے گا باقی قرآن خواہ کہیں سے پڑھ لے۔ لیکن الحمد ضرور پڑھتا ہے۔ اگر سارا قرآن برابر ہے اور الحمد بھی برابر ہے تو پھر یہ کیوں پڑھی جاتی ہے۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی۔

یہ لکھا ہے کہ یہ آیت بخصوصہ خاص مقتدی کو پڑھنے سے منع کر رہی ہے۔

پروفیسر صاحب۔

اس نے دو آیتیں لکھی ہیں ایک واذا قرئ القرآن دوسری فاقرؤا ما تیسر من القرآن انہوں نے کہا کہ فاقرؤا ما تیسر کہتی ہے کہ مقتدی پڑھے اور واذا قرئ القرآن روکتی ہے،

فان الاول بعمومه يوجب القرأت على المقتدى.

اول یعنی فاقرؤا ما تیسر من القرآن یہ مقتدی پر پڑھنا واجب کرتی ہے، اور واذا قرئ القرآن کہتی ہے کہ نہ پڑھے، اب دونوں آیتوں میں ٹکراؤ ہے۔ لہذا ہم نہ اس سے استدلال کرتے ہیں نہ اُس سے استدلال کرتے ہیں۔ اس کو چھوڑ کر ہم حدیث کو لیتے ہیں۔

اس پر مناظرہ کروانے والے حاجی صاحب نے کہا کہ یہ حدیث تو اسی سے روک رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ امام کی جو قرأت ہے وہ مقتدی کی قرأت ہے۔

پروفیسر عبداللہ بہاولپوری۔

ایک یہ ہے کہ مقتدی پڑھے اور دوسری یہ ہے کہ مقتدی نہ پڑھے۔

اس پر حاجی صاحب نے کہا کہ حدیث تو یہ ہے کہ جب امام پڑھے تو تم خاموش ہو جاؤ۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی۔

میں اس بات کا جواب دیتا ہوں۔

اس پر حاجی صاحب نے کہا،

کہ میں نے پہلے کہا تھا کہ اگر تیسرا آدمی بولے گا خواہ حنفی عالم ہو یا اہل حدیث میں اس کو نکال دوں گا۔ اب (سلفی یا چھوتی) صاحب نے بات کی ہے، علماء کی عزت کا مسئلہ ہے لیکن اس آدمی کو میں باغی تصور کروں گا، اسی کو آپ نے تسلیم کیا ہے۔ میں نے بھی وہ کتاب نہیں پڑھی، حالانکہ میں پڑھ سکتا ہوں۔ وہ کتاب اٹھا کر میں نے مولانا کو دے دی ہے، اس لئے کہ جو میں نے خود کہا ہے اس کے خلاف نہ لازم آئے۔ اگر ان کو اعتراض ہے تو یہ پروفیسر صاحب کو پیچھے کر دیں خود آگے تشریف لے آئیں۔ اگر آپ ان میں پروفیسر صاحب میں ضعف محسوس کرتے ہیں تو خود آگے تشریف لے آئیں۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی۔

الحمد للہ وکفیٰ والصلوۃ والسلام علی عبادہ

الذین اصطفیٰ۔ اما بعد۔

دیکھئے بات الحمدللہ صاف ہوتی چلی آ رہی ہے، پروفیسر صاحب نے فرمایا تھا کہ ہم حق نہیں مانیں گے، حاجی صاحب نے بڑی صاف بات پوچھی کہ فاتحہ قرآن ہے یا نہیں؟ اس کا

جواب اتنا ہے کہ ہے یا نہیں۔

(غیر مقلدین آپس میں باتیں کرنے لگے جس پر مناظرہ منعقد کروانے والے حاجی صاحب نے فرمایا کہ جب مولانا بات کرتے ہیں آپ سنتے کیوں نہیں)

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جب عورت پر ایسے دن آتے ہیں جن میں وہ نماز نہیں پڑھتی کیا وہ قرآن پڑھتی ہے؟ (نہیں)۔نہیں پڑھتی ہے۔ فاتحہ پڑھتی ہے؟ نہیں۔تو فاتحہ اور سارے قرآن کا ایک ہی حکم ہوا۔ جب مرد یا عورت پر غسل فرض ہو تو قرآن نہیں پڑھتے۔ فاتحہ پڑھتے ہیں؟ نہیں۔تو فاتحہ اور سارے قرآن کا ایک ہی حکم ہوا۔آنخضرت ﷺ نے فرمایا کہ رکوع اور سجدہ میں قرآن پڑھنا منع ہے جس طرح سورۃ یٰسین پڑھنا منع ہے اسی طرح سورۃ فاتحہ پڑھنا بھی منع ہے۔

پھر قرآن کہتا ہے **اذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ** آپ اور کوئی کتاب شروع کرتے ہیں تو حاجی صاحب آپ اعوذ باللہ نہیں پڑھتے، جب قرآن پڑھتے ہیں تو اعوذ باللہ پڑھتے ہیں۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں آپ فیصلہ دیں کہ آپ نماز میں سورۃ فاتحہ سے پہلے اعوذ باللہ پڑھتے ہیں یا کسی اور سورۃ سے پہلے؟ سورۃ فاتحہ سے پہلے پڑھتے ہیں۔تو سورۃ فاتحہ قرآن ہوئی یا نہ ہوئی؟ حاجی صاحب نے تو بات بالکل واضح فرمادی ہے کہ جب پورے قرآن کا یہ حکم ہے، اب پروفیسر صاحب ان دو آیتوں کو ٹکرانا چاہتے ہیں کہ یہ دو آیتیں آپس میں ٹکرا جائیں اور اس طرح یہ آیت ختم ہو۔

آیت **فاقرؤا ما تیسر من القرآن** سورۃ مزمل کی آیت ہے، اور صحیح مسلم شریف میں موجود ہے کہ سورۃ مزمل بالکل ابتدا میں نازل ہوئی ہے۔ علامہ سیوطی الاتقان میں فرماتے ہیں کہ سورۃ مزمل تیسرے نمبر پر نازل ہوئی۔ بلکہ یہ کتاب جو انہوں نے دی تھی تحقیق الکلام اس میں بھی ہے کہ مزمل کا نزول اعراف سے پہلے کا ہے اور سورۃ فاتحہ پانچویں نمبر پر نازل ہوئی ہے۔ پانچ پہلے ہوتا ہے یا بعد میں؟ جس دن سورۃ مزمل آئی ہے اس وقت تو ابھی فاتحہ نازل بھی نہیں ہوئی تھی۔ اس

لئے یہ اختلاف کیسے بنے گا۔ سورۃ مزمل نازل ہوئی ہے تہجد کے بارے میں۔ تہجد کی نماز اکیلے پڑھی جاتی ہے، تو یہ اکیلے کا مسئلہ ہے۔ اس کو ہم مانتے ہیں کون نہیں مانتا۔ آپ اکیلے نہیں پڑھتے؟ آپ کیوں خواہ مخواہ ٹکراؤ پیدا کر رہے ہیں۔ پھر جو حدیث انہوں نے بیان فرمائی ہے

(من کان له امام فقرأة الامام له قرأت)

فرماتے ہیں امام اخبرنا ابوحنیفہؒ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے ہمیں یہ حدیث سنائی **حدثنا ابو الحسن موسیٰ بن ابی عائشه.** [1]۔ وہ فرماتے ہیں کہ امام موسیٰ بن ابی عائشہ نے ہمیں حدیث سنائی،

حدثنا عبدالله بن شداد ابن الهاد عن جابر بن عبدالله

قال صلی رسول الله ﷺ

حضرت جابر بن عبداللہ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جماعت کروا رہے ہیں۔ دیکھو جماعت کی حدیث ہے، اور ایک آدمی جب آیا تو اس نے قرآن پڑھنا شروع کر دیا نماز میں انسان قرآن کہاں سے شروع کرتا ہے؟۔ فاتحہ سے۔ **فجعل رجل من اصحاب النبی ﷺ** حدیث پر غور کریں، یہاں (پڑھنے والے کے لئے) رجل کا لفظ ہے اور یہاں (روکنے والے کے لئے) صحابی کا لفظ ہے۔ اس نے اس کو نماز میں روکنا شروع کر دیا، یعنی صحابہ کے نزدیک یہ مسئلہ اتنا پختہ تھا کہ اسے وہ نماز کے بعد بھی روک سکتے تھے، لیکن نماز کے اندر ہی روکنا شروع کر دیا۔

ینهاه عن القرأت فی الصلوة.

(۱)۔ اس میں جو دو راوی تابعی ہیں ایک امام صاحب ہیں جن کی امامت پوری دنیا پر اظہر من الشمس ہے اگرچہ کوئی چمگادڑ آپ کے شمس امامت کو نہ دیکھ سکے۔ دوسرے راوی حضرت موسیٰ بن ابی عائشۃ الکوفی یہ بھی جلیل القدر تابعی ہیں امام بخاری نے بخاری میں **باب کیف کان بدؤ الوحی** میں ان سے روایت لی ہے۔

نماز میں ہی روکنا شروع کردیا۔

فقال انتهانى عن القرأت خلف النبى ﷺ.

نماز کے بعد اس نے کہا کہ اللہ کے نبی ﷺ جماعت کروا رہے ہیں، تو نے مجھے پیچھے قرأت کرنے سے کیوں روکا۔ فتنازعا دونوں میں جھگڑا ہوگیا، حتیٰ ذکر ذالک للنبی ﷺ یہ جھگڑا اللہ کے نبی ﷺ کے سامنے گیا۔ دیکھئے اللہ کے نبی ﷺ سے بڑی عدالت کس کی ہے؟ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا

من صلى خلف الامام فان قرأت الامام له قرأت.

جو امام کے پیچھے نماز پڑھے امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

یہ حدیث اتنی اونچی سند کی ہے اس کے راوی دو تابعی ہیں اور دو صحابی ہیں۔ صحابہ اور تابعین کے علاوہ راوی ہی کوئی نہیں اور میں پورے دعوے سے کہتا ہوں کہ اتنی اونچی سند کی حدیث پروفیسر صاحب کوئی میرے سامنے پیش نہیں کرسکتے۔ اس لئے دیکھئے میں نے قرآن کی آیت پیش کی اور الحمدللہ دوپہر کے سورج کی طرح آپ کے سامنے یہ بات واضح ہوگئی کہ قرآن کی یہ آیت نازل ہونے سے پہلے صحابہ اللہ کے نبی ﷺ کے پیچھے پڑھتے تھے۔ اس آیت نے آکر منع کردیا۔ اب جس طرح صحابہ پہلے نماز میں باتیں کرلیا کرتے تھے، پھر منع ہوگئیں؟ آج دنیا نے دیکھ لیا ہے کہ جو لوگ قرآن وحدیث کا سب سے زیادہ نام لیتے وہ پہلے ہی قرآن کو چھوڑ گئے اور حدیث بھی کوئی نہیں آرہی۔

اور میں یہ عرض کررہا ہوں کہ اگر بالفرض حدیث ہو بھی سہی تو جس طرح نماز میں باتیں کرنے کی حدیثیں بخاری ومسلم میں ہیں اور اس کے بعد آیت نازل ہوئی قوموا للہ قانتین اب ان حدیثوں پر عمل نہیں رہا، اگر کوئی نماز میں باتیں کرنے کی حدیث پیش کرے تو جس طرح وہ دھوکہ ہوگا اسی طرح یہ بھی دھوکہ ہے۔ یا تو دونوں حدیثیں سنائیں، کرنے کی بھی اور نہ کرنے کی بھی۔ اور اگر ایک سنانی ہے تو نہ کرنے کی سنائے۔

اسی طرح متعہ کرنے کی احادیث موجود ہیں بخاری ومسلم میں اور منع کی روایتیں بھی ہیں اور ہیں اگر کوئی متعہ کرنے کی حدیث سنائے اور منع کی نہ سنائے تو یہ دھوکہ ہے۔ ایک سنانی ہے تو منع کی سناؤ، اس زمانے کی روایتیں جب شراب بھی جائز تھی جب متعہ بھی جائز تھا، یہ اس زمانے کی روایتیں لوگوں کو سنائے اور اس کے بعد آیتیں نازل ہوئیں متعہ کی حرمت کی آیت نازل ہوئی، نماز میں باتیں کرنے سے منع کرنے کی آیت نازل ہوئی، بیت المقدس سے منہ پھیرنے کی آیت نازل ہوئی، نماز میں امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے کی آیت نازل ہوئی، اس آیت کو کیوں نہیں مانتے؟ اس لئے میں پروفیسر صاحب سے گذارش کرتا ہوں کہ ایک روایت پیش کردے۔ کہ یہ آیت قرأت خلف الامام کے بارے میں نازل نہیں ہوئی میں خدا کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ زبان کھولوں گا ہی نہیں۔ اور لکھ کردے دوں گا کہ مسئلہ الحمدللہ حل ہوگیا ہے۔ ایک صحابی سے نقل کردیں کہ یہ آیت قرأت خلف الامام کے بارے میں نازل نہیں ہوئی، مجھے اس کے بعد بیان کرنے کے لئے اٹھنے ہی نہ دینا۔ اور میں اس کو بھی فتح سمجھوں گا کہ پروفیسر صاحب نے اپنی ساری عمر کے مطالعے سے میرے علم میں اضافہ کیا ہے۔ لیکن میرا دعویٰ ہے کہ قیامت تک نبی ﷺ سے، نبی پاک ﷺ کے صحابہ سے، تابعین سے کسی ایک کا قول بھی پیش نہیں کرسکتے کہ یہ آیت قرأت خلف الامام کے بارے میں نازل نہیں ہوئی۔

بات تو واضح ہوگئی ہے، جب قرآن سامنے آگیا ہے، قرآن کا انکار کرنا چاہئے؟ قرآن کا انکار نہیں کرنا چاہئے اور یہ بات بھی آپ سب کے سامنے آچکی ہے کہ پروفیسر صاحب کو حاجی صاحب نے کتنی صاف بات پوچھی کہ فاتحہ قرآن ہے یا نہیں؟ انہوں نے جو اس پر کہا وہ آپ کے سامنے ہے۔ پروفیسر صاحب یہی لکھ دیں جہاں قرآن کا لفظ آئے گا میں فاتحہ سمیت سارا قرآن مانوں گا یا یہ لکھ دیں کہ میں فاتحہ کو قرآن نہیں مانتا۔ میں آپ کو ایک اور فرق بتاتا ہوں کہ پروفیسر صاحب فاقرؤا ما تیسر من القرآن کے بارے میں مانتے ہیں کہ فاتحہ کے لئے ہے، اور واذا قرئ القرآن کے بارے میں کہتے ہیں کہ فاتحہ کے لئے نہیں۔ فاقرؤا ما تیسر من

القرآن میں فاتحہ قرآن بن گئی، اور واذا قرئ القرآن میں فاتحہ قرآن نہیں رہی۔ میں پروفیسر صاحب کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ خدا کے قرآن کے ساتھ یہ سلوک نہ کیا کرو۔ اب حاجی صاحب سے میں یہی عرض کروں گا کہ میرا یہ مطالبہ پورا کروادو۔

پروفیسر عبداللہ بہاولپوری۔

میں نے یہ عرض کیا تھا کہ فاتحہ قرآن ہے، بہت سارے احکام میں برابر ہے، لیکن نماز کے اعتبار سے اس کا حکم اور ہے۔ اور پورے قرآن کا حکم اور ہے۔ حدیث ہے۔

عن عبادة بن الصامت ؓ ان رسول اللہ ﷺ قال لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب.

یہ عام ہے کہ مقتدی کی نماز بھی نہیں ہوتی۔ جب فرمایا لاصلوة کوئی نماز خواہ امام کی ہو یا مقتدی کی، کوئی نماز نہیں ہوتی فاتحہ کے بغیر۔

عن عبادة بن الصامت قال قال رسول اللہ ﷺ لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب خلف الامام.

اس آدمی کی نماز نہیں جو امام کے پیچھے الحمد شریف نہ پڑھے۔ آگے فرماتے ہیں فھذا اسناد صحیح یہ جو روایت ہے اس کی سند صحیح ہے۔

فزيادة التي فيه كزيادة التي في حديث مكحول وغيره فهذا عن عبادة بن الصامت صحيح.

عبادہ بن صامت ؓ سے یہ روایت صحیح ہے، مشہور من اوجه كثيرة کئی سندوں سے یہ روایت واضح ہے،

وعبادة ابن الصامت من اكابر اصحاب رسول الله ﷺ وفقهائه

حضور ﷺ کے بڑے صحابہ میں سے ہیں، اور فقیہ صحابہ میں سے ہیں۔ وہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھا کرتے تھے۔ وہی حضور ﷺ کی حدیث بیان فرماتے ہیں اب میرا سوال یہ ہے کہ کیا مولانا صاحب کو اس میری بات سے اتفاق ہے کہ جو میں نے حدیث پڑھی ہے وہ صحیح ہے۔

عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله ﷺ لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب خلف الامام وقال اسناده صحيح.

اب دیکھو یہ صحابی ہے اور من اكابر الصحابه اکابر صحابہ میں سے ہے اور الحمد کا نام ہے۔ اور بخاری شریف میں موجود ہے۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی۔

الحمد لله وكفىٰ والصلوة والسلام على عباده الذين اصطفىٰ. اما بعد.

پروفیسر صاحب نے قرآن پاک کی تو کوئی آیت پیش نہیں کی قرآن پاک میں نے پیش کیا اور اللہ کے نبی ﷺ سے اس کی تفسیر بیان کی صحابہ ؓ سے بیان کی، تابعین سے بیان کی، اجماع امت سے بیان کی۔ الحمد للہ ہمارا مسئلہ قرآن سے ثابت ہوگیا، حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق تو اب دوسری طرف جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن اب پروفیسر صاحب نے آپ کے سامنے دو روایتیں پڑھی ہیں، ایک تو صحیح بخاری سے پڑھی، اس حدیث میں مقتدی کا ذکر بالکل نہیں ہے۔

حاجی صاحب آپ الفاظ دیکھیں،

حدثنا علي بن عبدالله حدثنا سفيان بن عيينه حدثنا الزهري عن محمود بن الربيع عن عبادة بن الصامت ؓ ان

رسول الله ﷺ قال لا صلوٰة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب.

اس میں مقتدی کا ذکر نہیں، پھر یہ کہ اس میں جو راوی سفیان بن عیینہؒ ہیں یہ خود فرماتے ہیں هذا لمن يصلي وحده یہ اکیلے کے لئے ہے۔ سنن ابی داؤد میں ہے۔ [۱] ۔ یہ انکار کریں، میں ابھی دکھاتا ہوں۔ یہ راوی سفیان بن عیینہؒ خود فرماتے ہیں هذا لمن يصلي وحده. میں آپ سے پوچھتا ہوں حدیث لانبی بعدی ہے اگر کوئی یہ سنانے کے بعد کہے کہ غیر تشریعی نبی آسکتا ہے، تو آپ اس کو حدیث کا منکر کہیں گے یا نہیں؟ اگر یہ حدیث مقتدی کے لئے ہے تو اس کا راوی اس کا منکر ہے۔ وہ کہتا ہے یہ مقتدی کے لئے ہے ہی نہیں۔

پھر پروفیسر صاحب پاکستان میں رہتے ہیں سفیان بن عیینہ مکہ میں رہتا تھا۔ کیا مکہ مکرمہ والا عربی جانتا ہے یا نہیں؟ اس کے بعد اس کے استاد ہیں زہری۔

(اس کے بعد شور ہونے لگا۔ غیر مقلدین دلائل کا جواب برداشت نہ کر سکے، شور تھا تو حضرت نے بات شروع فرمائی)

یہ آپ نے دیکھ لیا کہ قرآن پاک الحمدللہ اہل سنت والجماعت کے پاس ہے، اب آئی بخاری شریف کی بات۔ بخاری شریف سے پروفیسر صاحب نے جو حدیث پڑھی ہے،

لاصلوٰة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب.

میں کہتا ہوں کہ اس کی سند کے جو راوی ہے امام سفیان بن عیینہؒ مکہ مکرمہ کے رہنے والے وہ عربی النسل ہیں وہ فرماتے ہیں هذا لمن يصلي وحده یہ اکیلے آدمی کے لئے ہے۔ امام

(۱)۔ ابوداؤد ص ۱۲۶ اور یہ سفیان بن عیینہ کون ہیں جن کے متعلق امام ذھبی تذکرۃ الحفاظ میں فرماتے ہیں العلامه الحافظ شيخ الاسلام محدث الحرم حدیث اور سنت کے سب سے بڑے عالم فرماتے ہیں جو امام شافعی اور امام احمد اور امام یحیٰ بن معین کے استاد ہیں (تذکرۃ الحفاظ ص ۲۶۲ ج ۱)

بخاریؒ کے استاد امام احمدؒ فرماتے ہیں اذا كان وحده. [۱] ۔ یہ اکیلے کے لئے ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ موطا امام مالکؒ میں، حدیث کی وہ کتاب جو مدینہ میں لکھی گئی اس میں فرماتے ہیں من صلى صلوٰة جس نے نماز پڑھی اس میں فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہوئی۔ الا ان يكون وراء الامام. ہاں اگر امام کے پیچھے ہو تو نہیں۔ مدینہ منورہ میں حضرت جابر بن عبداللہؓ اللہ کے نبی ﷺ کے صحابی وہی بات بیان فرماتے ہیں۔

پھر پروفیسر صاحب کی ایک اور بات میں عرض کر دوں؟ انہوں نے بخاری ص ۱۰۴ ج ا سے روایت پڑھی، اس بخاری میں ص ۱۰۸ پر روایت ہے اور روایت کا ترجمہ میں امام جماعت کرا رہا، اہل حدیث عبدالستار صاحب سے کرتا ہوں، خود نہیں کرتا۔ وہ فرماتے ہیں فتاویٰ ستاریہ ص ۵۰ ج ا کہ رسول پاک ﷺ کے صحابی آخری بار مدینہ منورہ میں حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے، رسول پاک ﷺ جماعت کروا رہے ہیں۔

(اس پر پروفیسر حافظ عبداللہ بہاولپوری نے کہا کہ میں نے جب مولانا رشید احمدؒ کی عبارت پڑھی آپ نے نہیں پڑھنے دی اس پر حضرت نے فرمایا)

وہ عبارت تھی یہ ترجمہ ہے، ترجمہ تو مجھے بھی کرنے کا حق ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ جماعت کروا رہے ہیں اور آپ ﷺ رکوع میں چلے گئے، سارے صحابہ بھی رکوع میں چلے گئے۔ حضرت ابوبکرؓ ابھی صف سے دور ہیں، انہوں نے وہیں سے رکوع کر لیا کہ میری

(۱)۔ واما محمد بن حنبل فقال معنى قول النبي ﷺ لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب اذا كان وحده. (ترمذی ص ۷۱)

رکعت نہ رہ جائے۔اب جو پیچھے سے رکوع کرتا ہے وہ فاتحہ پڑھتا ہے؟[1]۔

اسی بخاری میں یہ جماعت والی حدیث تھی یا نہیں؟ پروفیسر صاحب کو جماعت والی حدیث پیش کرنی چاہئے، بخاری شریف سے دھوکہ ہو رہا ہے۔اور ہم انشاء اللہ یہ دھوکہ نہیں ہونے دیں گے۔یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک آدمی قرآن سے وہ آیت نہ سنائے، جس میں ہے ماں سے نکاح حرام ہے،بہن سے نکاح حرام ہے، یہ آیت تو نہ سنائے اور وہ آیت پڑھے،

فانکحوا ما طاب لکم من النساء.

اور کہے ما عام ہے اور پروفیسر صاحب سے پوچھو کہ ماں عورت ہے یا نہیں۔؟ وہ کہے کہ قرآن سے ثابت ہو گیا کہ ماں سے نکاح جائز ہے، خالہ عورت ہوتی ہے یا نہیں؟ اور کہے کہ قرآن میں ما عام ہے خالہ کے ساتھ نکاح جائز،بہن کے ساتھ نکاح جائز۔میں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں یہ قرآن کے ساتھ دھوکہ ہے یا نہیں؟ میں نے جماعت کی نماز کی حدیث پڑھی اور اس کا ترجمہ امام جماعت غرباء اہل حدیث سے پیش کیا یہ اسی طرح دھوکہ کرتے ہیں۔

اب بخاری کی کوئی حدیث پیش کرے کہ کھاؤ جو چاہو۔اور کہے کہ خنزیر کھانا بھی جائز

---

(۱). حدثنا حمید بن مسعدة ان یزید بن زریع حدثهم ثنا سعید بن ابی عروبه عن ذیاد الاعلم ثنا الحسن ان ابابکرة حدث انه دخل المسجد ونبی الله ﷺ راکع قال فرکعت دون الصف فقال النبی ﷺ زادک الله حرصا ولا تعد (ابو داؤد ص ۱۰٦)

حدثنا موسی بن اسماعیل قال حدثنا همام عن الاعلم وهو ذیاد عن الحسن عن ابی بکرة انه انتهی الی النبی ﷺ وهو راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف فذکر ذالک للنبی ﷺ فقال ذادک الله حرصا ولا تعد. (بخاری ص ۱۰۸ ج ۱)

ہے۔سود کھانا بھی جائز ہے، اور لوگوں سے پوچھے کے حدیث صحیح ہے یا نہیں؟ یہ بتاؤ حدیث صحیح ہے یا نہیں؟ حدیث تو صحیح ہے، کہ جو چاہو کھاؤ۔لیکن اس کا یہ مطلب غلط ہے کہ جو چاہو کھاؤ، خنزیر کھاؤ، سود کھاؤ، یہ حدیث صحیح ہے۔اتنا بڑا دھوکہ یہ بخاری شریف کے ساتھ کر رہا ہے۔

اب دیکھئے پروفیسر صاحب نے یہ حدیث پڑھی تھی لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب خلف الامام۔ یہ کتاب القرأت بیہقی میں ہے۔یہ وہ حدیث ہے جو حافظ عبد القادر روپڑی نے چار جگہ میرے سامنے پیش کی، آج تک وہ اس کی سند کے راویوں کو ثقہ ثابت نہیں کر سکے۔حافظ عبد اللہ صاحب اس کے راویوں کو اسماء الرجال کی کتابوں سے ثقہ ثابت کر لیں میں مان لوں گا۔

اب دیکھئے یہ ص ۷۰ ہے اس کتاب میں آگے ص ۹۳ پر انہوں نے آیت کا شان نزول بیان کیا چار صحابہ اور بائیس تابعین سے۔تو کتاب والے نے ثابت کر دیا کہ یہ ساری حدیثیں اس آیت سے منسوخ ہو گئیں۔قیامت تک پروفیسر صاحب اس حدیث کو صحیح ثابت نہیں کر سکتے۔لیکن

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

دوسرا دھوکہ کیا دیا کہ آگے اس آیت کی تفسیر چار صحابہ اور بائیس تابعین سے ہے۔جس سے پتا چلا کہ اگر یہ صحیح بھی ہوتی تو آیت سے پہلے کی ہے، میں پہلے بھی یہ کہ چکا ہوں کہ ایسا دھوکہ جائز نہیں۔کہ متعہ کی آیتوں کو پیش کرنا اور اس سے منع کی روایتوں کو پیش نہ کرنا کیا یہ ایمانداری ہے؟ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی روایتوں کو پیش کرنا اور بیت اللہ والی روایتوں کو چھپانا کیا یہ ایمانداری ہے؟۔نماز میں باتیں منع ہو جانے کے بعد نماز میں باتیں کرنے کی حدیثیں سنانا اور آپ کو کہنا کہ اسی پر عمل کرو یہ دھوکہ ہے یا نہیں؟۔اسی طرح کا دھوکہ پروفیسر صاحب نے اس کتاب کے ساتھ کیا اور اس کتاب میں صفحہ ۷۴ پر روایت موجود ہے،عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں من صلی صلوة جس نے نماز پڑھی

فلم یقرأ بام الکتاب لیکن فاتحہ نہیں پڑھی، فھی خداج وہ نماز ناقص ہے، الا ان یکون خلف الامام اگر امام کے پیچھے ہو تو ہو جائے گی۔

کیا ۱۷۴ صفحہ والی حدیث پروفیسر صاحب کو نظر نہیں آئی۔ اسی طرح صفحہ ۱۷۶ پر حدیث موجود ہے عن جابر بن عبداللہ قال قال رسول اللہ ﷺ کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا، میں دھوکہ بتا رہا ہوں کہ اس صفحے سے آگے نہیں پڑھا، یہ ایک عظیم دھوکہ ہے آپ اندازہ لگائیں کیا انہیں یہ حدیثیں نظر نہیں آئیں۔

پروفیسر عبداللہ بہاولپوری۔

میں نے حدیث پڑھی تھی اس پر انہوں نے کہا کہ اس کا راوی سفیانؒ یہ کہتا ہے لمن یصلی وحدہ اب دیکھیں فرمان نبی ﷺ کا ہے، اس کی تشریح نہ صحابی بیان کرے، نہ تابعی بلکہ بعد والا بیان کرے۔ اب یہ ہے کہ صحابی سے پوچھا جائے گا کہ یہ کس کے لئے ہے؟ یا بعد والا راوی بتائے گا کہ یہ کس بارے میں ہے؟ اب بتائیں کہ صحابی کا کہنا معتبر ہوگا یا بعد والے کا کہنا معتبر ہوگا؟۔ آپ یہ دیکھیں کہ صحابی کا کہنا معتبر ہوگا یا بعد والے راوی کا کہنا معتبر ہوگا۔ آپ اس بات کا فیصلہ کریں۔ صحابی معتبر ہوگا۔

یہ ابو عبداللہ امام بخاریؒ کے استاد ہیں، ان کے استاد ہیں حضرت سفیانؒ ان کے استاد ہیں زہریؒ، زہری کے استاد ہیں محمود بن ربیع تابعی۔ حضرت عبادہؓ صحابی سے نقل کرتے ہیں کہ یہ بات حضور ﷺ نے بیان فرمائی۔ اب دیکھئے کہ صحابی کا کہنا معتبر ہے یا بعد والے کا کہنا معتبر ہے۔ دوٹوک فیصلہ کہ صحابی کا کہنا معتبر ہوگا یا بعد والے راوی کا کہنا معتبر ہوگا۔ امام کے پیچھے مقتدی قرأت کرے یا نہ کرے۔ یہ ان سے پوچھیں ابھی پوچھیں۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ نے کبھی یہ نہیں کہا کہ جو فاتحہ امام کے پیچھے نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔ ایک بھی صحیح سند سے یہ ثابت نہیں کر سکتا۔

پروفیسر عبداللہ بہاولپوری۔

صحابی ایک حدیث بیان کرتا ہے اس کے بعد اس کا عمل کیا ہے؟ اس سے حدیث کے معنی متعین نہیں ہو جائے گا؟ اب حضرت عبادہ بن صامتؓ کا اپنا مذہب ہے یہ لکھا ہے کہ جب حضرت عبادہ بن صامتؓ نے ایسا نہیں کیا تو قطعی بات ہے کہ وہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتے تھے۔ اور جہری نمازوں میں بھی وہ پڑھتے تھے اب یہ کہتے ہیں کہ یہ طے شدہ بات ہے۔ آپ ان سے یہ پوچھیں کہ عبادہ بن صامتؓ کا مذہب کیا ہے؟ امام کے پیچھے پڑھنے کا ہے یا نہیں۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی۔

یہ پوچھیں کہ عبادہ بن صامتؓ امام کے پیچھے اونچی آواز سے پڑھتے تھے یا آہستہ؟ وہ اونچی پڑھتے تھے۔ یہ لکھ دیں کہ آج کے بعد ہمارا مذہب اونچا پڑھنے کا ہے۔ اب دیکھیں کہ عبادہؓ کے مذہب پر ان کا بھی عمل نہیں۔

پروفیسر عبداللہ بہاولپوری۔

عبادہ بن صامتؓ کا یہ مذہب ہے، کہ وہ امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے، جو ان کا مذہب بالکل غلط ہے، اونچی کرنے کا وہ ہم نہیں لیتے۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی۔

یہ دیکھئے کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ کو یہ نہیں مانتے یہ لکھ دیں کہ ان کی نماز خلاف سنت تھی یا یہ آج سے اونچی آواز سے فاتحہ پڑھا کریں گے۔

پروفیسر عبداللہ بہاولپوری۔

میں آپ کو یہ کہہ رہا ہوں کہ عبادہ بن صامتؓ کا مذہب کیا ہے؟ ان کا مذہب ہے امام کے پیچھے پڑھنا۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب او کاڑوی۔

یہاں لکھا ہوا ہے، قرأ بھا جھراً خلف الامام پھر امام مالکؒ مدینے کے امام ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ابونعیم وہب بن کیسانؒ نے یہ حدیث سنائی،

ان سمع جابر بن عبداللہؓ یقول من صلی رکعة لم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام.

جس نے نماز پڑھی اس نے فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہوئی۔

الا وراء الامام

مگر یہ کہ امام کے پیچھے ہو۔

یہ صحابہ کی حدیث ہے۔اور اس کے کسی راوی پر اعتراض نہیں۔ (۱)

عبداللہ بہاولپوری۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں اکثر اہل علم کا عمل حدیث عبادہؓ پر ہے امام مالکؒ کا عمل بھی اس پر ہے۔امام شافعیؒ کا عمل بھی اس پر ہے، امام احمدؒ کا عمل بھی اس پر ہے، یرون القرأت خلف الامام یہ سارے قرأت خلف الامام کے قائل ہیں۔

حضرت او کاڑوی۔

الحمد للہ وکفیٰ والصلوۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ. اما بعد.

یہ لوگ صحابہ پر آئے تھے، پھر جس صحابی کو پیش کیا اسے خود ہی چھوڑ گئے۔ بلکہ انھوں نے یہاں تک کہا ہے کہ صحابہ کو نہیں لینا، سنت کو لینا ہے۔اس کا مطلب ہے کہ صحابہ سنت کو نہیں مانتے

(۱). موطاء امام مالک ص ۶۶.

تھے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون.

حاجی صاحب یہ دیکھیں۔

عن جابرؓ عن النبی ﷺ کل صلوۃ لا یقرأ فیہ بام القران

ہر وہ نماز جس میں فاتحہ نہ پڑھی جائے فھی خداج وہ ناقص ہے الا ان تکون وراء الامام. اللہ کے نبی ﷺ فرما رہے ہیں۔ یہ مغنی ابن قدامہ موجودہ سعودی حکومت کی شائع کی ہوئی کتاب۔لوگوں کو یہ کہتے ہیں کہ وہ ہمارے مذہب کے ہیں۔مغنی ابن قدامہ میں انھوں نے اسکو استدلال میں پیش کیا ہے۔اور جو روایت انھوں نے اب ترمذی سے پڑھی ہے اس پر ان کا فیصلہ کیا ہے؟ ان کا فیصلہ یہ ہے کہ اس کا راوی ابن اسحاق ہے، یہ روایت ضعیف ہے۔

نمبر۲۔

جس طرح اس نے بخاری سے دھوکہ کیا تھا اسی طرح ترمذی سے دھوکہ کیا ہے۔یہ روایت تو پڑھی، لیکن اس سے اگلی روایت ہے عن ابی ھریرۃ حضرت ابوھریرۃؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے اور فرمایا کیا کوئی اب بھی میرے پیچھے پڑھتا ہے۔ (۱)

(۱).حدثنا الانصاری نا معن نا مالک عن ابن شهاب عن ابن اکیمه اللیثی عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ انصرف من صلوۃ جھر فیھا بالقرأۃ فقال ھل قرأ معی احد منکم انفا فقال رجل نعم یا رسول اللہ ﷺ قال انی اقول مالی انازع القرآن قال فانتھی الناس عن القرأۃ مع رسول اللہ ﷺ فیمایجھر فیہ رسول اللہ ﷺ من الصلوت بالقرأت حین سمعوا ذالک من رسول اللہ ﷺ

(ترمذی ص ۷۱)

مطلب ہے کہ منع ہو چکی تھی اور بھری ہوئی مسجد میں سے صرف ایک آدمی پیچھے پڑھنے والا نکلا۔ صرف ایک آدمی۔ وہ نیا آدمی تھا وہ نکلا تو حضور ﷺ نے فرمایا۔

انی اقول ما لی انازع القرآن.

یہ روایت اس پہلی روایت سے نچلی سطر میں ہے پروفیسر صاحب یہ چھوڑ گئے، پروفیسر صاحب خدا کا خوف کرو، یہ دن ہے حدیث موجود ہے۔ انی اقول مالی کا ترجمہ سنو، قرآن میں آتا ہے سلیمان علیہ السلام نے فرمایا وما لی لا اری الھدھد ڈانٹ رہے ہیں، حضرت سلیمان علیہ السلام کس پر ناراض ہیں؟ ہدہد پر۔ کون؟ اللہ کے نبی سلیمان علیہ السلام۔ کیا فرمایا مالی۔ اب اللہ کے آخری نبی ﷺ کس پر ناراض ہیں؟ پیچھے قرآن پڑھنے والے پر۔ اگر ہم نے اللہ کے نبی ﷺ کو ناراض کرلیا تو کیا ہمارے پاس کچھ رہ جائے گا؟ اس حدیث سے جو پروفیسر صاحب نے نہیں پڑھی اس سے ثابت ہوا کہ جو امام کے پیچھے پڑھے اسے ڈانٹنا اللہ کے نبی ﷺ کی سنت ہے۔ اور دیکھو صحابہ کس طرح ڈانٹتے ہیں؟ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے پڑھتا ہے میں اس کے منہ میں پتھر بھر دوں گا۔ (۱)۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں انگارہ رکھ کر زبان ہی جلا ڈالوں گا۔ (۲)۔ اس طرح حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر میرا بس چلے تو میں زبانیں کھینچ لوں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضور ﷺ کے صحابی فرماتے

(۱). قال محمد اخبرنا داؤد بن قیس الفراء اخبرنا محمد بن عجلان ان عمر بن الخطاب قال لیت فی فم الذی یقرأ خلف الامام حجراً (موطا امام محمد ص ۱۰۲)

(۲). قال محمد اخبرنا داؤد بن قیس الفراء المدنی اخبرنی بعض ولد سعد بن ابی وقاص انه ذکر له ان سعداً قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیه جمرة. (موطا امام محمد ص ۱۰۱)

ہیں انه لاجفی من الحمیر کہ وہ گدھے سے بھی زیادہ جفاکش ہے۔ یہ اسی کتاب القراۃ میں ہے۔ جس کو آپ نے سب سے پہلے بڑے شوق سے پیش کیا تھا اندازہ لگائیں کیا پروفیسر صاحب کو ترمذی کی دوسری حدیث پیش کرنی چاہئے تھی یا نہیں؟ امام ترمذیؒ اس بات پر باب ختم کرتے ہیں ھذا حدیث حسن صحیح، جہاں ترمذیؒ نے بات ختم کی ہے ہمیں وہاں بات کرنی چاہئے۔ انہوں نے ترمذی سے کیوں دھوکہ کیا؟ ترمذی تو اس پر باب ختم کر رہے ہیں کہ امام کے پیچھے نہ پڑھے۔

حضرت جابرؓ کی روایت پیش کی ہے انہوں نے اس روایت کو کیوں پیش نہیں کیا۔ اتنا بڑا دھوکہ، میں نے مناظرے میں کہیں نہیں دیکھا۔

(جب غیر مقلدین نے اپنی شکست دیکھی تو انہوں نے شور مچانا شروع کردیا تاکہ مناظرہ ختم ہو جائے۔ بڑی مشکل سے شور پر قابو پایا گیا تو پھر حضرت رئیس المناظرینؒ نے فرمایا)

میں نے قرآن پاک کی آیت پیش کی تھی اور اس کا شان نزول صحابہ اور تابعین سے ثابت کیا کہ یہ قرأت خلف الامام کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اور میں نے غیر مقلدین سے مطالبہ کیا کہ کسی ایک صحابی کا قول ثابت کردیں کہ اس نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کو کہا ہو کہ تم نے بات غلط کی ہے۔ یہ آیت قرأت خلف الامام کے بارے میں نازل نہیں ہوئی۔ کیا میرا یہ مطالبہ پروفیسر صاحب نے پورا کیا ہے؟

(اس پر عوام نے کہا نہیں)

چھتوی صاحب بھی پورا نہیں کر سکتے۔

(اس پر چھتوی صاحب بڑے تلملائے کہ پروفیسر کے سر پر چڑھا ہوا قرض میں کیوں اتاروں، چنانچہ چھتوی صاحب نے کھڑے ہوتے ہی اس سے فرار اختیار کیا، تو عوام کی لعن طعن دیکھ کر یہ اعتراض داغ دیا کہ اس آیت سے حنفیوں نے

استدلال نہیں کیا۔اس پر رئیس المناظرینؒ نے چھتوی صاحب کوآڑے ہاتھوں لے کر فرمایا)

چھتوی صاحب پہلے یہ لکھ دو کہ میں یہ بات نبی پاک ﷺ سے ثابت نہیں کر سکتا، صحابہ سے ثابت نہیں کر سکتا، تابعین سے ثابت نہیں کر سکتا، تو پھر فقہ پر آجانا۔ ہم وہیں میدان لگالیں گے۔گویا کہ مولانا صاحب زبان حال سے کہہ رہے تھے۔

وہ اور ہی ہوں گے جو سہیں ان کی جفائیں بے محل

ہم کسی کا غمزہ بے جا اٹھایا نہیں کرتے

انہوں نے اعتراض کیا کہ تمہارے احناف نے اس آیت سے استدلال نہیں کیا اس پر حضرت نے فرمایا کہ نصب الرایہ۔حنفیوں کی کتاب ہے، اس نے بھی استدلال فرمایا ہے۔اس پر پروفیسر صاحب اپنا سامنہ لے کر رہ گئے۔ پھر حضرتؒ نے فرمایا کہ یہ اللہ کی کتاب پیش نہیں کر سکتے۔اور غصہ حنفیوں پر آرہا ہے۔

جب حضرتؒ نے یہ بات کی تو پروفیسر صاحب پھر آگے بڑھے، تو لوگوں نے کہا ایک آدمی متعین کرو یہ کیا ہے کہ کبھی پروفیسر صاحب آگے بڑھ آتے ہیں، کبھی چھتوی صاحب۔لوگ اس بات کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کر رہے تھے۔کہ یہ دونوں حضرات غیر مقلدیت کی مردہ لاش کو باری باری کندھا دے رہے ہیں، لوگوں نے تنگ آکر پوچھا کہ یہ بتاؤ تمہاری طرف سے مناظر کون ہے تو پروفیسر صاحب نے کہا مناظر میں ہوں۔اس پر عوام نے حاجی صاحب جو کہ مناظرہ کروانے والے تھے ان کو کہا کہ جب پروفیسر صاحب نے کہہ دیا ہے کہ مناظر میں ہوں، تو آپ چھتوی صاحب کو پیچھے کر دیں۔ چنانچہ چھتوی صاحب کو پیچھے کر دیا گیا تب جا کر خدا خدا کر کے شور تھما تو رئیس المناظرین کا بیان شروع ہوا آپ نے فرمایا۔

رئیس المناظرینؒ۔

الحمد لله وكفىٰ والصلوة والسلام على عباده

الذين اصطفىٰ. اما بعد.

انہوں نے قرآن پاک چھوڑا، نبی پاک ﷺ کو چھوڑا، اب صحابی پر بات آگئی۔اس میں بھی بات اتنی ہے کہ ایک شخص اچھی طرح سجدہ نہیں کرتا تھا، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو اس کو بلا کر لے آئے، اور اسے فرمایا وہ چونکہ اکیلا نماز پڑھ رہا تھا تو اسے یہ فرمایا کہ جب تو امام کے پیچھے ہو تو دل میں پڑھا کر، قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے،

تعلم ما في نفسي ولا اعلم ما في نفسك.

اب اس میں دل والی بات کے لئے **في نفسي** کا لفظ بولا جا رہا ہے، دیکھیں ایک دل ہے، ایک ہے دل میں پڑھنا، ایک ہے زبان سے پڑھنا۔

اس کو مثال سے سمجھیں کہ یہ سامنے کیلنڈر لگا ہوا ہے اس پر لگا ہوا ہے ۱۹۸۲ء اگر آپ نماز میں اسے زبان سے پڑھ لیں تو نماز ٹوٹ جائے گی یا نہیں؟ (ٹوٹ جائے گی) دل میں پڑھ لیا تو ٹوٹے گی؟ (نہیں)۔یہاں بھی یہی ہے کہ دل میں پڑھ لے، نہ کہ زبان سے۔پھر دل میں جو چیز ہو اس پر بھی کلام کا اطلاق ہوتا ہے، **ان الكلام لفي الفواد.** پھر دیکھو صحابہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ حضرت نماز میں ہمارے دل میں ایسے ایسے خیالات آتے ہیں جو اگر زبان پر لے آئیں تو ہمیں جہنم کا انگارہ بننا پسند ہے، لیکن وہ باتیں زبان پر لانی پسند نہیں۔[1]۔دل میں وہ کلام آچکا ہے لیکن زبان پر نہیں لائے۔یہاں بھی دل کا مسئلہ ہے۔

---

(۱). عن ابن عباس ان النبی ﷺ جاءه رجل فقال انی احدث نفسی الشی لان اکون حممة احب الی من ان اتکلم به قال الحمد لله الذی رد امره الی الوسوسة رواه ابو داؤد (مشکوة ص ۱۹)

آپ زبان کالفظ دکھاؤ۔۔اسی طرح بخاری میں اذا طلق فی نفسه۔ [1] ۔اگر کوئی دل میں بیوی کوطلاق دے دے، زبان سے نہ دے تو طلاق نہیں ہوگی۔

اس پر چھتوی صاحب اور پروفیسر صاحب نے فرمایا امام محمدؒ اس کو مستحسن سمجھتے ہیں۔

اس پر حضرتؒ نے فرمایا یہ کتاب الحجة علی اهل المدينه امام محمدؒ کی اپنی کتاب ہے۔اور یہ ان کے مناظرے کی کتاب ہے، اور یہ بات بھی یاد رکھو کہ سب سے پہلے حدیث کے مناظرے کی کتاب احناف نے لکھی ہے۔اس میں احادیث پیش کر کے ان کا جواب دیا ہے، اس میں باقاعدہ باب باندھا ہے کہ جب امام آہستہ پڑھے تو اس وقت بھی پیچھے نہیں پڑھنا جو پڑھتا ہے غلط کرتا ہے۔

امام محمدؒ کی اپنی کتاب میں یہ لکھا ہوا ہے، پھر اور ھدایہ میں جو یہ لکھا گیا ہے، آگے اس کی تردید ہے کہ پڑھنے پر وعید آئی ہے۔ [2] ۔انہوں نے ہدایہ کی عبارت چھوڑی ہے، میں کہتا ہوں کہ احادیث سے بھی دھوکہ کرتے ہو اور فقہ سے بھی دھوکہ کرتے ہو۔

اور یہ جو روایت میں نے پیش کی تھی یہ مغنی ابن قدامہ موجودہ سعودی حکومت کی شائع کی ہوئی کتاب اس میں بھی پیش کی گئی ہے۔

---

(۱)۔ حدثنا مسلم بن ابراهيم قال حدثنا هشام قال حدثنا قتاده عن زرارة بن اوفی عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال ان الله تجاوز عن امتی ما حدثت به انفسها مالم تعمل او تكلم قال قتادة اذا طلق فی نفسه فليس بشیء.

(بخاری ص ۷۹۴ ج ۲)

(۲). ھدایہ کی پوری عبارت یہ ہے ويستحن علی سبيل الاحتياط فيما يروی عن محمد ويكره عندهما لما فيه من الوعيد ويستمع وينصت وان قرأ الامام آية الترغيب والترهيب لان الاستماع والانصات فرض بالنص والقرأت

تبصرہ

یہاں پہنچ کر مناظرہ ختم ہو گیا، آپ حضرات پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی ہوگی کہ غیر مقلد مناظر پروفیسر عبداللہ بہاولپوری دلائل پیش کرنے سے کس قدر عاجز رہا۔حدیث سے بھی دھوکہ کیا ہے، ترمذی کی پہلی حدیث پڑھی دوسری چھوڑ دی۔فقہ سے بھی دھوکہ کیا کہ آدھی عبارت پڑھی بقیہ آدھی چھوڑ دی۔

اتنی خیانتوں کے باوجود پروفیسر صاحب ایسے عاجز ہوئے کہ چھتوی صاحب کو آگے کیا پھر غیرت نے جوش مارا تو چھتوی صاحب کو پیچھے کر کے آگے بڑھے، لیکن کوئی داؤ نہ چلا سکے عوام پر یہ بات اظهر من الشمس ہوگئی کہ غیر مقلدین کے پاس سوائے دھوکہ اور فراڈ کے کچھ نہیں اور عوام نے یہ بھی دیکھ لیا کہ رئیس المناظرین، امام المتکلمین، وکیل احناف، حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑویؒ نے قرآن پاک کی آیت پیش کی اور اس کی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ،

وسوال الجنة والتعوذ من النار فخل به.

ترجمہ۔اور مستحسن ہے احتیاط کے طور پر جیسا کہ امام محمد سے روایت کیا گیا ہے۔اور مکروہ ہے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس لئے کہ اس میں وعید ہے وہ سنے اور خاموش رہے اگرچہ امام ترغیب و ترہیب کی آیت ہی کیوں نہ پڑھے اس لئے کہ سننا اور چپ رہنا نص کی وجہ سے فرض ہے اور قرأت اور جنت کا سوال اور جہنم سے پناہ مانگنا یہ تمام چیزیں اس میں خلل ڈالنے والی ہیں۔

(ھدایہ ص ۱۰۱)

حضرت عبداللہ بن مغفل ؓ، حضرت ابو العالیہؒ، حضرت مجاہدؒ، امام زہریؒ، حضرت عطاءؒ سے پیش فرمائی۔ اور اس بات پر اجماع پیش کیا کہ مغنی ابن قدامہ میں لکھا ہوا ہے کہ جو امام کے پیچھے جہری نماز میں قرأت نہ کرے اس کی نماز ہو جاتی ہے۔

پروفیسر صاحب سے حضرت رئیس المناظرینؒ نے مطالبہ کیا کہ کوئی ایک حوالہ دیں کہ جب ان صحابہ یا تابعین نے یہ تفسیر بیان کی تو کسی ایک آدمی نے اٹھ کر ان پر اعتراض کیا ہو۔

پروفیسر صاحب پورے مناظرے میں رئیس المناظرینؒ کے ان لاجواب دلائل کا جواب دینے کی بجائے صمٌ بکمٌ کا مصداق بنے ہوئے اپنی ڈگر پر ہی چلتے رہے۔ عوام پر یہ بات واضح ہو گئی اور خود مناظرہ کروانے والے حاجی صاحب کے دل میں بھی مذہب اہل سنت والجماعت احناف کی حقانیت رچ بس گئی اور ضدی حضرات کے علاوہ باقی تمام حضرات کے دل خوشی سے باغ باغ ہو گئے اور وہ حق کی فتح کی خوشی دل میں بسائے ہوئے اپنے گھروں کو لوٹے۔

فللہ الحمد علی ذالک.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

روئیداد مناظرہ کوہاٹ

مناظر اهل سنت و الجماعت

حضرت مولانا **محمد امین صفدر اوکاڑوی** رحمۃ اللہ علیہ

مولوی **عبدالعزیز نورستانی**

موضوع مناظرہ

مکمل نماز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مناظرہ کوہاٹ

﴿جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقاً﴾

ا۔غیر مقلدین اگرچہ تمام آئمہ اربعہ کو مشرک اور بدعتی کہتے ہیں لیکن سعودیہ کے حنبلی مقلدین کو یہ لوگ اپنا حاجت روا،اور مشکل کشا سمجھتے ہیں۔اوران کے صدقات اور خیرات کے بل بوتے پر ہی ان کی زندگی ہے۔

سعودی عرب کے حنبلی مقلدین تقلید شخصی کو واجب قرار دیتے ہیں۔ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین قرار دیتے ہیں۔بیس رکعت تراویح پڑھتے پڑھاتے ہیں۔امام کے پیچھے جہری نمازوں میں فاتحہ پڑھنے والوں کی نماز کو باطل قرار دیتے ہیں۔

(المغنی ابن قدامہ)

بلکہ جہری نمازوں میں فاتحہ پڑھنے والے مقتدی کو گدھا کہتے ہیں۔

(فتاوی ابن تیمیہ)

رکوع کی رفع یدین نہ کہنے والوں، آہستہ آمین کہنے والوں،اور زیر ناف ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے والوں کی نماز کو وہ ہرگز باطل نہیں کہتے۔انہوں نے کبھی فقہ حنفی کو من گھڑت یا خرافات کا

پلندہ نہیں کہا۔ ہاں مولوی ثناء اللہ غیر مقلد کو اس سعودی حکومت نے گمراہ اور گمراہ کنندہ قرار دیا (فیصلہ مکہ)

(۲) غیر مقلدین نے غیر ملکی سرمائے کی شہ پر کراچی سے پشاور تک فرقہ واریت کی آگ بھڑکا رکھی ہے، تمام محدثین اولیاء اللہ اور فقہاء کو مشرک اور بے نماز کہا جارہا ہے۔ تحریر و تقریر میں چیلنج بازیاں شروع کردیں، ان کی اس اشتعال انگیزی اور نفرت انگیز چیلنج بازیوں سے تنگ آکر کوہاٹ کے اہل سنت والجماعت نوجوانوں نے ان کے مناظرے کا چیلنج قبول کرلیا اور تاریخ مقرر ہوگئی۔

(۳) موضوع مناظرہ۔

چونکہ اسلام میں نماز سب سے اہم عبادت ہے، ایک فرقہ کہتا ہے کہ ہم اہل قرآن ہیں صرف قرآن کو مانتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اچھا مکمل نماز کا طریقہ قرآن سے دکھا دو۔ جب وہ نہیں دکھا سکتے تو ان کا جھوٹا ہونا بالکل واضح ہوجاتا ہے۔

اسی طرح تم لوگ جو تمام امت کو بے نماز، بے نماز کہتے ہو اور دعویٰ کرتے ہو کہ ہماری نماز کا ہر ہر مسئلہ حدیث صحیح، صریح، مرفوع، غیر مجروح، غیر معارض، قطعی الثبوت، صریح الدلالت سے ثابت ہے۔ تو آیئے اپنی نماز کی شرائط، ارکان واجبات، سنتیں، مستحبات، مباحات، مکروہات، اور مفسدات اور نماز میں پیش آنے والے تمام مسائل مذکورہ شرائط کے مطابق حدیث سے ثابت کردیں۔ غیر مقلد اس پر آمادہ ہوگئے۔

(۴) مکمل نماز کا موضوع طے ہوجانے کے بعد مولوی معراج محمد غیر مقلد خطیب کوہاٹ نے، حافظ عبدالقادر روپڑی، مولانا شمشاد سلفی، مولانا خالد گرجاکھی وغیرہم سے استمداد کرنا شروع کردیا؛ اور ان کو مشکل کشائی کے لئے پکارا

(۵) غیر مقلدین کی پہلی شکست۔

چنانچہ مذکورہ حضرات کوہاٹ کے غیر مقلدوں کے امام اور پیشوا بن کر بلکہ حاجت روا اور

مشکل کشا بن کر کوہاٹ پہنچے تو خوب شہرت دی گئی کہ پنجاب سے ہمارے شیر آئے ہیں۔ ان شیروں نے جب دیکھا کہ موضوع مکمل نماز ہے تو یہ لوگ جو دن رات کہا کرتے تھے کہ حنفیوں کی نماز نہیں ہوتی، فرمانے لگے کہ ہمیں اپنی نماز نہیں آتی، کیوں کہ ہم اپنی نماز بہ تفصیل بالا شرائط مذکورہ ہر ہر مسئلہ حدیث سے ہرگز ثابت نہیں کرسکتے۔

کوہاٹ کے غیر مقلدین اب ایسے مایوس تھے۔

جیسے کسی کا خدا نہ ہو

اب ان شیروں نے پوچھا کہ احناف کی طرف سے سائل مناظر کون ہے، جو ہم سے ایک ایک مسئلہ کا سوال کرکے بشرائط مذکورہ احادیث کا مطالبہ کرے گا۔ جب حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب کا نام سنا تو اس شیر افگن کا نام سنتے ہی یہ شیر دم دبا کر کوہاٹ سے بھاگے اور پہلا سانس جہلم میں آکر لیا۔

غیر مقلدین کے روپڑی شیر کو یاد تھا کہ مکڑ والا ضلع فیصل آباد میں تو میں شرائط نماز بھی صحاح ستہ سے نہ دکھا سکا تھا اور اپنے بیگانے مجھے دھتکار رہے تھے۔ آخر یا پولیس المدد الغیاث کا وظیفہ پڑھتے ہوئے وہاں سے بھاگا تھا۔ اور لوگ جان گئے تھے کہ یہ شیر کی کھال میں کوئی اور ہی ہے۔ یہ ان کی پہلی شکست تھی۔

(۶) جب شیروں کو بھاگتے دیکھا تو باقی غیر مقلدوں کے دل دہل گئے کیوں۔

جن کی بہار یہ ہو ان کی خزاں نہ پوچھ

اب غیر مقلدین نے پنجاب کی بجائے پشاور کو اپنا کعبہ حاجات بنایا، اور رب عزیز کو چھوڑ کر عبدالعزیز کو مشکل کشائی کے لئے پکارا۔ وہ مولانا اوکاڑوی صاحبؒ سے ناآشنا تھا۔ اس لئے سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے آگیا۔

مگر یہاں آکر دیکھا کہ غیر مقلدین کے چہروں پر مایوسی کی سیاہی چھائی ہوئی ہے، بچس لگ رہے ہیں، شیر بھاگ چکے ہیں تو پورے ملک میں اختلافات کی آگ بھڑکانے والوں نے

اپنے گھر سے باہر نکلنے سے انکار کر دیا۔ اہل سنت نوجوانوں نے کہا جب تم لوگوں نے پاکستان کی گلی گلی میں چیلنج بازی کر کے ملک کے امن کو برباد کر رکھا ہے تو اب باہر نکلو لیکن

زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد

وہ بنو قریظہ کی طرح اپنے گھروں میں محصور ہو گئے، یہ ان کی دوسری شکست تھی۔

(۷) جس طرح مسلمانوں نے بنو قریظہ کا محاصرہ وہاں پہنچ کر کیا تھا۔ اب بھی اہل سنت والجماعت نے ان کے گھر میں جا کر مولوی عبدالعزیز وغیرہ کا گھیراؤ کر لیا۔ اور مناظر اہل سنت والجماعت نے کہا کہ مدعی پہلی تقریر میں اپنا دعویٰ بیان کرے اور اس کے مفردات کی تشریح کرے، مگر مولوی عبدالعزیز پر سکتہ طاری تھا۔ اس میں اپنا دعویٰ بیان کرنے کی بھی سکت نہ تھی۔ یہ غیر مقلدین کی تیسری شکست تھی۔

(۸) جب مناظر اہل سنت والجماعت نے دیکھا کہ مدعی فرار ہو رہا ہے تو سائلانہ تقریر شروع کر دی۔ اور بتایا کہ مولوی عبدالعزیز نورستانی وغیرہ پشاور کے غیر مقلدین نے اس علاقے کی فضا خراب کرنے کے لئے تمام احناف کو ایک لاکھ روپے کا انعامی چیلنج دے رکھا ہے، بہادر بیگ نے بیس ہزار کا انعامی چیلنج دے رکھا ہے۔

آج ان اشتہاروں میں مندرجہ شرائط کے مطابق اپنی نماز کا ہر ہر مسئلہ عبدالعزیز نورستانی ثابت کریں گے، تو مولانا عبدالعزیز نورستانی نے نہ صرف ان اشتہاروں پر بلکہ ان میں درج شرائط کے موافق بھی مناظرہ کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ یہ غیر مقلدین کی چوتھی شکست تھی۔

(۹) جب مناظر اہل سنت نے دیکھا کہ غیر مقلدین بھاگنا چاہتے ہیں، تو ان سے خود سوال کر دیا کہ مولانا اپنی نماز کی شرائط بیان کریں، اور موافق شرائط احادیث سے ان کا ثبوت پیش فرمائیں۔ غیر مقلد مناظر نے صاف طور پر شرائط نماز بیان کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ غیر مقلدین کی پانچویں شکست تھی۔

(۱۰) اہل سنت والجماعت مناظر نے پھر فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہدایہ شریف سے نماز کی

شرائط اور کتاب وسنت سے ان کے دلائل بیان فرمائے، اور غیر مقلدین کی معتبر کتابوں سے ثابت کر دیا کہ غیر مقلدین کے نزدیک مادر زاد ننگے بھی بلا عذر نماز جائز ہے۔ اور جسم لباس اور مکان پر نجاست لیپ کر بھی نماز جائز ہے۔

فٹ بال کھیلتا ہو تو نماز قبل از وقت بھی جائز ہے۔ اور غیر مقلدین کے مذہب میں منی پاک، شراب پاک، خون، مردار، خنزیر پاک، پیشاب ہر حلال جانور کا بلکہ ایک قول میں کتے اور خنزیر کا پیشاب بھی پاک ہے۔

الغرض غیر مقلدین کی کتابوں سے پاکی اور ناپاکی کے مسائل بیان فرمائے۔ کیونکہ ان پر نماز کا دارومدار ہے۔ غیر مقلدین اپنی کتابوں کا گند سن سن کر پریشان تھے۔

غیر مقلد مناظر نے اہل سنت مناظر کا ایک بھی حوالہ غلط ثابت نہیں کیا۔ ہاں اٹھ کر یہ اعلان کر دیا کہ یہ سب کتابیں غلط اور باطل ہیں۔ یعنی اہل حدیث کے تمام علماء اپنے دعویٰ عمل بالحدیث میں جھوٹے ہیں۔ ان کی کتابیں قرآن وحدیث کے خلاف ہیں۔ اور انہوں نے قرآن حدیث کی مخالفت جہالت سے کی ہے۔

مناظر اہل سنت نے بتایا کہ دیکھو غیر مقلدین نے اپنے تمام علماء کو کتاب وسنت سے جاہل بلکہ قرآن وسنت کا مخالف مان لیا۔ اور آنحضرت ﷺ کی اس پیشین گوئی کا مصداق معلوم ہو گیا کہ جو آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ آخری زمانہ میں لوگ جاہلوں کو اپنا دینی پیشوا مان لیں گے، وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے، خود گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو گمراہ کریں گے۔

عبدالعزیز نورستانی نے اپنے تمام علماء کی کتابوں کو گمراہ کن قرار دے کر اپنے فرقے کے گمراہ ہونے پر مہر تصدیق لگا دی ہے۔ یہ غیر مقلدین کی چھٹی شکست تھی۔

(۱۱) اب عبدالعزیز نورستانی نے اپنے عوام کے آنسو خشک کرنے کے لئے یہ کہنا شروع کیا کہ صحاح ستہ ہماری کتابیں ہیں۔

اہل سنت والجماعت مناظر نے کہا اس دعویٰ کا ثبوت پیش کرو۔ عجیب بات ہے کہ مولوی

ثناء اللہ، نواب صدیق حسن وغیرہ جن کا غیر مقلد ہونا ان کے اقرار سے بھی اور تاریخی شہادتوں سے بھی ثابت ہے، ان کی کتابوں کا تو تم نے انکار کر دیا، اور اصحاب صحاح ستہ جن کی کتابوں میں نہ آئمہ مجتہدین کی تقلید کے شرک ہونے کا باب، نہ حرام ہونے کا، اور نہ ان میں سے کسی نے اپنے غیر مقلد ہونے کا اقرار فرمایا، اور نہ تاریخ نے ان کو غیر مقلدین کہا، ان کی کتابوں پر غاصبانہ قبضہ کون کرنے دے گا۔

چنانچہ غیر مقلد مناظر ان سوالوں کا جواب بھی نہ دے سکا یہ ان کی ساتویں شکست تھی۔

(۱۲) اب غیر مقلدین کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ آخر غیر مقلدین کے صدر مناظر مولوی بشیر الرحمٰن گوجرانوالہ جو دلالت رابعہ کو دلالت اربعہ کہا کرتے ہیں، مصلے کو مصلحے، راجح کو راجع لکھتے ہیں۔ جن کی اردو املا دوسری جماعت کے بچے سے بھی کمزور ہے (دیکھو کتاب تقلید کیا ہے؟)

انہوں نے عبدالعزیز نورستانی کو کہا کہ نماز کا ہر ہر مسئلہ کیسے ثابت کرو گے، یہ موضوع چھوڑو اور اٹھ کر اعلان کر دو کہ امام ابو حنیفہؒ کے مذہب میں شراب پینا جائز ہے۔ چنانچہ اصل موضوع کو چھوڑ کر اس نے یہ اعلان کر دیا۔ یہ موضوع چھوڑنا اس کی آٹھویں شکست تھی۔

(۱۳) مناظر اہل سنت والجماعت نے فرمایا کہ یہ بہتان ہے عربی میں شراب کو خمر کہتے ہیں اگر آپ فقہ حنفی کی معتبر کتاب سے دکھا دیں کہ امام ابو حنیفہؒ نے خمر پینے کو جائز کہا ہو، اور وہ قول مفتیٰ بہ ہو تو میں شکست لکھ دوں گا، یا آپ کو بہتان طرازی سے توبہ کرنی ہوگی۔

تو اس پر غیر مقلد مناظر نے تقریر ترمذی سے ایک عبارت پڑھی اس کا ترجمہ بھی نہ کیا، مولوی بشیر الرحمٰن نے اٹھ کر ناچنا شروع کر دیا کہ بس مناظرہ ختم ہم نے مطالبہ پورا کر دیا، شکست لکھ کر دو۔ باقی غیر مقلدین جو امام صاحب کی تقلید کو شرک کہتے ہیں وہ بھی ملاں بشیر الدین کی تقلید میں ناچنے لگے، شور مچانے لگے، مناظر اہل سنت والجماعت جب جواب دینے کے لئے کھڑے ہوتے شور مچاتے کہ بیٹھ جاؤ۔ چنانچہ ان کے شور کرنے کی وجہ سے کافی دیر مناظرہ بند رہا اور یہ شور ان غیر مقلدین کی نویں شکست تھی۔

(۱۴) مولانا قاری خبیب احمد عمر خطیب جہلم، صدر احناف نے بڑے حوصلے سے حالات پر قابو پالیا، تو مناظر اہل سنت والجماعت نے بتایا کہ جس حوالے پر اتنا شور مچا ہے اس کا حال یہ ہے کہ یہ کسی فقہ کی کتاب کا حوالہ نہیں۔ کسی طالب علم کی لکھی ہوئی تقریر کا حوالہ ہے۔

۲۔ اس میں امام صاحب نے لفظ خمر استعمال نہیں فرمایا بلکہ **ماسوی الخمر** کا لفظ ہے۔

۳۔ جس قول کا حوالہ دیا ہے اسی تقریر میں درج ہے کہ اس پر فتویٰ نہیں۔

ایک حوالے میں تین فریب کر کے سوامی دیانند کی روح کو بھی شرما دیا، اور

لا دین لمن لا دیانة له، لا دین لمن لا امانة له

کے موافق اپنی دیانت اور امانت کا جنازہ نکال دیا۔ یہ غیر مقلدین کی دسویں شکست تھی۔

نوٹ۔

اس وقت مولوی بشیر الرحمٰن کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اگرچہ اصل لفظ **ما سوی الخمر** ہے، مگر اس میں **خمر** کا لفظ آ ہی گیا ہے اس پر مالک مناظرہ نے اس کو وہ ڈانٹ پلائی کہ پھر وہ سارے مناظرے میں صم بکم بنے رہے۔

(۱۵) پھر مناظر اہلسنت والجماعت نے غیر مقلد مناظر کو موضوع کی طرف لانے کے لئے کہا کہ آپ کو شرائط نماز تو نہیں آئیں، جو ہمارے تعلیم الاسلام کے طالب علم کو بھی آتی ہیں، اب آپ یہ بتائیں کہ تکبیر تحریمہ فرض ہے یا واجب یا سنت۔ یہ حکم کسی حدیث صحیح، صریح سے موافق شرائط دکھائیں۔ لیکن وہ کوئی حکم نہ دکھا سکے بلکہ کہنے لگے کہ تکبیر تحریمہ نہ فرض ہے، نہ واجب، نہ سنت بلکہ ایسے حکم دین میں اضافے ہیں۔

جب اسے بتایا گیا کہ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری ص ۱۰۱ ج ۱ پر اس کا حکم وجوب بیان کیا ہے۔ ایسی باتوں پر عبدالعزیز نورستانی کہتے رہے ہم بخاری کو نہیں مانتے، اس کے اسی جملہ پر غیر مقلدین کی آنکھیں شرم سے جھک جاتیں۔

(۱۶) پھر مناظر اہل سنت والجماعت نے پوچھا نماز میں آپ کا امام اللہ اکبر بلند آواز سے کہتا ہے اور مقتدی آہستہ آواز سے، یہ فرق کسی حدیث صحیح صریح موافق شرائط سے ثابت کریں جس پر وہ کوئی حدیث نہ پیش کر سکے۔

(۱۷) جب غیر مقلد مناظر کو کوئی دلیل نہ ملی تو لاجواب ہو کر کہا کہ ہدایہ میں لکھا ہے کہ اللہ اجل، اللہ اعظم سے نماز شروع کرنا جائز ہے۔ حالانکہ ان الفاظ سے شروع کرنے سے نماز نہیں ہوتی۔

مناظر اہل سنت والجماعت نے بتایا کہ تم نے فقہ میں بھی خیانت کی، ہمارے نزدیک اللہ اکبر واجب ہے، یہی بخاری ص ۱۰۱ ج ۱ میں ہے۔

اور مطالبہ کیا کہ وہ صحیح حدیث پیش کرو کہ اللہ اجل، اللہ اعظم کہنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ لیکن وہ کوئی حدیث پیش نہ کر سکا۔

(۱۸) اس کے بعد اس مسئلہ سے ہٹ کر تکبیر تحریمہ کی رفع یدین پر دو حدیثیں پیش کیں، جن میں سے ایک کا راوی شیعہ تھا، دوسری کا ناصبی مناظر اہل سنت والجماعت نے کہا سنی راویوں کی روایت پیش کرو۔

غیر مقلد مناظر کہنے لگا شیعہ اور ناصبی اور بدعتیوں کی احادیث سے ہم استدلال کرتے ہیں یعنی ہم تکبیر تحریمہ میں بھی شیعہ اور خوارج کے مقلد ہیں۔

(۱۹) اب غیر مقلد صدر اور مناظر نے مالک مکان غیر مقلد کی منت سماجت شروع کی کہ اس طرح تو تکبیر تحریمہ بھی ہم ثابت نہیں کر سکتے، خدا کے لئے قرأت خلف الامام پر مناظرہ کرا دو۔ وہ کہتے تھے کہ فاتحہ اپنے نمبر پر آئے گی۔ لیکن غیر مقلدین کو فاتحہ خوانی کا اتنا شوق تھا کہ نماز کے مسائل سے بھاگتے تھے۔

(۲۰) مناظر اہل سنت والجماعت نے مطالبہ کیا کہ ایک آیت قرآنی ایسی پیش کرو جس میں خاص مقتدی پر سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض اور ما زاد علی الفاتحہ کو حرام کیا گیا ہو۔ لیکن وہ کوئی

ایسی آیت پیش نہ کر سکے۔

پھر مطالبہ کیا کہ صحیحین سے ایک ہی صریح روایت مندرجہ بالا مضمون کی پیش کر دو مگر وہ پیش نہ کر سکے۔ پھر مطالبہ کیا کہ آنحضرت ﷺ نے جو آخری نماز صدیق اکبرؓ کے پیچھے پڑھی ہے صحیح حدیث، موافق شرائط سے صراحۃً آپ کا صدیق اکبرؓ کے پیچھے فاتحہ پڑھنا ثابت کرو مگر وہ یہاں بھی ناکام رہے۔

(۲۱) جب یہاں بھی لاجواب ہو گئے تو اب مناظرہ بند کرنے کا شور مچا دیا، حضرت مولانا قاری خبیب احمد صاحب عمر صدر مناظر احناف نے ان کو پکڑ پکڑ کر یاد کرایا کہ مناظرہ مکمل نماز پر ہے، ابھی تو آپ تحریمہ کے مسائل بھی ثابت نہیں کر سکے۔ جب تک مکمل نماز کے مسائل آپ ثابت نہ کریں گے مناظرہ ختم نہیں ہوگا۔

ہاں پہلی نشست ختم ہے، نماز کے بعد دوسری نشست ہوگی۔

لیکن عبدالعزیز نورستانی، معراج محمد اور بشیر الرحمٰن نے مناظرہ جاری رکھنے سے انکار کر دیا اور مناظرہ سے شرمناک فرار اختیار کیا۔

(۲۲) اب غیر مقلدین جو یہ کہ رہے ہیں کہ ہم جیت گئے اور حنفی ہار گئے اگر ان کیسٹوں میں نماز کے ہر ہر مسئلہ پر حدیث صریح مطابق شرائط موجود ہے تو وہ جیتے ہم ہارے، اور اگر پیش نہ کر سکیں تو یہی کیسٹیں ان کے فرار اور شکست کی دلیل ہیں کہ وہ اپنی نماز مکمل ثابت نہیں کر سکے۔

(۲۳) اگر کوہاٹ کے مناظرہ میں وہ اپنی نماز کی پوری شرائط، ارکان، واجبات، سنن، مستحبات، مکروہات، مفسدات کے تمام پیش آمدہ مسائل کو حدیث صحیح، صریح، موافق شرائط سے ثابت کر چکے ہیں تو اب تو ہر غیر مقلد ان دلائل سے واقف ہو چکا ہوگا۔

لیکن ان کا یہ حال ہے کہ ۲۱ اپریل کوہاٹ سے فرار کے بعد ۲۹ اپریل گوجرانوالہ میں میٹنگ کی کہ آئندہ کبھی اس موضوع پر مناظرہ نہ کرو اور کبھی یہ دعویٰ نہ کرو کہ ہم اپنی نماز کا ہر ہر مسئلہ حدیث صحیح صریح موافق شرائط سے ثابت کر سکتے ہیں۔

(۲۴) چنانچہ ۹ جون ۱۹۸۳ء بمطابق ۲۷ شعبان کو غیر مقلدین نے اپنے مولویوں کے جھوٹے پروپیگنڈے سے متأثر ہو کر حلقہ سرائے سدھو ضلع ملتان میں پھر مکمل نماز پر مناظرہ طے کرلیا۔ انہیں یقین تھا کہ کوہاٹ کی کیسٹوں میں مکمل نماز کا ثبوت ہے۔

چنانچہ غیر مقلدین نے وہ کیسٹیں منگوائیں مگر ان میں تو تکبیر تحریمہ کے مسائل بھی نہ تھے۔ چنانچہ وہ بہت مایوس ہوئے اب بھاگم بھاگ ملتان، وہاڑی، بہاولپور، اوکاڑہ، گوجرانوالہ تک جا پہنچے۔ چنانچہ پروفیسر عبداللہ بہاولپوری، ماسٹر محمد یونس اوکاڑوی، مولوی اللہ بخش ملتانی، ماسٹر احمد علی وہاڑی وغیرہ پہنچ گئے۔ مگر جاتے ہی سب نے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ اگر اہل سنت والجماعت کی طرف سے مولانا محمد امین صفدر صاحب آ گئے تو ہم مناظرہ نہیں کریں گے۔

اب غیر مقلدین حیران تھے کہ سارے ملک میں یہ پروپیگنڈہ بھی ہے کہ کوہاٹ میں مولانا محمد امین صفدر صاحب کو شرمناک شکست ہوئی ہے، مگر حق کا رعب اب بھی اتنا ہے کہ نام سے ہی دل ودماغ پر رعشہ طاری ہو جاتا ہے۔

چنانچہ مولانا محمد امین صفدر صاحب جب بذریعہ کار مقام مناظرہ پر پہنچے تو عبداللہ بہاولپوری اپنی پارٹی کو لے کر فرار ہو گیا۔ اور سب لوگ سمجھ گئے کہ یہ لوگ جھوٹے پروپیگنڈے کے سوا کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

(۲۵) لاڑکانہ میں غیر مقلدین نے شور مچایا کہ کوہاٹ میں ہمارے مولوی عبدالعزیز نورستانی نے مکمل نماز کو حدیث صحیح صریح سے ثابت کر دکھایا ہے۔ حنفی علماء نے کہا کہ آپ ہمیں وہ کیسٹیں سنائیں اگر اس میں شرائط نماز سے لے کر سلام نماز تک ہر ہر مسئلہ کی دلیل مل جائے، موافق شرائط تو ہم مان جائیں گے، اور اگر نہ مل سکیں تو جھوٹ بولنے والوں پر لعنت۔ اس کے بعد آج تک غیر مقلدین نے وہ کیسٹیں نہیں دکھائیں۔

(۲۶) یہ بھی پتا چلا کہ غیر مقلدین نے چند آدمیوں کو کافی رقم دی تھی کہ تم دوران مناظرہ اٹھ کر اعلان کرنا کہ ہم حنفی تھے، لیکن اس مناظرہ سے متأثر ہو کر اہلحدیث ہو گئے ہیں کیونکہ

اہلحدیث عالم نے نماز کا ہر ہر مسئلہ حدیث صحیح، صریح، غیر معارض سے ثابت کر دیا ہے۔ لیکن مناظرہ میں حق کا ایسا غلبہ تھا کہ باوجود اتنے بڑے لالچ کے بھی وہ اعلان نہ کر سکے۔

بعد میں جب غیر مقلدین نے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہمیں آپ کے مذہب سے سخت نفرت ہو گئی ہے تم نے مناظرے میں جھوٹ بولے، شور مچایا مگر اپنی نماز کی شرائط بھی نہ بتا سکے۔

(۲۷) ایک دو غیر مقلدین جو مناظرہ میں موجود تھے انہوں نے مناظرے کے بعد غیر مقلدیت ترک کر کے حنفی طریقہ پر نماز شروع کر دی کیونکہ مکمل نماز کے لئے مکمل مسائل کی ضرورت ہے جو غیر مقلدین کے پاس نہیں۔

(۲۸) ایک غیر مقلد مولوی نے تقریر میں کہا کہ کوہاٹ میں ہمیں شاندار فتح ہوئی۔ تو ایک حنفی نے کہا کہ آپ ہمیں ان کیسٹوں سے مندرجہ بالا سوالات کے علاوہ ان مسائل کی دلیل نکال دیں کہ۔

(ا) اکیلے آدمی کے لئے آمین آہستہ کہنا سنت ہے اور مقتدی کو چھ رکعتوں میں بلند آواز سے آمین کہنا سنت اور گیارہ رکعتوں میں آہستہ کہنا سنت ہے۔

(ب) رکوع اور سجود کی تسبیحات، درود اور درود کے بعد کی دعا آپ آہستہ پڑھتے ہیں ان کی صریح حدیث سنا دو۔

(ج) امام بلند آواز سے سلام کہتا ہے اور مقتدی سب آہستہ آواز سے سلام کہتے ہیں اس فرق کی صحیح، صریح حدیث لاؤ۔

(د) اگر ایک آدمی التحیات کی جگہ بھول کر الحمد شریف پڑھ لے تو صریح حدیث سے اس نماز کا حکم بتائیں۔

(س) ایک شخص چوتھی رکعت کے شروع میں شریک ہوا وہ نماز کس طرح پوری کرے پوری تفصیل صحیح، صریح حدیث سے دکھاؤ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مناظر اهل سنت و الجماعت

حضرت مولانا **محمد امین صفدر اوکاڑوی** رحمۃ اللہ علیہ

غیر مقلد مناظر

مولوی **عبد العزیز** نورستانی

موضوع مناظرہ

مکمل نماز

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

الحمد للہ و کفٰی و الصلوٰۃ و السلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی. اما بعد.

میرے دوستو اور بزرگو آج ہمارے یہاں اکٹھے ہونے کا مقصد یہ ہے کہ اس ضلع میں 98% حنفی آباد ہیں، لیکن چند دنوں سے یہ اشتہارات حنفیوں کو پریشان کرنے کے لئے شائع ہو رہے ہیں۔

ان اشتہارات میں قرآن کی آیات اور احادیث نقل کرنے میں خیانت کی گئی ہے، اور پھر اس کے بعد ان اشتہارات نے اس علاقے میں یہ تہلکہ مچا رکھا ہے، اور حوالے ان میں غلط اور خیانت کے ساتھ دیئے گئے ہیں۔

جب بات یہاں تک پہنچی تو ہمیں اہل سنت والجماعت کے لوگوں نے اس علاقے کے حالات سے واقف کیا، تو بات یہ طے ہو چکی ہے کہ اس وقت بات مکمل نماز پر ہو گی، اور یہ اشتہارات بھی سامنے آئیں گے، اور ان اشتہارات میں جو شرائط ہمارے دوستوں نے لکھی ہیں، اگر وہ

شرائط واقعی قرآن و حدیث سے ثابت ہیں تو میرے دوست آج اپنا ہر ہر مسئلہ ان شرائط سے ثابت کر کے دکھائیں گے۔ ہم اللہ کے پیغمبر ﷺ کے فرمان کے مطابق، جو کہ بخاری شریف میں موجود ہے، فرمایا ''کہ لوگ ایسی شرائط لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں موجود نہیں ہیں''[1] ایسی شرائط

(۱). حدثنا اسمعیل حدثنا مالک عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة قالت جائتني بريرة فقالت كاتبت اهلي على تسع اواق في كل عام اوقية فاعينيني فقالت ان احبوا ان اعدها لهم ويكون ولاؤك لي فعلت فذهبت بريرة الى اهلها فقالت لهم فابوا عليها فجائت من عندهم ورسول الله ﷺ جالس فقالت انى عرضت ذالک عليهم فابوا الا ان يكون الولاء لهم فسمع النبي ﷺ فاخبرت عائشة النبي ﷺ فقال خذيها واشترطي لهم الولاء فانما الولاء لمن اعتق ففعلت عائشة ثم قام رسول الله ﷺ في الناس فحمدالله واثنى عليه ثم قال ما بال رجال يشترطون شروطا ليست في كتاب الله ما كان من شرط ليس في كتاب الله فهو باطل وان كان مأة شرط قضاء الله احق وشرط الله اوثق وانما الولاء لمن اعتق.

ترجمہ۔ بعد سند کے۔ حضرت عروہ بن زبیر اپنے والد سے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل فرماتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ میرے پاس بریرہ رضی اللہ عنہا آئی اور کہا میں نے اپنے مالکوں سے مکاتبت کی ہے نو اوقیہ پر۔ ہر سال ایک اوقیہ ادا کروں گی لہذا آپ میری مدد فرمائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر وہ اس بات کو پسند کریں کہ میں ان کو قیمت ادا کر دوں اور

کو ہم تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

کیونکہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ نے ہمیں ایسی شرائط تسلیم کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اب ہمارے دوست غیر مقلد تو اگر واقعی ان کی یہ شرائط صحیح ہیں، آج کی بات میں یہ بات سامنے آ جائے گی کہ اگر وہ نماز کا ہر ہر مسئلہ اسی شرط کے مطابق دکھائیں تو ہم یہ بات تسلیم کرلیں گے کہ انہوں نے سوچ سمجھ کر یہ شرط لگائی ہے، اور اگر وہ نماز کے سارے کے سارے مسائل اس شرط پر ثابت نہ کر سکے تو پھر قرآن پاک کی آیت ''کہ ایسی باتیں تم کیوں کرتے ہو جن کو تم خود بھی تسلیم نہیں کرتے اور اس پر پورے نہیں اترتے''۔

اس کو سامنے رکھ کر میں اپنے دوستوں سے گزارش کروں گا کہ عوام کو امن سے رہنے دیں اور ایسے اشتہارات جو قانونی جرم ہیں، اور آپس میں مسلمانوں کو لڑاتے بھی ہیں، ایسے اشتہارات

میری ولاء میرے لئے ہو تو میں ایسا کرتی ہوں۔ پس حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا اپنے مالکوں کے پاس گئیں اور ان کو جا کر یہ بات کہی تو انہوں نے انکار کیا۔ پس حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا جب ان کے پاس سے واپس لوٹیں تو رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے۔ پس اس نے یہ بات کہی کہ میں نے یہ بات ان پر پیش کی ہے مگر انہوں نے انکار کیا ہے الا یہ کہ ولاء ان کے لئے ہو۔ پس نبی اقدس ﷺ نے یہ بات سنی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی نبی اقدس ﷺ کو خبر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کو خرید لے اور ان کے لئے ولاء کی شرط بھی لگا دے۔ ولاء اسی کے لئے ہوتی ہے جو اس کو آزاد کرے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسے ہی کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ لوگوں میں کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر بیان فرمایا کیا ہو گیا ہے لوگوں کو کہ وہ ایسی شرائط لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں۔ ہر وہ شرط جو کتاب اللہ میں نہیں ہے وہ باطل ہے۔ اگرچہ سو شرائط کیوں نہ ہوں۔ اللہ کا حکم زیادہ حق والا ہے اور اللہ کی شرط زیادہ پختہ ہے۔ سوائے اس کے نہیں کہ ولاء اسی کے لئے ہے جو آزاد کرے۔ (بخاری ص ۳۷۷ ج ۱)

پھیلا کر نقص امن کا باعث نہ بنیں۔

میں پوری ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ میری جماعت کی طرف سے ایسا ایک اشتہار بھی اس علاقے میں شائع نہیں ہوا، جس میں ہمارے دوستوں کو بے نماز یا مشرک کہا گیا ہو۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث پشاور سے یہ اشتہارات شائع ہو رہے ہیں اور ساری ذمہ داری ان پر ہے، ان اشتہارات پر پرنٹ لائن نہیں ہے، یہ ایک قانونی جرم ہے۔

دوسرا جرم جو ان میں ہے، وہ یہ ہے کہ ان میں جو شرائط ہیں وہ غلط ہیں، اگر ہمارے وہ دوست وہ شرائط قرآن وحدیث سے دکھادیں تو پھر ہم تسلیم کرلیں گے، ورنہ ان شاء اللہ آج کی اس بحث میں یہ بات اتنی واضح ہو جائے گی کہ غلط اور باطل شرائط لگا کر دوسروں کو چیلنج دینے والے اپنی نماز کا ایک مسئلہ بھی اس شرط پر پورا ثابت نہیں کر سکتے۔

تیسری بات کہ آج ان اشتہارات سے وہ حوالے ہم بتائیں گے کہ جن کے نقل کرنے میں اللہ کے پیغمبر کی حدیث میں خیانت کی گئی ہے، قرآن پاک کی آیات نقل کرنے میں خیانتیں کی گئیں ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی حدیث مبارکہ مسلم شریف میں موجود ہے، فرماتے ہیں کہ آخری زمانے میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو تمہارے پاس احادیث لائیں گے، لیکن کچھ سنایا کریں گے نہ کہ ساری، وہ کون سی حدیثیں سنایا کریں گے، مالم تسمعو انتم ولا آبائکم. جو احادیث تمہارے باپ دادا نے کبھی نہیں سنی ہوں گی۔ موضوع احادیث، جھوٹی احادیث، متروک احادیث، کتابوں کی زینت تو بنی رہیں، لیکن ان کو تقریروں میں، کتابوں، اشتہاروں میں شائع کر کے عوام کو کبھی پریشان نہیں کیا گیا۔

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں فایاکم و ایاھم ان سے بچ کر رہنا، ان کے پاس ان دو باتوں کے سوا کوئی چیز نہیں ہوگی، ایک یہ کہ وہ فتنہ برپا کر سکتے ہوں گے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کر سکتے ہوں گے، دوسرا یہ کہ وہ عوام میں گمراہی پھیلا سکتے ہوں گے، اس سے زیادہ اور کچھ نہیں

کر سکتے ہوں گے [1]۔

اللہ کے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کا یہ ارشاد کتنا واضح ہے۔ ان شاء اللہ آج کی اس بحث میں آپ حضرات کو پتا چل جائے گا کہ یہ شرائط محض فتنہ ہیں۔

بہر حال آج مکمل نماز پر بات ہوگی۔ سب سے پہلے نماز کی مکمل شرائط، کہ نماز سے پہلے کون کون سی باتیں ضروری ہیں ہم اپنی کتابوں سے پڑھ کر سنائیں گے اور ہمارے دوست حدیث کی کتابوں سے اپنی نماز کی شرائط سنائیں گے۔ اس میں کسی قسم کی گالی نہیں ہے۔

ہم نماز روزانہ پڑھتے ہیں، ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ کہ نماز کہاں ثابت ہے اور کہاں ثابت نہیں ہے۔ اس کے بعد نماز کے ارکان پر بات آئے گی، جو چیز نماز میں فرض ہے اس کا فرض ہونا ہمارے دوست حدیث کے الفاظ میں دکھائیں گے۔ جن چیزوں کو یہ سنت کہتے ہیں، ان کا یہ سنت ہونا یہ حدیث کی کتابوں سے دکھائیں گے۔ جس کو یہ واجب یا نفل کہیں گے اس کا واجب یا نفل ہونا بھی حدیث کی کتابوں سے دکھائیں گے، اگر یہ نہ دکھا سکے تو ہمارے دوست واضح طور پر اعلان کریں گے کہ ہم ان کا فرض، واجب، سنت یا نفل ہونا حدیث سے ثابت نہیں کر سکے۔

ان شاء اللہ آج یہ بات واضح ہو جائے گی کہ کون لوگ ہیں جن کو نماز کے مکمل مسائل آتے ہیں، اور کون لوگ ہیں جو نماز کے مکمل مسائل تو کجا دسواں حصہ مسائل بھی نہیں جانتے لیکن چند مسائل کے بارے میں اشتہار شائع کر کے امن سے بسنے والے مسلمانوں کو لڑا سکتے ہیں۔

---

(۱). حدثنی حرملة بن یحیٰ بن عبداللہ بن حرملة بن عمران التجیبی قال ثنا ابن وھب قال حدثنی ابو شریح انه سمع شراحیل بن یزید یقول اخبرنی مسلم بن یسار انه سمع اباھریرة یقول قال رسول اللہ ﷺ یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعو انتم ولا آبائکم فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم. (مسلم ص ۱۰)

آج ان شاء اللہ تعالیٰ یہ بات واضح ہونے کے ساتھ ان اشتہارات کی قلعی بھی کھل جائے گی کہ جن میں قرآن کی آیت آدھی لکھی گئی ہے اور آدھی چھوڑ دی گئی ہے، حدیث آدھی لکھی گئی ہے آدھی چھوڑ دی گئی ہے۔ ایک حدیث لکھی گئی ہے تو ساتھ والی حدیث چھوڑ دی گئی ہے۔

مولوی عبدالعزیز نورستانی۔

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیآت اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان محمد عبدہ ورسولہ.

جو غلط سلط ہو، اسے معاف کر دینا اور جو صحیح مضمون ہو اس کو لے لینا۔ مولانا محمد امین صاحب نے یہ فرمایا کہ لوگ چند مسائل کو لے کو عوام کو گمراہ کر رہے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں جو کچھ سکھایا جو کچھ پڑھایا وہ قرآن وحدیث کے اندر ہے، ہماری نماز ہو یا جو کچھ بھی ہو ہم اس چیز کو پیش کریں گے۔

باقی یہ بات کہ یہ شرائط جو لکھے ہوئے ہیں یہ قرآن وحدیث میں نہیں ہیں۔ کسی چیز کو سنت کہتے ہو تو سنت کا لفظ بتاؤ گے، فرض کہتے ہو تو فرض کا لفظ بتاؤ گے، واجب کہتے ہو تو واجب کا لفظ بتاؤ گے، یہ اگر کسی دین کے اندر ہے تو ہم بھی یہ مطالبہ کر سکتے ہیں چار فرقوں کے اندر جس چیز کو سنت کہا گیا ہے اس کے متعلق آپ بھی یہ لفظ حدیث میں دکھاؤ کہ یہ سنت ہے یا فرض۔ اور جس چیز کو فرض کہا گیا ہے تم قرآن وحدیث سے اس کا فرض ہونا دکھاؤ۔

آپ نے یہ لکھا ہے کہ مکمل نماز کے مسائل ثابت کرتے ہیں، قرآن کریم یا حدیث صحیح، صریح، مرفوع غیر مجروح، مرفوع متصل سے۔ لہذا ہمارا یہ مطالبہ ہے۔

پھر انہوں نے یہ کہا کہ اول نماز کی شرائط بیان کریں کہ وہ کتنی ہیں، پھر ارکان کہ وہ کتنے

ہیں؟۔

ہر بشر کے لئے تین چیزیں پہچاننا ضروری ہے۔

(۱) تعریف۔

(۲) غرض و غایت۔

(۳) موضوع۔

ہم مولوی صاحب سے عرض کریں گے کہ شرائط یا شرط کے لغوی معنی، اصطلاحی معنی اور شرعی معانی ہمیں بتا دیں، اس کے بعد ہم شرائط پیش کریں گے کہ یہ ہماری شرائط ہیں۔ آپ کا یہ مطالبہ کہ شرائط پیش کریں یہ صحیح نہیں ہے، ہم بھی یہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایسے لوگ آئیں گے جو تمہیں حدیثیں سنائیں گے، جو نہ تم نے سنی ہوں گی، نہ تمہارے آباء نے۔

آباء سے مراد خیر القرون والے ہیں۔ ہم اپنی نماز کے ہر فعل کے لئے صحیح مرفوع احادیث پیش کرنے کے لئے تیار ہیں۔ آپ شرط کا لغوی، اصطلاحی، شرعی معنی ہمیں بتائیں تاکہ ہم سمجھیں کہ شرط کیا چیز ہے اس کا لغوی معنی کیا ہے، اصطلاحی معنی کیا ہے، شرعی معنی کیا ہے۔

کیونکہ میں ایک چیز کو شرط کہوں گا، مولانا کہیں گے کہ یہ شرط نہیں ہے۔ ایک چیز کو میں رکن کہوں گا، مولانا فرمائیں گے کہ یہ رکن نہیں ہے۔ رکن اور شرط کے یہ تینوں معنی آپ بیان کر دیں۔ اس کے بعد ہم بیان کریں گے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

الحمد للہ وکفٰی والصلوٰۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی. اما بعد.

پہلی بات جو میں نے کہی تھی وہ یہ تھی کہ ان علاقوں میں یہ ساری ہلچل جو ہوئی ہے، یہ ان اشتہارات کی وجہ سے ہوئی ہے کہ ان میں خیانتیں ہیں۔

مولانا نے ان کے جواب میں کچھ بیان نہیں فرمایا، گویا وہ یہ بات تسلیم فرما چکے ہیں کہ

سب کچھ ہماری طرف سے ہورہا ہے۔ مولانا نے فرمایا ہے کہ میں بھی مطالبہ کروں گا۔ بات یہ ہے کہ اگر مولانا میری باتوں کو ہی دہراتے جائیں تو اس کو مناظرہ نہیں کہتے۔ میں جو باتیں کہہ رہا ہوں وہ پوری ذمہ داری سے اپنے مسلک کے مطابق کہہ رہا ہوں۔

اگر مولانا مجھ سے یہ مطالبہ کریں گے تو میں حدیث معاذ رضی اللہ عنہ پڑھ کر عرض کردوں گا کہ حدیث معاذ رضی اللہ عنہ میں آتا ہے کہ اگر مسئلہ کتاب اللہ سے نہ ملے تو سنت رسول اللہ سے لے لیا جائے، اگر سنت رسول اللہ سے مسئلہ نہ ملے تو پھر مجتہد سے مسئلہ پوچھ لیا جائے۔

میں صاف کہہ دوں گا کہ فرض یا سنت کا لفظ قرآن وحدیث میں نہیں ہے، اس لئے مجھے حدیث یہ اجازت دے رہی ہے کہ میں مجتہد کی طرف سے پیش کروں، اور میں الحمد للہ پیش کردوں گا۔

میرے دوست جو رات دن یہ کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث کے علاوہ کوئی تیسری چیز پیش نہیں ہوگی۔ وہ بھی یا تو میری طرح کھڑے ہوکر اقرار کرلیں کہ اگر ہمیں یہ فرض یا واجب وغیرہ نہ ملا تو ہم بھی کسی مجتہد سے پیش کریں گے۔ تو پھر ہم میں صلح ہوجائے گی، صرف اتنی بات رہے گی کہ وہ کسی اور مجتہد کی مانیں گے۔

مولانا کی بات سے آپ یہ سمجھ چکے ہوں گے کہ مولانا نے دبی زبان سے یہ اقرار فرمالیا ہے کہ نہ یہ شرائط قرآن وحدیث میں موجود ہیں اور نہ یہ فرائض وارکان قرآن وحدیث میں موجود ہیں، نہ یہ واجبات وسنن قرآن وحدیث میں موجود ہیں۔

آج مولانا مجھ سے یہ مطالبہ کررہے ہیں۔ جب یہاں کھڑے ہوکر رکوع میں رفعیدین کو سنت کہا جاتا ہے، اور کہا جاتا ہے کہ جو نہیں کرتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔

خود مولانا نے اپنے رسالہ میں اس قسم کی باتیں لکھی ہیں، تو اس وقت تو ان کو یاد نہیں ہوتا کہ سنت کا لفظ کیوں استعمال کررہے ہیں۔ اگر یہ لفظ حدیث میں نہیں تو مولانا نے کیوں استعمال کیا؟۔

رہا یہ کہ شرط کا اصطلاحی معنی۔ شرائط ان باتوں کو کہتے ہیں جن کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور وہ نماز سے پہلے پوری کرنی ہوتی ہیں۔ ہمارے ہاں ہمارے فقہاء نے اس بات کی وضاحت فرمادی ہے۔ باقی مولانا کا یہ فرمانا کہ میں ایک بات کو رکن کہوں گا، آپ سنت کہیں گے یہ تو اختلاف ہے۔ لیکن یہ اختلاف کہاں سے ختم ہوگا۔ اگر تو حدیث میں مولانا کی بات آجائے تو پھر تو مجھے ضد نہیں کرنی چاہئے اور اگر میری بات آجائے تو پھر مولانا کو بھی ضد نہیں کرنی چاہئے۔

اور اگر نہ ان کا لفظ حدیث میں ہو اور نہ میرا ہو تو پھر مولانا اٹھ کر اعلان کریں گے کہ حدیث میں نماز کے سارے مسائل مذکور نہیں ہیں، اس لئے اب ہمیں چار و ناچار مجتہد کے پاس جانا پڑے گا۔ یہی بات آج ان شاء اللہ العزیز کھلے گی۔

باقی میں نے جو یہ کہا کہ شرط وہ ہوگی جو اشتہار میں ہے، اس کے بارے میں مولانا نے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ مولانا نے آج اس شرط پر اپنے سارے مسائل ثابت کرنے ہیں۔ اور اگر اس شرط پر سارے مسائل پیش نہ کرسکے تو سچی بات کہنے سے ڈرنا نہیں چاہئے، مولانا اٹھ کر یہ اعلان کریں گے کہ یہ شرط محض ایک جذباتی بات تھی، اس کا مسائل کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

میں بات شروع کرتا ہوں۔ ہمارے ہاں نماز کے لئے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ جسم پاک ہونا چاہئے، کن کن چیزوں سے پاک ہونا چاہئے ان چیزوں میں اختلاف ہے۔

ہم مثلاً یہ کہتے ہیں کہ نطفہ ناپاک ہے، قرآن نے اس کو ماء مهين فرمایا ہے، لیکن ہمارے دوست کہتے ہیں کہ۔

"منی ہر چند طاہر است"(1)

(عرف الجادی، نزل الابرار)

(1)۔ چنانچہ نواب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں اہل حدیث اور شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک منی پاک ہے اور دھونے کا حکم استحباباً ہے نہ کہ وجوباً۔ (تیسیر الباری ص ۶۰۷)

یعنی ان دوستوں کے نزدیک اگر سارا جسم اور کپڑے آلودہ ہوں تو نماز ہو جاتی ہے، ہم کہتے ہیں کہ نہیں ہوتی۔

اسی طرح ہمارے دوست یہ کہتے ہیں کہ حیض کے خون کے سوا ہر قسم کا خون پاک ہے۔ تمام کپڑے اور جسم خون آلود ہوں تو میرے دوست یہ کہتے ہیں کہ نماز ہو جاتی ہے [1] لیکن ہمارے

منی ہر چند پاک است۔ (عرف الجادی ص ۱۰)

ترجمہ۔ منی پاک ہے۔

والمنی طاھر سواء کان رطباً او یابساً مغلظا او غیر مغلظ۔

(نزل الابرار ص ۴۹ ج ۱)

منی پاک ہے، عام ہے تر ہو یا خشک، گاڑھی ہو یا نہ ہو۔

در نجاست منی دلیلے نیامدہ شستن آنحضرت ﷺ جامہ خود از منی نہ بنا بر نجاست بود بلکہ بجرد استقذار بلکہ بجرد ازالہ درن از جامہ غسل میتواند شد۔ (بدور الاھلہ ص ۱۵)

چونکہ ان حضرات کے نزدیک پاک تو ہے چنانچہ اس موقعے کو غنیمت جانتے ہوئے انہوں نے سوچا کہ اس قیمتی چیز سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہئے چنانچہ لکھا ہے منی کھانا بھی ایک قول میں جائز ہے۔ (فقہ محمدیہ ص ۴۹ ج ۱)

اب یہ ان کے کس ذوق پر مبنی ہے کہ قلفیاں بنا کر کھاتے ہیں یا کسی اور طرح، البتہ میری احناف سے اتنی گذارش ہے کہ گرمیوں میں قلفیاں بیچنے والوں سے تحقیق کر لیا کریں کہ کہیں وہ غیر مقلد تو نہیں۔

(۱)۔ انکے نواب وحید الزمان اپنے ترجمہ بخاری میں لکھتے ہیں، "باب خون کا دھونا" کے تحت حاشیہ میں لکھتے ہیں، مراد حیض کا خون ہے، کیونکہ اور خون کی نجاست میں اختلاف ہے۔ اور کوئی قوی دلیل ان کی نجاست پر قائم نہیں ہوئی۔ (تیسیر الباری ص ۲۰۶)

نیز بدور الاھلہ کے ص ۲۱ پر نواب صدیق حسن خان غیر مقلد بھی یہی لکھتے

ہاں یہ شرط ہے کہ کپڑے اور جسم خون سے پاک ہونا چاہئیں۔

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ شراب جس کو عربی میں خمر کہتے ہیں وہ پیشاب کی طرح ناپاک ہے، اگر اس کا ایک قطرہ بھی ہمارے جسم پر لگ جائے تو ہمارا جسم ناپاک ہے، ہمارا کپڑا ناپاک ہے۔ جبکہ ان کے مولانا وحید الزمان صاحب بخاری کی شرح تیسیر الباری میں اور نزل الابرار میں اور کنز الحقائق میں نواب صدیق حسن صاحب بدور الاہلہ میں، عرف الجادی میں لکھا ہے کہ خمر پاک

ہیں کہ سوائے حیض کے خون کے باقی ہر انسان حیوان کا خون پاک ہے۔ اسی کنز الحقائق میں لکھا ہے۔ وکذالک الدم غیر دم الحیض (کنز الحقائق ص ۱۶)

نیز عرف الجادی میں لکھا ہے۔

"دعویٰ نجس عین بودن سگ وخنزیر و پلید بودن خمر و دم مسفوح و حیوان مردار ناتمام است"۔

ترجمہ۔ کتے اور خنزیر کے نجس عین ہونے کا دعویٰ اور خمر اور بہتے ہوئے خون اور مردار حیوان کے پلید ہونے کا دعویٰ ناتمام ہے۔ (عرف الجادی ص ۱۰)

اسی طرح نزل الابرار میں لکھا ہے۔

والمنی طاھر سواء کان رطباً او یابساً مغلظاً او غیر مغلظاً وغسلہ اذکی واولی وکذالک الدم غیر دم الحیض وکذالک رطوبۃ الفرج وکذالک الخمر وبول ما یؤکل لحمہ ومالا یؤکل لحمہ من الحیوانات۔

ترجمہ۔ منی پاک ہے عام ہے کہ تر ہو یا خشک، گاڑھی ہو یا پتلی اور اس کا دھونا بہتر ہے، اور اس حیض کے خون کے علاوہ باقی خون اور اسی طرح فرج کی رطوبت اور اسی طرح شراب اور وہ جانور جن کا گوشت کھایا جاتا ہے، ان کا پیشاب اور ان جانوروں کا پیشاب جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا پاک ہے۔ (نزل الابرار ص ۴۹ ج ۱)

ہے (۱)

اس لئے اگر سارے کپڑے خمر سے آلودہ ہوں تو ہمارے یہ دوست کہتے ہیں کہ نماز ہو جاتی ہے (۲)۔ ہمارے اہل سنت والجماعت خمر سے اپنے کپڑوں کو پاک کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

اور ہمارے دوستوں کے وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں **الخنزیر طاھر** خنزیر پاک ہے، اس کا

---

(۱). **والصحیح ان الخمر لیس بنجس**

ترجمہ۔ اور صحیح یہ ہے کہ شراب نجس نہیں ہے۔ (نزل الابرار ص ۴۹)

وچوں ہر محرم رجس نیست حکم بنجاست خمر بنابر حرمت بے دلیل باشد ولاسیما نزدمی تو جاہلیت ودر صدر اسلام مستطاب غیر مستخبث بود بلکہ از اطیب الطیبات واحسن مستلذات می شمردند ومیان رجسیت شیء واستخباثش ملازمتے نیست۔

جبکہ ہر حرام ناپاک نہیں ہے۔ خمر کے حرام ہونے کی بنا پر اس کی نجس ہونے کا حکم بے دلیل ہوگا۔ خصوصاً جب کہ زمانہ جاہلیت اور اسلام کے شروع دور میں پی جاتی تھی۔ (عرف الجادی ص ۲۳۷)

ومراد بر جس در آیت خمر نہ نجس است بلکہ حرام۔ (بدور الاھلہ ص ۱۵)

ترجمہ۔ آیت خمر میں رجس سے مراد نجس نہیں بلکہ حرام ہے۔ **الخمر طاھر**۔ (کنز الحقائق ص ۱۴)

(۲)۔ جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ ان کے نزدیک منی، خمر، خون پاک ہے۔

نیز ان کے نزدیک اگر نجاست نمازی کے بدن کو لگ جائے تب بھی نماز ہو جائے گی۔

چنانچہ وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں۔ اگر نمازی کو نماز شروع کرتے وقت نجاست کا علم نہ ہو اور وہ نجس کپڑے سے نماز شروع کر دے۔ پھر نماز کے اندر یا نماز سے فراغت کے بعد علم ہو تو اس کی نماز صحیح ہے اور نماز کا اعادہ لازم نہیں ہے۔ گو وقت باقی ہو۔ (تیسیر الباری ص ۳۱۱)

ا بھی پاک ہے، اس کے بال بھی پاک ہیں، اس لئے اس کے چمڑے کو اگر ان کے نمازی استعمال کریں تو یہ کہتے ہیں کہ نماز ہو جاتی ہے، لیکن ہم کہتے ہیں کہ نماز نہیں ہوتی۔ ہمارے نزدیک

نیز لکھتا ہے کہ آپ ﷺ کے بدن کو نجاست لگ گئی لیکن آپ ﷺ نے نماز نہیں توڑی۔ (ص ۲۱۲)

اس طرح نواب صدیق حسن خان غیر مقلد لکھتے ہیں۔

پس مصلی بانجاست بدن آثم است ونمازش باطل نیست۔

(بدور الاھلہ ص ۳۹)

ترجمہ۔ پس ناپاک جسم کے ساتھ نماز پڑھنے والا گناہگار ہے اور اس کی نماز باطل نہیں ہے۔

میر نور الحسن صاحب لکھتے ہیں۔

ہر کہ در جامہ ناپاک نماز گذارد نمازش صحیح باشد۔ (عرف الجادی ص ۲۲)

ترجمہ۔ جو ناپاک کپڑے میں نماز پڑھ لے اس کی نماز صحیح ہے۔

ان کے مذہب میں حیض کے خون کے علاوہ ہر قسم کا خون، منی تو ویسے ہی پاک ہے۔ جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔ نیز ان کے نزدیک ہر حلال جانور کا پیشاب پاخانہ پاک ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔

ہر حلال جانور کا پیشاب پاخانہ پاک ہے اور بوقت ضرورت کھانا پینا بھی جائز ہے۔ (فتاوی ستاریہ ص ۶۳ ج ۱)

چنانچہ یہ چیزیں تو ان کے نزدیک پاک ہیں، ان کے ساتھ نماز نہ ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ جو چیزیں ان کے نزدیک ناپاک ہیں (وہ کتنی بچی ہیں یہ خود آپ اندازہ لگالیں، کیونکہ حلال جانوروں کا پیشاب، پاخانہ سوائے حیض کے خون کے باقی خون، منی رطوبت فرج وغیرہ پاک ہیں) ان سے بھی اگر انسان لت پت ہو کر نماز پڑھے تو نماز صحیح ہوگی۔

شرط ہے کہ جسم اور لباس کا پاک ہونا ضروری ہے۔

مولوی عبدالعزیز نورستانی۔

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيآت اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان محمد عبده ورسوله

یہ جو انہوں نے اشتہار کی بات کی ہے یہ ایسی بات نہیں کہ ملک میں احناف نے یہ اشتہار نہ چھپوائے ہوں، صرف ہم نے چھپوائے ہوں۔ یہ مسائل کی چیزیں ہیں اس لئے مسلمانوں کے سامنے پیش کی جاتی ہیں تاکہ انہیں معلوم ہو کہ یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہیں۔ اس کو مان لو ورنہ اس کے مخالف دین بناؤ۔

آج بھی ہمارا یہ چیلنج ہے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی صحیح، مرفوع احادیث سے فاتحہ خلف الامام سے منع ثابت کرو، لیکن کسی نے یہ ثابت نہیں کیا۔

مولانا نے میرے متعلق یہ جو فرمایا ہے کہ مولانا نے دبے لفظوں میں یہ بات تسلیم کر لی ہے کہ شرائط قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث سے نماز کی شرائط مذکور نہیں، نہ قرآن میں ذکر ہیں، نہ احادیث میں ذکر ہیں۔ لہذا رسول اکرم ﷺ نے جیسے فرمایا ہے صلوا کما رأیتمونی اصلی اس طریقے سے تم نماز کو پڑھو جس طریقے سے میں پڑھ رہا ہوں۔ نماز کا ہر ہر فعل رسول اقدس ﷺ کے کہنے کے مطابق کرنا یہ لازمی اور ضروری ہے، کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا صلوا، یہ امر کا صیغہ ہے، تمام احناف بھی یہ مانتے ہیں کہ امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔

اسی طرح رسول اکرم ﷺ نے جو کچھ ہمیں فرمایا ہے کہ یہ چیز تم پر فرض ہے وہ ہمارے

لئے ایک فرض ہے۔ مولانا نے یہ جو فرمایا ہے تم قرآن وحدیث سے شرائط دکھاؤ ورنہ یہ اعلان کرو کہ یہ شرائط قرآن وحدیث میں نہیں ہیں۔ جو چیز قرآن وحدیث سے ثابت ہے وہی ہمارے لئے ایک فرض اور لازمی ہے، کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے علیکم بسنتی۔

انہوں نے یہ بھی کہا کہ تم نے سنت کا لفظ استعمال کیوں کیا ہے؟۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا علیکم بسنتی سنت رسول اکرم ﷺ کے افعال اور آپ ﷺ کے طریقوں کو کہا جاتا ہے۔

مولانا نے حدیث معاذ ؓ کی بات کر کے یہ اعتراف کر لیا ہے کہ شرائط ہم قرآن و حدیث سے نہیں دکھا سکتے۔ باقی رہا مجتہد کے دروازے پر آنا، تو اس کے لئے مولانا نے ایک حدیث پیش کی، لیکن حدیث کی کوئی سند پیش نہیں کی تاکہ پتا چلے کہ اس حدیث کی سند کیسی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث ضعیف ہے، تمام آئمہ حدیث فرماتے ہیں۔

اسناده ضعيف وان احتج به اصحاب اصول الفقه وقد صرح آئمة الحديث كالبخارى والمتقدمون والدار قطنى.

محقق البانی نے سلسلۃ الموضوعات میں ۱۱۰۳ پر یہ بات ذکر کی ہے۔ لہذا آپ اس کی سند واضح کریں کہ یہ کون ہے اور کون نہیں ہے۔

رسول اکرم ﷺ کے بارے میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں جب رسول اکرم ﷺ کے کپڑوں پر منی دیکھتی تو میں یا تو اس کو دھو لیتی، یا صاف کر لیتی یہ صحیح مسلم کی حدیث ہے۔ قالت فاظر الى عائشة. ہم نے جو یہ مسئلہ لکھا ہے تو حدیث سے ثابت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ایک قطرہ بھی نجس کا لگ جائے تو کپڑا ناپاک ہو جاتا ہے، لیکن احناف کے ہاں شیخ الہند محمود حسن تقریر ترمذی کے اندر فرماتے ہیں۔ ص ۴۳ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اپنے آپ کو قوی بنانے کے لئے شراب پینا جائز ہے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ

الحمد للہ و کفٰی والصلوٰۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی. اما بعد.

مولانا نے آپ کے سامنے اقرار فرمالیا کہ قرآن وحدیث میں نماز کی شرائط نہیں ہیں۔ مولانا نے یہ جو فرمایا ہے کہ کیونکہ شرط کا لفظ نہیں ملتا، اس لئے ہم اس کا اقرار نہیں کرتے۔

میں مولانا سے بڑے ادب سے عرض کروں گا کہ اصول حدیث کی جتنی اصطلاحات ہیں کہ یہ حدیث مرفوع ہے، یہ مرسل ہے، یہ موقوف ہے کیا وہ الفاظ قرآن وحدیث میں ان معنوں میں ملتے ہیں۔

اگر یہ دکھادیں تو میں ان کے علم کا لوہا مان لوں گا، اور اگر نہ دکھا سکیں تو میں مولانا سے امید رکھوں گا کہ آئندہ فن حدیث کی اصطلاحات کا استعمال چھوڑ دیں، کیونکہ وہ احادیث میں مذکور نہیں ہیں۔ اگر آپ لوگوں کا بات کرنے کا انداز یہ ہے تو پورے اصول حدیث کا انکار کرو۔

نمبر۲۔ میں نے یہ کہا تھا کہ ان لوگوں کے نزدیک خنزیر بھی پاک ہے، اس کا ان لوگوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

نمبر۳۔ اور میں نے کہا تھا کہ اردو میں جس کو شراب کہتے ہیں عربی میں اس کو خمر کہتے ہیں، اور خود شراب بھی عربی کا لفظ ہے۔ مولانا نے جو تقریر ترمذی کا حوالہ دیا ہے اور اس کے علاوہ کتابوں کا جو حوالہ دیا ہے، اگر مولانا اس میں خمر کا لفظ دکھادیں میں اٹھ کر اپنی شکست لکھ دوں گا۔ اگر مولانا خمر کا لفظ نہ دکھا سکیں تو میں مولانا سے گذارش کروں گا کہ مولانا آپ کے سامنے وہ شخص کھڑا ہے جو اٹھارہ سال غیر مقلد رہا ہے۔ وہ اچھی طرح اس اعتراض کو جانتا ہے۔ اور اگر مولانا نہ دکھا سکیں تو اعلان کریں کہ میں نے جھوٹ بولا ہے، آئندہ میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ اور میں مولانا سے پوچھتا ہوں کہ جو راوی جھوٹ بولتا ہو اس کی روایت کا اعتبار نہیں چہ جائے کہ اس کو مناظرہ کرنے کا اختیار ہو۔

اور میں یہ بھی کہتا ہوں کہ فقہ حنفی کی کسی چھوٹی سے لے کر بڑی کتاب میں اگر خمر پینے کی اجازت دی گئی ہے تو مولانا کو کھلی چھٹی ہے کہ وہ دکھائیں اور اگر خمر کا لفظ نہیں ہے، تو مولانا کو چاہیئے کہ اس قسم کے دھوکے نہ دیں۔

ایک پادری کے ساتھ میرا مناظرہ تھا وہ کہنے لگا کہ اسمٰعیل غلام ہیں۔ میں نے کہا وہ کیسے؟ کہنے لگا کہ قرآن میں لکھا ہے غلام حلیم. اب عربی میں غلام لڑکے کو کہتے ہیں۔ لیکن جس طرح اس پادری نے یہ دھوکہ دیا تھا اسی طرح نورستانی صاحب نے دھوکہ دیا ہے۔ وہاں خمر کا لفظ نہیں ہے۔

اس کے بعد مولانا نے یہ فرمایا کہ منی پاک ہے، میں نے کہا تھا کہ بخاری شریف میں [illegible] کا لفظ ہے،[1] یہی حدیث منی کے لئے بخاری شریف میں موجود ہے، حیض کے لئے بھی

(۱). حدثنا محمد بن یوسف قال حدثنا سفیان عن الاعمش عن سالم بن ابی الجعد عن کریب عن ابن عباس ﷺ عن میمونة رضی اللہ عنها زوج النبی ﷺ قال توضا رسول اللہ ﷺ وضوئه للصلوة غیر رجلیه وغسل فرجه و ما اصابه من الاذی ثم افاض علیه الماء ثم نحی رجلیه فغسلهما هذه غسله من الجنابة (بخاری ص ۳۹ کتاب الغسل)

حدثنا محمد بن رمح اخبرنا اللیث بن سعد عن یزید بن ابی حبیب عن سوید بن قیس عن معاویة بن ابی سفیان ﷺ انه سأل اخته ام حبیبة رضی اللہ عنها زوج

اذی کا لفظ موجود ہے۔ (۱)

کسی صحیح، مرفوع، غیر مجروح حدیث میں دکھائیں کہ حضورﷺ نے فرمایا ہو کہ حیض کے لئے تو اذی کے معنی ناپاکی کرنا، اور جب منی کے لئے یہ لفظ آئے تو اس کا معنی پاک کر لینا ہے۔ اگر ہے تو مولانا مجھے دکھائیں۔

پھر مولانا نے یہ فرمایا کہ حضرت ام المؤمنینؓ فرماتی ہیں کہ میں کھرچ دیتی تھی۔ یہ بات زیر بحث بات سے کوئی تعلق نہیں رکھتی، آپ بچوں والے ہیں، ٹٹی بالاتفاق نجس ہے، لیکن بعض بچے اس طرح مینگنیوں کی طرح ٹٹی کرتے ہیں کہ عورت جب ان کو پھینک دیتی ہے تو ان کا نشان تک نہیں رہتا۔

اسی طرح بعض لوگوں کی منی انتہائی گاڑھی ہوتی ہے، وہ کھرچنے سے ایسی اڑتی ہے کہ نشان تک نہیں رہتا۔ آنحضرتﷺ کی طاقت کا اندازہ آپ لوگ نہیں لگا سکتے۔ اس لئے آپ دکھائیں کہ وہاں کچھ نشان رہتا تھا، تب بات ثابت ہوگی۔

اور اگر یہ بات نہ دکھا سکے تو یہ اس حدیث کا غلط مفہوم بیان کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا تھا ہمارے دوستوں کے نزدیک ان کی کتابوں میں کپڑوں کا پاک ہونا بھی شرط نہیں ہے۔

"جو ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھتا ہے اس کی نماز صحیح ہے"، (۲)۔

النبی ﷺ هل کان رسول الله ﷺ یصلی فی الثوب الذی یجامع فیه قالت نعم اذا لم یکن فیه اذی. (ابن ماجه ص ۱۴ ج ۱)

(۱). ویسئلونک عن المحیض قل هو اذی. (البقرة)

(۲)۔ ہر چہ چیزے از عورتش در نماز نمایاں شد یا در جامہ ناپاک نماز گذارد نمازش [illegible] است۔ (عرف الجادی ص ۲۲)

(عرف الجادی ص ۶)

اور ناپاکی ان کے ہاں پاخانہ اور انسان کا پیشاب ہے۔ اب اگر کپڑوں پر انسان کا پاخانہ یا پیشاب لگا ہوا ہے تو یہ کہتے ہیں کہ نماز جائز ہے،

"در نماز عورتش نمایاں شد"

ترجمہ۔

نماز کے اندر اگر نمازی کی شرمگاہ ننگی رہی۔

ہمارے ہاں جسم کا ڈھانپنا یہ شرائط نماز میں سے ہے۔

مولوی عبدالعزیز نورستانی۔

الحمد لله نحمده ونستعینه ونستغفره ونؤمن به ونتوکل علیه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سیآت اعمالنا من یهده الله فلا مضل له ومن یضلله فلا هادی له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له ونشهد ان محمد عبده ورسوله

دیکھئے میں نے عرض کیا تھا کہ مولانا نے حدیث پیش نہیں کی۔ اب بھی مولانا نے حدیث پیش نہیں کی ہے۔ دوسری بات جو مولانا نے کہا ہے کہ مولوی صاحب نے مان لیا ہے کہ شرائط نہیں ہیں۔ ہم نے یہ نہیں مانا۔ ہم نے یہ کہا ہے کہ قرآن وحدیث میں نماز کے لئے کوئی شرط مذکور نہیں ہے، لہذا ہمارے نزدیک کوئی شرط نہیں، ہم شرط کو نہیں مانتے۔ ہمارے نزدیک نماز کے لئے کوئی شرط نہیں ہے کہ ہم یہ کہیں کہ نماز کے لئے فلاں شرط ہے، فلاں شرط ہے۔ کیونکہ رسول اللہﷺ

ترجمہ۔ جس کی نماز کے اندر شرمگاہ ننگی رہی یا ناپاک کپڑے میں نماز پڑھی اس کی نماز صحیح ہے۔

نے نماز کے لئے شرطیں نہیں بتائیں۔ آپ ایسی شرائط پیش کرتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں۔

آپ کے سامنے مولانا نے یہ کہا ہے کہ آپ ہماری کتابوں سے خمر کا لفظ دکھائیں۔ تقریباً ترمذی کے صفحہ ۴۵ پر یہ الفاظ ہیں کل مسکر یعنی خمر حرام۔ بہر حال مولانا نے جو یہ فرمایا تھا کہ لفظ خمر دکھاؤ گے تو ہم مان لیں گے۔ اب مان لو ہم نے خمر کا لفظ ایک جگہ کی بجائے تین جگہ پر دکھا دیا ہے۔

مولانا نے مان لیا کہ منی پاک ہے، کیونکہ جب چٹکی سے گرائی تو باقی اثر بھی تو رہا۔ آخر میں میں اور بات کرنا چاہتا ہوں کہ موضوع ہے مکمل نماز، مولانا موضوع سے ہٹ گئے ہیں۔ میں مولانا سے درخواست کروں گا کہ وہ موضوع سے نہ ہٹیں۔ آپ نماز پر بات کریں ہم کہتے ہیں کہ نماز میں ہم کوئی ایسی شرط نہیں مانتے جو قرآن وحدیث میں نہ ہو۔ لہذا ہم نماز کے اندر کوئی شرط نہیں مانتے، اگر کوئی شرط قرآن وحدیث میں ہے تو بتائیں۔

آپ عرف الجادی وغیرہ کے حوالے دے رہے ہیں، ہمارا مذہب ہی یہ ہے کہ ہم اشخاص پرست نہیں ہیں۔ ہم صرف قرآن وحدیث کو مانتے ہیں، قرآن وحدیث کے خلاف جو بات ہوگی خواہ اسے میرا باپ کیوں نہ لکھے میں اسے نہیں مانتا۔ کیونکہ اشخاص کو ہم نہیں مانتے ہم محمد رسول اللہ ﷺ کو ہی مانتے ہیں۔

جیسے میں نے حدیث سنائی ہے بمع سند کے اسی طرح آپ بھی بمع سند کے حدیث سنائیں۔ اب میں مولانا سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ نماز کے موضوع پر آجائیں۔

آپ جو یہ کہتے ہیں کہ ہماری فقہ کے اندر یہ شرط ہے، یہ شرط ہے۔ آپ نے یہ شرائط کہاں سے لی ہیں۔ آپ حدیث کی بات کرتے ہیں، ہم کہتے ہیں کہ جو فعل ہم کرتے ہیں اس کی حدیث آپ ہم سے مانگیں۔ اس کی حدیث ہم آپ کو دکھائیں گے۔

اور جو آپ یہ کہیں کہ فلاں بات فلاں مولوی نے لکھی ہے، فلاں فلاں مولوی نے لکھی

ہے، مولویوں کی بات ہم پر حجت نہیں ہے۔ آپ شکست لکھ کر دے دیں کیونکہ ہم نے لفظ خمر تین مرتبہ دکھایا ہے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

اس عبارت کا ترجمہ کرو۔

مولوی عبدالعزیز نورستانی۔

آپ نے بھی ترجمہ نہیں کیا تھا۔ آپ نے خمر کا لفظ کہا تھا وہ ہم نے دکھا دیا۔ ہم نے خمر کا لفظ دکھا دیا۔ اور خمر شراب کو کہتے ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ تمہاری فقہ میں انگور کی شراب کو تو خمر کہیں گے اور جو جو یا کھجور کی ہو اس کو آپ شراب نہیں کہتے۔ یہ ترجمہ کا اس لئے کہہ رہا ہے کیونکہ احناف کے نزدیک انگور کی شراب کے علاوہ باقی سب شرابیں حلال ہیں۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

الحمد للہ و کفٰی والصلوٰۃ والسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی۔ اما بعد.

ثالث کا کام آخر میں فیصلہ کرنا یہاں ثالث درمیان میں بات کر رہا ہے۔ یہ رشیدیہ میرے پاس ہے آپ کو ثالث کا معنی بھی نہیں آتا۔ مجھے یہ رشیدیہ میں دکھائیں کہ ثالث درمیان میں بول سکتا ہے، رشیدیہ ثالث کو درمیان میں بولنے کی اجازت ہی نہیں دیتی۔ اگر ثالث یہ کہتا ہے کہ ترجمہ سنائیں تو نورستانی صاحب ترجمہ سنائیں۔ لیکن پھر اتنا وقت میں بھی بعد میں لوں گا۔ کیونکہ انہوں نے ترجمہ اپنے وقت میں پیش کرنا تھا۔

اگر مولانا نے ترجمہ کرنا ہے تو لکھ کر دیں۔ آخر آپ میرے جواب سے اتنا کیوں گھبرا رہے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ جسے خمر حقیقی کہتے ہیں، اس کے ایک قطرے کی پینے کی بھی اجازت نہیں دیتے۔ اگر یہ بات دکھا دیں کہ امام صاحب خمر حقیقی کے پینے کی اجازت دیتے ہیں، تو میں اب بھی اسی بات پر قائم ہوں۔

میں نے پہلے یہ بات عرض کی تھی کہ ایک ہے خمر حقیقی، اس کا ایک قطرہ بھی نجس ہے، اور ایک ہے کہ آپ گھر میں ایک مشروب تیار کرلیں اور اس میں بعض اوقات نشہ پیدا ہو جاتا ہو، اس کا نشہ حرام ہے۔

نسائی شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں، حرمة الخمر لعینها (1) کہ خمر کا تو ایک قطرہ بھی حرام ہے، و سکرة کل شراب لیکن باقی پینے والی چیزوں میں نشہ حرام ہے۔

امام صاحب نے یہاں خمر حقیقی پینے کی قطعاً اجازت نہیں دی، اس لئے میں نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ لہذا یہ مغالطہ دے رہے ہیں۔ جیسے زنا ایک حقیقی ہے جس پر حد شرعی ہے۔ لیکن حدیث شریف میں آنکھ کے دیکھنے کو بھی زنا کہا گیا ہے (2) لیکن اس زنا پر حد شرعی نہیں آتی۔

جو بات عالمگیری کی کہی ہے۔ اس میں اکراہ کا ذکر ہے اور یہ زیر بحث نہیں ہے۔ مثال کے طور پر ایک آدمی تو یہ کہے کہ مردار کا کھانا حلال ہے، میں کہوں کہ میں بالکل حلال نہیں کہتا، لیکن

(1). اخبرنا محمد بن عبدالله بن الحکم قال ثنا محمد ح و اخبرنا الحسین بن منصور قال ثنا احمد بن حنبل قال ثنا محمد بن جعفر قال ثنا شعبة عن مسعر عن ابن عون عن عبدالله بن شداد عن ابن عباس قال حرمت الخمر بعینها قلیلها او کثیرها والمسکر من کل شراب. (نسائی ص ۳۳۱ ج ۲)

(2). قال ابو هریرة عن النبی ﷺ قال ان الله کتب علی ابن آدم حظه من الزنی ادرک ذالک لا محالة فزنی العین النظر وزنی اللسان النطق والنفس تمنی وتشتهی والفرج یصدق ذالک او یکذبه. (بخاری ص ۹۲۳ ج ۲)

وہ یہ کہے کہ قرآن میں لکھا ہے کہ حالت اضطرار میں مردار کھانے کی اجازت ہے۔ تو اس وقت جو بحث ہو رہی ہے وہ اضطراری حالت کی تو نہیں ہو رہی ہے۔

اسی طرح اگر کوئی یہ کہہ دے کہ مسلمانوں کے قرآن میں لکھا ہوا ہے کہ سور کھانا جائز ہے، مردار کھانا جائز ہے۔ آپ سب اس کو غلط کہیں گے۔ آپ جب مطالبہ کریں کہ قرآن میں کہاں لکھا ہے، تو وہ یہ آیت پیش کردے کہ جس میں اضطرار کا ذکر ہے، تو کیا اس سے تمہارا مطالبہ پورا ہوا۔ یقیناً نہیں۔

اس لئے میں اب بھی یہ کہتا ہوں کہ فقہ حنفی کی چھوٹی سے لے کر بڑی کتاب تک امام ابو حنیفہ جس کو خمر کہتے ہیں اس کے ایک قطرے کے پینے کی بھی اجازت نہیں دیتے۔ اس کو وہ پیشاب کی طرح نجس قرار دیتے ہیں۔ اور مولانا جو عبارت پیش کر رہے ہیں اس میں ماسوا کا لفظ موجود ہے کہ خمر کے علاوہ جو چیز ہے جس کو مشروب کہا جاتا ہے۔

میں نے مسئلہ واضح کردیا ہے کہ یہاں لفظ ما سوا الخمر موجود ہے، ایک ہے کہ اللہ کی عبادت نہیں کرنی چاہئے، ایک ہے ما سوا الله کی عبادت نہیں کرنی چاہئے۔ لفظ اللہ تو دونوں میں ہے، لیکن معنی الگ۔ ماسوا اللہ کا معنی اللہ کا غیر۔ اسی طرح ما سوا الخمر کا معنی خمر کا غیر۔ لہذا یہ کہنا کہ ماسوا الخمر میں خمر کا لفظ گیا ہے، یہ دھوکہ ہے۔

مولوی عبدالعزیز نورستانی۔

الحمد لله نحمده ونستعینه ونستغفره ونؤمن به ونتوکل علیه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سیآت اعمالنا من یهده الله فلا مضل له ومن یضلله فلا هادی له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له ونشهد ان محمد عبده ورسوله

مولانا نے جو خمر حقیقی اور غیر حقیقی کی بات شروع کی ہے یہ قرآن و حدیث میں نہیں ہے۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ گندم سے بھی خمر بنتا ہے، جو سے بھی بنتا ہے، کھجور سے بنتا ہے اور شہد سے بھی بنتا ہے۔ جو احناف عنب کی شرط لگاتے ہیں کہ عنب سے شراب ہے، اور کسی چیز سے نہیں ہے۔

یہ حقیقی اور غیر حقیقی کہنا یہ درست نہیں ہے، کیونکہ پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں کہ ہر چیز سے شراب ہے، اگر یہ حدیث سے دکھا دیں کہ عنب کے علاوہ اور کسی چیز سے شراب نہیں بنتی تو ہم مان لیں گے۔

باقی میرا سوال تھا کہ حدیث معاذ ؓ کی سند پیش کرو، وہ یہ ابھی تک پیش نہیں کر سکے۔ آپ لایعنی باتوں میں نہ پڑیں اور پوری نماز کی بات کریں۔ آپ نماز کی بات کرتے نہیں، کبھی شراب کی بات شروع کر دیتے ہیں، کبھی منی کی۔

ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ آپ جو زبان سے نیت کرتے ہیں اور ہدایہ میں اسے حسن کہا ہے۔ اس کو قرآن وحدیث سے ثابت کریں۔ آپ جو یہ کہتے ہیں کہ مطلق نیت نہیں، زبان سے پڑھنا نیت ہے۔ آپ کے مذہب کے اندر یہ چیز ہے، لہذا آپ اس کا حوالہ دیں۔ اور میرا قرضہ بھی اتاریں اور حدیث معاذ کی سند پڑھیں۔

دوسرا مسئلہ ہدایہ کے اندر لکھا ہوا ہے کہ تکبیر اللہ اکبر، اللہ الکبیر، اللہ الاجل سے تکبیر تحریمہ جائز ہے۔ اس کی دلیل بھی قرآن وحدیث سے پیش کریں۔ اس کی دلیل بھی قرآن و حدیث سے پیش کریں کہ رسول اکرم ﷺ نے اللہ الکبیر یا اللہ الاجل یا اللہ الاعظم کہ کر نیت باندھی ہو، تیسری بات یہ کہ عورت ہاتھ اٹھائے کندھوں تک اور مرد کانوں تک اٹھائے۔ یہ تفریق جیسے ہدایہ میں ہے ایسے ہی قرآن وحدیث سے دکھائیں۔

چوتھا مسئلہ کہ مرد ہاتھ ناف پر باندھے اور عورت سینے پر، یہ تفریق بھی حدیث سے بتائیں۔

یہ چار باتیں میں نے عرض کی ہیں اور حدیث معاذ ؓ کی سند کا مطالبہ کیا ہے۔ اور یہ بھی

بتائیں کہ عنب کے علاوہ کو خمر نہ کہنا یہ قرآن وحدیث میں ہے؟۔ اگر نہیں ہے تو اقرار کرو کہ یہ ہماری گھڑی ہوئی چیز ہے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ

الحمد للہ وکفیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد۔

میرے دوستو اور بزرگو یہ بات تو آج واضح ہوگئی کہ تقریر ترمذی میں جو بات ہے وہ ما سوا الخمر ہے، ماسوی الخمر کا لفظ ہے، نہ کہ خمر کا لفظ۔

اس پر مولانا نے فرمایا کہ یہ بات تمہاری گھڑی ہوئی ہے، یہ سنن نسائی بھی صحاح ستہ کی کتاب ہے، اس میں حدیث ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا الخمر من هاتين شجرتين کہ خمر ان دو درختوں یعنی عنب اور نخلہ سے ہوتی ہے۔ (1)

اس کے علاوہ جو حدیث مولانا نے پڑھی ہے وہ تو میں پہلے ہی عرض کر رہا ہوں کہ ہم اس کو بھی مانتے ہیں۔ لیکن اس کی حیثیت وہی ہے جیسے زنا والی حدیث کی، کہ ایک یہ ہے کہ زنا پر حد ہے۔ مراد یہ ہے کہ زنا حقیقی پر حد ہے، اور دوسری حدیث یہ آ رہی ہے کہ آنکھ سے دیکھنا بھی زنا ہے، زبان سے بات کرنا بھی زنا ہے، قدموں سے چل کر جانا بھی زنا ہے، لیکن اس زنا کو حقیقی زنا نہیں کہتے۔ پوری امت فرق کر رہی ہے کہ یہ زنا حقیقی ہے اور وہ زنا حقیقی نہیں ہے۔

(1). اخبرنا سويد بن نصر قال اخبرنا عبدالله عن الاوزاعي قال حدثني ابو كثير ح واخبرنا حميد بن مسعدة عن سفيان بن حبيب عن الاوزاعي قال حدثنا ابو كثير. قال سمعت ابا هريرة ؓ يقول قال رسول الله ﷺ الخمر من هاتين وقال سويد في هاتين الشجرتين النخلة والعنبة. (سنن نسائی ص ۳۲۴ ج ۱)

اسی طرح سیدنا امام ابوحنیفہؒ دونوں حدیثوں کو مانتے ہیں، کہ ان دو درختوں سے جو خمر بنے گی وہ حقیقی ہے، وہ پیشاب کی طرح نجس ہے، اس کا ایک قطرہ بھی نجس ہے۔ اس کے علاوہ جو مشروبات تیار کئے جائیں اس کا نشہ حرام ہے۔

مولانا بار بار کہہ رہے ہیں کہ حدیث معاذ رضی اللہ عنہ کی سند پڑھو۔ ابوداؤد یہ صحاح ستہ کی کتاب ہے، اس میں یہ سند ہے، یہی روایت ترمذی شریف میں بھی موجود ہے [1]۔ علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ کسی حدیث پر جب عمل ہو تو اس کی سند پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

الصحیح ما تلقی الامة بالقبول و ان لم یکن اسناده صحیح.

---

(۱) حدثنا حفص بن عمر عن شعبة عن ابی عون عن الحارث بن عمرو بن ابی المغیرة بن شعبة عن اناس من اهل حمص من اصحاب معاذ بن جبل ان رسول الله ﷺ لما اراد ان یبعث معاذا الی الیمن قال کیف تقضی اذا عرض لک قضاء قال اقضی بکتاب الله قال فان لم تجد فی کتاب الله قال فبسنة رسول الله ﷺ قال فان لم تجد فی سنة رسول الله و لافی کتاب الله قال اجتهد برأی ولا الو فضرب رسول الله ﷺ صدره فقال الحمد لله الذی وفق رسول رسول الله ﷺ لما یرضی به رسول الله (ابو داؤد ص ۵۰۵)

حدثنا هناد ثنا وکیع عن شعبة عن ابی عون عن الحارث بن عمرو عن رجال من اصحاب معاذ ان رسول الله ﷺ بعث معاذ الی الیمن فقال کیف تقضی فقال اقضی بما فی کتاب الله قال فان لم یکن فی کتاب الله قال فبسنة رسول الله ﷺ قال فان لم یکن فی سنة رسول الله ﷺ قال اجتهد برائی قال الحمد لله الذی وفق رسول رسول الله ﷺ لما یحب ویرضی. (ترمذی ص ۲۴۸ ج ۱)

مولانا نے یہ فرمایا ہے کہ اس نے خلط مبحث کیا ہے، میں نے خلط مبحث نہیں کیا، میں نماز کے مسائل میں پاکی اور ناپاکی کے مسائل بیان کرتا رہا۔ شراب پینے کا مسئلہ چھیڑ کر مولانا نے خلط مبحث کیا ہے، کیونکہ اس وقت جو بات تھی وہ تھی نمازی کے بدن کے کپڑوں کے پاک اور ناپاک ہونے کی۔

میں اپنے موضوع پر چل رہا تھا لیکن مولانا نے اصل موضوع سے ہٹ کر شراب پینے اور نہ پینے کا مسئلہ چھیڑ دیا، اور اس کے بعد یہ سارا خمر کا چکر چلا۔ جس پر دکھایا گیا کہ وہ ماسوا الخمر ہے خمر نہیں۔ امام صاحب اسے ما سوی الخمر فرماتے ہیں۔ شاید آپ خمر اور ماسوی الخمر میں فرق سمجھتے ہوں گے۔ جیسے ایک اللہ ہے اور ایک ماسوی اللہ ہے۔ جیسے ما سوی اللہ، اللہ کا غیر ہے، اسی طرح ما سوی الخمر خمر کا غیر ہے۔ تقریر ترمذی میں ما سوی الخمر کا لفظ لکھا ہے۔

اسی طرح یہ کہہ رہے ہیں کنز الدقائق میں لکھا ہے کہ رطوبة الفرج طاهر فرج کی رطوبت پاک ہے، اس کے بعد مولانا نے یہ فرمایا ہے کہ ہم عرف الجادی کو نہیں مانتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بحث سے قبل تو میرے دوست یہ کہا کرتے تھے کہ حنفیوں کی فقہ تو قرآن وحدیث کے خلاف ہے، اور اہل حدیثوں نے جو کتابیں لکھی ہیں وہ قرآن وحدیث کے موافق ہیں۔

لیکن یہ بات یاد رکھیں ہم ان شاء اللہ آج ہدایہ کا انکار نہیں کریں گے۔ مولانا نے پہلی ٹرن میں یہ فرمادیا ہے کہ ہم ان کتابوں کو نہیں مانتے۔ مولانا آپ یہ بتائیں کہ جن اہل حدیث علماء نے یہ کتابیں لکھی ہیں کیا یہ کتابیں انہوں نے اپنے دعوے کے مطابق قرآن وحدیث کے موافق لکھی ہیں یا مخالف؟ اگر یہ قرآن وحدیث کے مخالف ہیں تو معلوم ہوا کہ بڑے بڑے علماء جو یہ دعویٰ کرتے تھے ہم فقہ کو چھوڑ کر قرآن وحدیث کے موافق کتابیں لکھ رہے ہیں، آج مولانا یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم ان کتابوں کو نہیں مانتے کہ وہ قرآن وحدیث کے خلاف ہیں۔

ہمارے اوپر تو الزام تھا، لیکن مولانا نے اپنے مسلک کے بارے میں اقرار فرمالیا کہ

ہمارے علماء کی یہ کتابیں حجت نہیں کیوں نہیں؟۔اس لئے کہ وہ قرآن وہ حدیث کے خلاف ہیں۔

لیکن الحمدللہ حنفی علماء یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ ہماری فقہ کا جو قول مفتیٰ بہ ہو وہ صحیح ہے، ہم اس کے ذمہ دار ہیں۔ میں عرض کرتا ہوں کہ اگر رطوبت فرج جسم پر لگی ہوئی ہو یا کپڑوں پر تو مولانا کے مذہب میں اس کی نماز بالکل ہو جاتی ہے۔اس کا جواب یہ نہیں ہے کہ نزل الابرار کو نہیں مانتا۔نزل الابرار کی یہ بات اگر تو قرآن وحدیث کے موافق ہے جیسے منی کے بارے میں مولانا نے حدیثیں سنائی تھیں،تو پھر یہ موافق حدیثیں سنائیں،اور اگر یہ خلاف ہے تو پھر یہ حدیث سے اس بات کا رد کریں۔

آپ اعلان کریں کہ مولانا وحید الزمان صاحب،نواب صدیق حسن خان صاحب اہل حدیث ہیں،لیکن ان کا یہ مسئلہ بخاری، مسلم کی فلاں حدیث کے خلاف ہے۔اس لئے میں نہیں مانتا۔صرف اتنا کہہ دینا کہ میں نہیں مانتا،اس سے جان نہیں چھوٹے گی۔

مولوی عبدالعزیز نورستانی۔

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيآت اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان محمد عبده ورسوله

مولانا نے جو یہ حدیث پیش کی ہے،اس میں مجاہیل راوی ہیں،اور اصول حدیث میں مجاہیل کی روایت معتبر نہیں ہے۔اس میں عناب حضرت معاذؓ کا ساتھی مجہول ہے۔

دوسری بات میں نے یہ عرض کی کہ مولانا وحید الزمان صاحب ہوں یا کوئی اور ہو، ہمارے لئے یہ بات ہرگز جائز نہیں ہے کہ کسی اور کے پیچھے جائیں۔وہ انسان ہیں اور ہر انسان کی بات کے اندر غلطی نکل سکتی ہے۔اہل حدیث ہو یا جو بھی کوئی ہو،قرآن وحدیث کے خلاف بات کریں

گے تو ہم نہیں مانیں گے۔ کیونکہ بنیاد تو قرآن وحدیث ہے۔اگر چہ ہم پر الزام ہی کیوں نہ آئے۔

کیونکہ ہمارا مسلک واضح ہے، ہمارا مسلک نہ تو وحید الزمان والا ہے، نہ ہمارا مسلک نواب صدیق حسن خان والا ہے، نہ ہمارا مسلک امام صاحب کا قول ہے، نہ صاحبین کا قول۔ ہمارا مسلک ہے محمد رسول اللہ والا۔

تقریر ترمذی میں ماسوی الخمر حقیقی ہے۔اب یہ حقیقی کا لفظ کیوں لگاتے ہیں تا کہ کھجور تمر وغیرہ کی شراب کو خارج کیا جا سکے۔ یچ کہتے ہیں کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا ھاتین شجرتین اس حدیث میں کھجور، عسل، زبیب وغیرہ کی نفی نہیں ہے، پانچ چیزوں سے خمر والی حدیث اب آپ ان دو کی خمر کو حقیقی کہتے ہو باقیوں کو کیوں شمار نہیں کرتے۔

آپ نے زنا کی مثال دی کہ آنکھ کا زنا، زنا مجازی ہے، یہ تو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے،لیکن خمر کا حقیقی اور مجازی ہونا بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت کریں۔

پھر میں نے یہ کہا تھا کہ اللہ اکبر، اللہ الکبیر، اللہ اعظم سے نماز ہو جاتی ہے،مولانا نے اس کا جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا تھا کہ تحریمہ کے وقت مرد کانوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں اور عورت کندھوں تک،اس کا ثبوت بھی پیش کریں۔

نیز مرد ہاتھ ناف پر باندھے اور عورت سینے پر،اس کا ثبوت بھی قرآن وحدیث سے پیش کریں۔اور یہ بھی ثابت کریں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہو کہ یہ زنا حقیقی ہے،اس پر حد لاگو ہوتی ہے اور یہ غیر حقیقی اس پر حد نہیں ہے۔

اور نماز کی تمام شرائط قرآن وحدیث سے دکھائیں،ہم یہ کہتے ہیں کہ نماز کے لئے قرآن وحدیث میں کوئی شرائط نہیں ہیں۔اس لئے ہم نہیں مانتے ہیں۔آپ مانتے ہیں،اس لئے ان کا ثبوت قرآن وحدیث سے پیش کریں۔فقہ حنفی کے اندر ہے، کہ قعدہ اخیری فرض ہے،تو قرآن و حدیث سے بھی ثابت کریں کہ قعدہ اخیری فرض ہے۔

اس طرح نماز کے اندر درود شریف پڑھنا فرض نہیں ہے۔اس کے لئے کوئی حدیث بتا

دیں۔ ہمیں ان پانچ چیزوں کا جواب دیا جائے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

الحمد لله و كفى و الصلوة و السلام على عباده الذين اصطفى. اما بعد.

میرے دوستو میں نے حدیث معاذؓ کی سند پیش کی تھی، مولانا نے جو اس پر اعتراض اب کیا ہے میں اس کا جواب بھی دے چکا ہوں، مولانا نے یہ فرمایا ہے کہ عناب جو حضرت معاذؓ کے ساتھی تھے اور صحابی تھے وہ مجاہیل ہیں۔ اور یہ کہ تابعین کی روایت حجت نہیں، اور وہ مجاہیل ہیں۔ کیا یہ قرآن وحدیث کا مسئلہ ہے، یا کسی امتی کا قول ہے۔ اگر ہم کسی امتی کی بات پیش کریں تو مولانا فرماتے ہیں میں نہیں مانتا۔ اب مولانا یہ بات کہ راوی کا مجہول ہونا جرح ہے، یہ یا تو قرآن پاک سے یا حدیث مبارکہ سے ثابت کریں۔

(۲) مولانا نے فرمایا کہ زنا کے حقیقی اور مجازی ہونے کا حضورﷺ نے خود فرق کیا ہے۔ مولانا یہ حدیث بیان کریں جس میں حضورﷺ نے یہ فرمایا ہو کہ فلاں زنا حقیقی ہے اور فلاں مجازی ہے۔

اس کے بعد مولانا نے کچھ مسائل پوچھے ہیں۔ بات یہ ہے کہ یہ سارے مسائل ترتیب وار آئیں گے۔ ابھی تو شرائط کی بات چل رہی ہے آپ آگے چلے گئے۔ اور صرف اتنا کہ کر جان چھڑوا لینا کہ ہم شرائط کو نہیں مانتے۔ ہم نے کہا کہ ہمارے ہاں نماز کے لئے کپڑے کا پاک ہونا شرط ہے۔

مولانا اس کے جواب میں یہ نہیں کہ سکتے کہ وحید الزمان نے یہ کہا وہ کہا۔ مولانا یہ بتائیں کہ ان کے ہاں کپڑے کا پاک ہونا شرط ہے یا نہیں؟۔ ان کے ہاں بدن کا پاک ہونا ضروری ہے یا نہیں؟۔ ان کے ہاں جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے یا نہیں؟۔ ان کے نزدیک نماز کے لئے کتنا جسم چھپانا ضروری ہے اور کتنا نہیں۔ ان کے ہاں استقبال قبلہ ضروری ہے یا نہیں؟۔ ان کے ہاں وقت

ضروری ہے یا نہیں؟۔

جب بات ترتیب سے چل رہی ہے تو ان شاء اللہ العزیز ساری باتیں سامنے آجائیں گی۔ تو اس لئے یہ بتائیں کہ نماز سے پہلے جو چیزیں ضروری ہیں وہ کس حدیث کی کتاب میں لکھی ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ کپڑے کا پاک ہونا ضروری ہے یا نہیں۔ اور یہ بھی بتائیں کہ اگر کپڑے پر فرج کی رطوبت لگی ہو تو نماز ہو جائے گی یا نہیں۔ یہ قرآن وحدیث سے بتائیں۔ اگر خنزیر کا خون لگا ہوا ہو تو وہ پاک ہے یا نہیں؟ یہ قرآن وحدیث سے بتائیں۔ ہمارے اہل سنت والجماعت احناف کے نزدیک اگر کپڑے پر نجاست لگی ہوئی ہو تو کپڑے اور جسم کا پاک ہونا ضروری ہے۔ قرآن پاک میں یہ مسئلہ موجود ہے مولانا اس کے دلائل بیان فرمائیں۔

مولانا اگر دلائل بیان کریں گے تو میں بھی بیان کرتا چلا جاؤں گا۔ اسی طرح مولانا اگر یہ مانتے ہیں کہ نواب صدیق حسن خان صاحب نے یہ لکھا ہے۔

”طہارت مکان وطہارت لباس وطہارت موضوع ومحمول را شرط نماز دانست کما ینبغی نیست“۔

کہ جو چیز اٹھائی گئی ہو وہ بھی ناپاک نہ ہو، بدن بھی نجس نہ ہو، کپڑوں پر بھی نجاست نہ ہو، مکان بھی نجس نہ ہو، حنفی ان چار باتوں کو جو شرط کہتے ہیں ہم ان کو نہیں مانتے۔

اگر یہ بات نواب صاحب نے غلط لکھی ہے تو مولانا اس کی تردید قرآن وحدیث سے کریں اور اگر یہ بات نواب صاحب نے صحیح لکھی ہے، تو مولانا یہ اعلان کریں کہ ہمارے نزدیک ناپاک کپڑوں میں نماز جائز ہے۔ اور پھر اس کی دلیل قرآن وحدیث سے پیش کریں۔

صحیح بخاری شریف میں لکھا ہے امام بخاریؒ فرماتے ہیں (1) اگر نماز پڑھنے والے شخص پر

---

(۱)۔ امام بخاری فرماتے ہیں ” باب اذا القى على ظهر المصلى قذر او جيفة لم تفسد عليه صلوته . کے تحت لکھتے ہیں۔

قال و كان ابن عمر اذا رأى في ثوبه دما و هو يصلى وضعه و

کوئی شخص گندگی لاکر رکھ دے، یا اس پر مردار لاکر رکھ دے، اس کی نماز باطل نہیں ہوتی۔ ہدایہ فقہ حنفی والا تو یہ کہتا ہے کہ گندگی سے کپڑوں کا پاک ہونا ضروری ہے، لیکن امام بخاریؒ یہ باب باندھتے ہیں کہ پاک ہونا ضروری نہیں ہے۔ کیا واقعی نورستانی صاحب فقہ حنفی کی مخالفت میں اس پر عمل کرتے ہیں اور اس کے بارے میں بھی نورستانی صاحب نے کوئی اشتہار شائع کیا ہے یا نہیں؟۔

کیا اسی طرح ہمارے ہاں جگہ کا پاک ہونا شرط ہے، لیکن صحیح بخاری شریف میں صاف لکھا ہے کہ حضرت ابوموسیٰؓ نے گوبر پر کھڑے ہو کر نماز پڑھی جبکہ صاف جگہ موجود تھی (۱)، آپؓ نے فرمایا یہ جگہ اور وہ جگہ برابر ہے۔

مولانا ہدایہ پر تو اعتراض کرتے ہیں ان شاء اللہ ان کے جواب بھی ان کے نمبر پر آجائیں گے۔ تو میں مولانا سے پوچھتا ہوں کہ مولانا آپ ہدایہ پر تو عمل نہیں کرتے لیکن یہ مسئلہ جو بخاری

مضی فی صلوته و قال ابن المسیب والشعبی اذا صلی وفی ثوبه دم او جنابة او لغیر القبلة او تیمم فصلی ثم ادرک الماء فی وقته لا یعید. (بخاری ص ۳۷ ج ۱)

ترجمہ۔ امام بخاری فرماتے ہیں ''باب جب نمازی کی پشت پر گندگی یا مردار ڈال دیا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی''۔ کے تحت فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جب اپنے کپڑے میں خون کو دیکھتے اور وہ نماز پڑھ رہے ہوتے تو اس کو اتار دیتے اور نماز پڑھتے رہتے۔ اور ابن مسیب اور شعبی فرماتے ہیں کہ جب آدمی نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے کپڑوں میں خون یا جنابت ہو یا غیر قبلہ کی جانب نماز پڑھی یا تیمم کر کے پڑھی ہو اور پھر اس نماز کے وقت میں پانی کو پالے تو نماز نہ لوٹائے۔

(۱). صلی ابو موسیٰ فی دار البرید والسرقین والبریة الی جنبه فقال ههنا ثم سواء. (بخاری ص ۳۶)

میں لکھا ہے کیا مولانا اس پر عمل کرتے ہیں یا نہیں؟۔

اسی طرح ستر عورت۔ امام بخاری باب باندھتے ہیں باب الصلوة فی ثوب واحد ایک کپڑے میں نماز جائز ہے (۱)، امام بخاری کے نزدیک صرف اتنی جگہ ڈھانپنا فرض ہے جتنی [illegible] ڈھانکتا ہے۔ نواب صدیق حسن صاحب فرماتے ہیں۔

''ہر کہ در نماز عورتش نمایاں شد نمازش صحیح باشد''۔

نماز میں جس نمازی کی ساری شرمگاہ ننگی رہی اس کی نماز صحیح ہے۔

مولانا سے میں یہ پوچھتا ہوں کہ اگر یہ مسئلہ قرآن وحدیث کا ہے، تو آپ اس کا ثبوت پیش کریں کہ کیا حضرت ﷺ نے کبھی ننگے نماز ادا فرمائی۔ کیا کبھی کسی صحابی نے ننگے نماز پڑھی۔ اگر نہیں ہے، تو آپ اس کی تردید کسی حدیث سے کریں اور بتائیں کہ اتنے موٹے مسائل اس طرح کیوں لکھتے ہیں۔

اسی طرح احناف کے نزدیک وقت شرط ہے،

﴿ان الصلوة کانت علی المؤ منین کتاباً موقوتا﴾

جبکہ مولانا ثناء اللہ امرتسری سے سوال کیا گیا اگر عصر کے وقت فٹ بال کھیلنا ہو اور مجھے فٹ بال کھیلنے سے وقت نہ ملے، تو کیا میں عصر کی نماز ظہر کے وقت میں پڑھ سکتا ہوں۔ مولانا ثناء

(۱). حدثنا محمد بن المثنی قال حدثنا یحی قال ثنا هشام قال حدثنی ابی عن عمر بن ابی سلمة انه رأی النبی ﷺ یصلی فی ثوب واحد فی بیت ام سلمة قد القی طرفیه علی عاتقیه. (بخاری ص ۵۲ ج ۱) .

ترجمہ۔ عمر بن ابی سلمہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اقدس ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ ایک کپڑے میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر نماز پڑھ رہے تھے، اس حال میں کہ آپ نے اس کی دونوں طرفیں اپنے کندھے پر لٹکائی ہوئی تھیں۔

اللہ اس کو اجازت دیتے ہیں کہ وہ عصر کی نماز وقت سے پہلے پڑھ لے، مولانا ثناء اللہ صاحب دکان پر سودا بیچنے والے کو اور ملازمت کرنے والے کو اجازت دیتے ہیں کہ وہ نماز وقت سے پہلے پڑھ لے [1]۔

اسی طرح ہمارے ہاں استقبال قبلہ شرط ہے، لیکن صحیح بخاری شریف میں لکھا ہے اگر کوئی شخص نماز پڑھ لے اس کے کپڑوں کو خون لگا ہو یا منی لگی ہو یا قبلہ کی بجائے کسی اور طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے یا پھر تیمم سے نماز پڑھی ہو اور پھر وقت کے اندر پانی پا لے تو اس نماز کو نہ لوٹائے یعنی بغیر قبلہ کے اگر نماز پڑھی ہو تو اس کو لوٹانے کی ضرورت نہیں [2]۔ مولانا اس کو کیا سمجھتے ہیں جو قرآن کہتا ہے اور فقہ حنفی میں لکھا ہے یا اس کو جو صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ استقبال قبلہ شرط نہیں۔ اس پر مولانا دلائل بیان کریں صرف اتنا کہ دینا کہ میں اس کو نہیں مانتا، میں اس کو نہیں مانتا۔ اس سے مسئلہ حل نہیں ہو جاتا۔

---

(۱)۔ سوال۔ فی زمانہ کثرت سے رواج ہے کہ مسلم حصول انعام کے لئے، مثلاً آپ شلڈ فٹ بال کھیلا کرتے ہیں اور کھیلنے کے باعث عصر اور مغرب کی نماز ترک کر دیتے ہیں پھر قضا پڑھ لیتے ہیں کیا یہ جائز ہے۔

جواب۔ قضا نماز کر کے بلا وجہ اچھا نہیں ہے کھیلنے والوں کو چاہئے کہ پہلے افسروں سے تصفیہ کر لیں کہ نماز کے وقت کھیل کو چھوڑ دیں گے۔ وہ اگر نہ مانیں تو ظہر کے ساتھ عصر ملا لیں یا پھر عصر کے ساتھ ظہر ملا کر جمع پڑھ لیں۔ (فتاوی ثنائیہ ص۶۳۱ ج۱)

(۲). كان ابن عمر اذا راى فى ثوبه دما وهو يصلى وضعه ومضى فى صلوته وقال ابن المسيب والشعبى اذا صلى وفى ثوبه دم او جنابة او لغير القبلة او تيمم فصلى ثم ادرك الماء فى وقته لا يعيد. (بخاری ص۳۷ ج۱)

ہم نے مسائل سمجھنے ہیں کہ ناپاک کپڑے میں نماز ہوتی ہے یا نہیں؟۔ اگر لفظ شرط جو فقہاء نے لکھا ہے آپ کو پسند نہیں ہے، تو آپ سے مسئلہ یہ پوچھا جائے گا کہ ضروری ہے یا نہیں۔ جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے یا نہیں۔ جیب میں اگر غلاظت کی شیشی ہو تو نماز ہو جائے گی یا نہیں۔ نواب صاحب نے لکھا ہے کہ اگر سر پر کوئی ناپاک چیز رکھی ہو تو نماز ہو جاتی ہے۔ آپ اس کے بارے میں وضاحت فرمائیں کہ ہو جاتی ہے یا نہیں، اور اس پر دلائل بیان کریں۔

مولانا کے ذمے ان باتوں کا جواب ہے مولانا ان باتوں کا جواب دیئے بغیر سلام تک پہنچ گئے۔ میں کہتا ہوں کہ بات تفصیل سے اور ترتیب سے ہونی چاہئے تا کہ ساری نماز سمجھ میں آئے۔ ان شاء اللہ پھر ہم ان باتوں کو بیان کریں گے، لیکن نمبر ہر ہر بات کا اپنا اپنا ہوگا۔

اس طرح مولانا نے یہ جو نیت کے بارے میں فرمایا ہے، تو نیت کے بارے میں انما الاعمال بالنیات آتا ہے مولانا سے یہ سوال تو بعد میں ہوگا کہ زبان سے کیا کہیں، میں مولانا سے پوچھوں گا کہ دل میں کس کس بات کا ارادہ کیا جائے۔ اس کے وقت کا ارادہ کیا جائے یا نہ کیا جائے، اس کی رکعتوں کا ارادہ کیا جائے یا نہ کیا جائے، جو ارادہ مولانا دل میں کریں گے وہ الفاظ مولانا مجھے حدیث میں دکھائیں۔ کہ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا ہو کہ زبان سے تو نہ کہنا لیکن دل میں یہ ارادہ کر لینا کہ یہ ظہر یا عصر ہے۔

نیت کیا ہے، اس میں کس کس چیز کا ارادہ کیا جائے۔ جھگڑا تو صرف زبان کا ہے، جس کو مولانا بھی مانتے ہیں اور میں بھی مانتا ہوں وہ ہے دل کی نیت، مولانا پہلے یہ بتائیں کہ دل میں کس کس چیز کی نیت کی جائے۔ وہ کون سی حدیث ہے جس نے ان ان باتوں کو واضح فرمایا ہے۔ اس کے بعد ہم زبان کی بات بھی کر لیں گے۔

مولوی عبدالعزیز نورستانی۔

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيآت

اعمالنا من یهده الله فلا مضل له و من یضلله فلا هادی له
ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له ونشهد ان
محمد عبده و رسوله

مولانا نے میری باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا صرف یہ کہا کہ صحابی ہو یا تابعی ہو۔ یہ بات
نہیں ہے ثابت

یہ کریں کہ یہ عتاب معاذ بن جبل ؓ کے کیا تھے؟۔ قرآن میں آتا ہے قالت من
انبئک هذا. حضرت ﷺ نے حضرت عائشہ کو کچھ باتیں بتائیں اور پوچھتی ہیں من انبئک
هذا حضور ﷺ نے فرمایا نبأنی العلیم الخبیر مجھے علیم وخبیر ذات نے اس کی خبر دی۔ اور
دوسری جگہ پر اللہ رب العلمین فرماتے ہیں۔

﴿یا ایها الذین آمنوا ان جائكم فاسق بنبإ فتبینوا﴾.

جب تک سند کی تحقیق نہ ہو جائے ہم کیسے مان لیں، ہمیں کیا معلوم ہے کہ یہ رجال کون
ہیں۔ عتاب کون ہیں۔

مولانا یہ کہہ رہے ہیں کہ امام بخاری نے یہ کہا ہے، نواب صدیق حسن خان نے یہ کہا ہے۔
جو چیز قرآن وحدیث میں ہے، ہم اس کو مانتے ہیں، جو قرآن وحدیث میں نہیں ہم اس کو تسلیم نہیں
کرتے،

﴿تلک امة قد خلت لها ما كسبت ولكم ما
كسبتم ولا تسئلون عما كانوا يعملون﴾.

ہمیں ان کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔ یہ پوچھا جائے گا کہ قرآن نے اس کو سچ
کہا ہے یا نہیں کہا۔ حدیث نے اسے سچ کہا یا نہیں کہا۔ اگر قرآن وحدیث نے اس کو سچ کہا ہو تو ہم
بھی مان لیں گے۔

باقی رہی نیت کی بات، نیت ارادہ قلب کو کہتے ہیں اور یہ سب چیزوں کا ہونا چاہئے۔

رکعت کا بھی ارادہ کرو وقت کا بھی ارادہ کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿ولكن ما تعمدت قلوبكم﴾

جس عمل کا تمہارے دل ارادہ کرتے ہیں تمہارا وہ عمل معتبر ہے۔

اور مولانا یہ بھی مان چکے ہیں کہ شرط نام رکھنا یہ ہماری اپنی بنائی ہوئی چیز ہے، قرآن و
حدیث میں یہ شروط نہیں ہیں۔ اور تم یہ کہہ رہے ہو کہ فلاں یہ کہتا ہے، بخاری کی بات سے ہمیں کوئی
سروکار نہیں، ہاں بخاری نے جو بات صحیح سند کے ساتھ رسول اکرم ﷺ سے نقل کی ہو آپ اس کو
پیش کریں۔ میں اس کو ماننے کے لئے تیار ہوں۔ ہمارے ہاں بخاری حجت نہیں ہے، ہمارے
ہاں رسول اللہ ﷺ حجت ہیں، قرآن پاک میں ہے وثیابک فطهر ۔ کہ کپڑے پاک کرو۔
معلوم ہوا کہ نماز کے لئے کپڑے پاک ہونے ضروری ہیں۔

آپ نے خمر حقیقی اور غیر حقیقی یہ دو قسمیں بھی ثابت نہیں کیں۔ اور آپ یہ ثابت کریں کہ
خمر حقیقی پر حد ہے اور غیر حقیقی پر حد نہیں ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ مولانا کہ آپ مقرر ہیں، میں مقرر نہیں
ہوں۔ آپ مقررانہ انداز میں کبھی یہ کہتے ہیں، کبھی یہ کہتے ہیں کہ بخاری نے یہ کہا، فلاں نے یہ
کہا۔ بخاری کی جو بات حدیث ہو اس کو پیش کرو۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ

الحمد لله و كفى والصلوة والسلام على عباده الذين
اصطفى. اما بعد.

میرے دوستو اور بزرگو مولانا نے پھر وہی بات پیش کی۔ مولانا نے یہ بیان کیا تھا کہ زنا
حقیقی اور اس پر حد ہے، اور غیر حقیقی پر حد نہیں ہے۔

مولانا نے اس وقت بھی یہ حدیث پیش نہیں کی تھی، اور پھر مطالبے کے باوجود پیش نہیں
کی۔ میں نے کہا تھا کہ وہ حدیث پیش کریں، تاکہ پتا چلے کہ وہ کون سی حدیث ہے کہ آنکھوں کے
دیکھنے کو حضور ﷺ زنا فرما رہے ہیں لیکن اس پر حد بھی نہیں لگا رہے۔

نماز سے پہلے کتنی باتیں ضروری ہیں، ان کے بارے میں مولانا نے صرف ایک بات بیان کی ہے۔

﴿ و ثیابک فطھر ﴾

میں اپنے اہل سنت والجماعت کو مبارک باد دیتا ہوں کہ ﴿ وثیابک فطھر ﴾ میں نماز کا مسئلہ تو نہیں ہے۔ اس سے نماز میں کپڑوں کے پاک ہونے پر استدلال کیا ہے صاحب ہدایہ نے، مولانا کو چاہئے تھا کہ جہاں سے استدلال لیا ہے کم از کم ان کا شکریہ تو ادا کر دیتے۔ پوری صحاح ستہ والوں نے اس آیت سے کپڑوں کے پاک ہونے پر استدلال نہیں کیا تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ مولانا کی بات سے آپ کو پتا چلا کہ معاذ اللہ امام بخاری کو قرآن پاک بھی یاد نہیں تھا۔ کہ قرآن تو یہ کہے کہ کپڑے پاک ہونا فرض ہیں، اور امام بخاری یہ فرمائیں کہ کپڑے پاک ہونا فرض نہیں ہیں۔ میں نے مولانا سے پوچھا تھا کہ کیا آپ یہ بات کہ مجہول کی روایت حجت نہیں ہے ثابت کریں۔ قرآن میں مجہول کا لفظ نہیں ہے، مولانا اس کو استعمال کریں تو یہ تو مولانا کا جرم نہیں ہے، اور فقہاء اگر شرط کا لفظ استعمال کر لیں تو یہ فقہاء کا جرم بن جائے، اور مولانا یہ کہیں کہ لفظ شرط قرآن وحدیث سے دکھاؤ۔

مولانا یہ حدیث بھی پیش نہیں کی کہ اللہ کے نبی پاک نے فرمایا ہو کہ **فثیابک فطھر** سے نماز میں کپڑے پاک ہونا ضروری ہے۔ نہ صحابہ سے بیان فرمایا، نہ صحاح ستہ کے کسی محدث سے بیان فرمایا، بلکہ میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ یہ استدلال صاحب ہدایہ نے کیا ہے، جو کہ حنفی ہیں۔ مولانا نے یہ استدلال انہیں سے چرا لیا۔

اس کے علاوہ کتنی چیزیں ضروری ہیں، مولانا نے وہ بھی بیان نہیں فرمائیں۔ میں نے **انما الاعمال بالنیات** کے بارے میں پوچھا تھا، کہ کن کن چیزوں کا دل میں ارادہ کرے۔ مولانا نے فرمایا رکعت کا کرے اور وقت کا کرے۔

میں یہ پوچھتا ہوں کہ جب حضور ﷺ نے **انما الاعمال بالنیات** فرمایا تھا تو کیا صحا

بہ سے یہ فرمایا تھا کہ رکعتوں کا ارادہ کرنا، استقبال قبلہ کا ارادہ بھی کرنا۔ اگر تو یہ حدیث پاک میں موجود ہے تو آپ صریح حدیث پیش کریں۔

جیسا کہ آپ کے اشتہار میں ہے کہ وہ حدیث **قطعی الدلالہ** ہو، صحیح ہو، صریح ہو، مرفوع ہو، غیر مجروح ہو۔ لیکن میں پوری ذمہ داری سے یہ کہتا ہوں کہ مولانا نے یہ تشریح اپنی طرف سے کی ہے۔ اگر مولانا کو یہ حق حاصل ہے کہ مولانا اپنی طرف سے اس کی تشریح کرتے ہوئے اس میں رکعات شامل کر سکیں، اور اس میں وقت کو شامل کر سکیں، تو مولانا آئمہ مجتہدین کو یہ حق کیوں نہیں دیتے کہ وہ اللہ کے نبی ﷺ کی احادیث کی تشریح کر سکیں۔

کیا مولانا ایسی حدیث پیش کر سکتے ہیں کہ خیر القرون والے امام مجتہد کو تو حدیث کی تشریح کا کوئی حق حاصل نہیں، لیکن مجھے خصوصی طور پر قرآن وحدیث کی تشریح کا حق مل گیا ہے۔ جس تشریح کو نہ صحابہؓ نے بیان کیا، نہ تابعین نے بیان کیا، اور نہ وہ نبی اقدس ﷺ کی کسی حدیث میں آئی۔

حدیث معاذؓ کے بارے میں تین دفعہ عرض کر چکا ہوں کہ یہ وہ حدیث ہے جسے تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہے۔ محدثین اس بات کو تسلیم کرتے ہیں خود امام بخاری **لا وصیة لوارث** نقل کر رہے ہیں، اس حدیث کی کوئی سند صحیح نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود امت نے اس کو قبول کیا ہے۔ اور اس کو اتنا متواتر مانا ہے کہ قرآن کی قطعی آیت میں اس حدیث کی بنا پر تخصیص کر لی گئی ہے۔ اور اس حدیث کو محدثین قبول کرتے ہیں، ابن قیمؒ نے صاف لکھا ہے کہ حدیث معاذؓ کو تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہے۔ اور جس کو تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہو، اس کے بارے میں کسی قسم کی تحقیق کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ (۱)

(۱)۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

قال بعضهم يحكم للحديث بالصحة اذا تلقاه الناس بالقبول وان لم يكن له اسناده صحيح. (تدريب الراوى ص ۲۹ ج ۱)

تو مولانا نے جو یہ بیان فرمایا ہے وہ صرف یہ ہے کہ نماز کے لئے صرف کپڑے پاک

نیز تواتر کی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ولذالک یجب العمل به من غیر بحث عن رجاله (ص ۱۰۴ ج ۲)

چنانچہ علامہ ابن قیم جوزی اپنی کتاب اعلام الموقعین میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

فهذا حدیث و ان کان عن غیر مسمیین فهم اصحاب معاذ فلا یضره ذالک لانه یدل علی شهرة الحدیث و ان الذی حدث به الحارث بن عمرو عن جماعة من اصحاب معاذ لا واحد منهم وهذا ابلغ فی الشهرة من ان یکون عن واحد منهم لو سمی کیف وشهرة اصحاب معاذ بالعلم والدین والفضل والصدق بالمحل الذی لا یخفیٰ ولا یعرف فی اصحابه متهم ولا کذاب ولا مجروح بل اصحابه من افاضل المسلمین وخیارهم لا یشک اهل العلم بالنقل فی ذالک. کیف والشعبة حامل لواء هذا الحدیث؟ وقد قال بعض آئمة الحدیث. اذا رأیت شعبة فی اسناد حدیث فاشدد یدیک به. قال ابو بکر الخطیب وقد قیل ان عبادة بن نسی رواه عن عبدالرحمن بن غنم عن معاذ وهذا اسناد متصل. ورجاله معروفون بالثقة. علی ان اهل العلم قد نقلوا واحتجوا به. فوفقنا بذالک علی صحته عندهم. کما وفقنا علی صحة قول رسول الله ﷺ لا وصیة لوارث، وقوله فی البحر هو الطهور مائه والحل میتته، وقوله اذا اختلف

ہونے چاہئیں، اور وہ بھی ہدایہ کا استدلال نقل کیا ہے، ورنہ اللہ کے نبی ﷺ نے یہ استدلال بیان

المتبایعان فی الثمن والسلعة قائمة تحالفا وترادا البیع. وقوله الدیة علی العاقلة.

وان کان هذه الاحادیث لا تثبت من جهة الاسناد ولکن ما تلقتها الکافة عن الکافة غنوا بصحتها عندهم عن طلب الاسناد لها. فکذالک حدیث معاذ لما احتجوا به جمیعاً غنوا عن طلب الاسناد له انتهی کلامه. (اعلام الموقعین ص ۲۰۲ ج ۱)

نیز اس حدیث پر اعتراض کا جواب محقق العصر حضرت العلام زاہد الکوثریؒ نے اپنے ایک مقالے میں دیا ہے۔ اس مقالے کو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

کثر التساؤل فی هذه الایام عن حدیث معاذ فی الاجتهاد والقیاس، فرأیت التحدث عنه فی هذا المقال.

قد اخرج ابو داؤد والترمذی والدارمی عن معاذ بن جبل رضی الله عنه بالفاظ مختلفة. (انه لما بعثه النبی ﷺ الی الیمن سأله النبی ﷺ قائلاً له کیف تقضی؟ قال اقضی بما فی کتاب الله، قال فان لم یکن فی کتاب الله؟ قال فبسنة رسول الله قال فان لم یکن فی سنة رسول الله ؟ قال اجتهد رائی ولا آلو. فقال رسول الله ﷺ الحمد لله الذی وفق رسول رسول الله لما یرضاه رسول الله)

وهذا من جملة الادلة علی الاخذ بالقیاس فی احکام النوازل عند عدم النص علیها فی الکتاب والسنة، وعلی هذا جرت الامة الی ان ابتدع النظام ما ابتدع من نفی القیاس وتابعه شراذم

نہیں کیا۔ اگر ہے تو بیان کریں۔ صحاح ستہ والوں میں سے کسی نے اس استدلال کو بیان نہیں کیا۔

من المبتدعة.

وهذا الحديث رواه عن اصحاب معاذ الحارث بن عمرو
الثقفى، وليس هو بمجهول العين بالنظر الى ان شعبة بن
الحجاج يقول عنه انه ابن اخى المغيرة ابن شعبة، ولا بمجهول
الوصف من حيث انه من كبار التابعين فى طبقة شيوخ ابى عون
الثقفى المتوفى فى سنة ١١٦، ولم ينقل اهل الشان جرحا
مفسراً فى حقه، ولا حاجة فى الحكم بصحة خبر التابعى الكبير
الى ان ينقل توثيقه عن اهل طبقته، بل يكفى فى عدالته وقبول
روايته الا يثبت فيه جرح مفسر عن اهل الشان، لما ثبت من
بالغ الفحص على المجروحين من رجال تلك الطبقة فمن لم
يثبت فيه جرح مؤثر منه فهو مقبول الرواية. اما الصحابة فكلهم
عدول لا يؤثر فيهم جرح مطلقاً عند الجمهور. والتابعون ايضاً
مشهود لهم بالخيرية عدول ما لم يثبت فيهم جرح مؤثر. ومن
بعدهم لا تقبل روايتهم مالم تثبت عدالتهم وهكذا. وهذا ما
يودى اليه النظر الصحيح والادلة الناصعة. فمن جعل الصحابة
والتابعين وتابعيهم فى منزلة واحدة فى هذا الحكم لم ينزل
الناس منازلهم. وكم فى صحيح البخارى من رجال لم ينقل
توثيقهم عن احد نصا، الا انه لم يثبت جرحه فادخلت روايتهم
فى الصحيح كما نص على ذالك الذهبى فى مواضع من
الميزان. والحارث هذا ذكره ابن حبان فى الثقات. وان جهله

العقيلى وابن الجارود وابو العرب، يعنون الجهل بحاله من
جهت انهم لم يظفروا بتوثيقه نصاً من احد. وقد سبق حكم هذا
الجهل فى كبار التابعين.

ولا مجال لتوهين امر هذا الحديث باعتبار انفراد ابى عون
برواية هذا الحديث عن الحارث بن عمرو الثقفى، لان رد
الحديث بسبب انفراد راو غير مجروح ليس من مذهب اهل
السنة، ولا من اصول اهل الحق. وابو عون محمد بن عبيد الله
الثقفى قد روى عنه امثال الاعمش وابى حنيفة والثورى وابى
اسحق الشيبانى ومسعر وشعبة وغيرهم وهومن رجال
الصحيحين، وتوثيقه موضع اجماع بين اهل النقد.

وقد روى هذا الحديث عن ابى عون عن الحارث ابو اسحق
الشيبانى وشعبة بن الحجاج. المعروف بالتشدد فى الرواية
والمعترف له بزوال الجهالة وصفاً عن رجال يكونون فى سند
روايته فرواه عن ابى اسحق ابو معاوية الضرير، وعنه سعيد بن
منصور وابن ابى شيبة. كما رواه عن شعبة يحىٰ بن سعيد القطان
وعثمان بن عمر العبدى وعلى بن الجعد ومحمد بن جعفر
وعبدالرحمن بن مهدى وعبدالله بن المبارك وابوداؤد
الطيالسى وغيرهم. ورواه عن هؤلاء من لا يحصون كثرة حتى
تلقت فقهاء التابعين و تابعيهم هذا الحديث بالقبول وجروا
خلفا عن سلف على الاصل الاصيل الذى اصله هذا الحديث.

او دیکھیں مولانا نے ایک بات مانی ہے اور وہ بھی ہدایہ میں ہے، لیکن ہدایہ کا نام نہیں لیا۔

واما محاولة توهين امر هذا الحديث حيث وقع فى لفظ الحارث (عن اصحاب معاذ من اهل حمص عن معاذ) باعتبار ان اصحاب معاذ مجاهيل ورواية المجاهيل مردودة، فمحاولة فاسدة لان اصحاب معاذ معروفون بالدين والثقة ولا يستطيع هذاالمحاول ان يثبت جرحا فى احد اصحاب معاذ نصا . واما ذكر الحارث لاصحاب معاذ بدون اكتفاء منه بذكر اسم احد منهم انما هو لدلالة على مبلغ شهرت هذا الحديث من جهة الرواية حتى ترى الامة قد تلقته بالقبول :

قال ابو بكر بن العربى فى العارضة . (ولا احد من اصحاب معاذ مجهولا ويجوز ان يكون فى الخبر اسقاط الاسماء عن جماعة ولا يدخله ذالک فى حيز الجهالة ، انما يدخل فى المجهولات اذا كان واحدا فيقال . حدثنى رجل او حدثنى انسان ، ولا يكون الرجل لرجل صاحباً حتىٰ يكون له به اختصاص ، فكيف وقد زيد تعريفا بهم ان اضيفوا الى بلد ، وقد خرج البخارى الذى شرط الصحة فى حديث عروة البارقى ، سمعت الحى يتحدثون عن عروة ، ولم يكن ذالک الحديث من جملة المجهولات . وقال مالک فى القسامة . اخبرنى رجال من كبراء قومه، وفى الصحيح عن الزهرى ، حدثنى رجال عن ابى هريرة من صلى على جنازة فله قيراط ،

وكلام ابن عربى هذا يقضى على ما يروى ابن زنجويه عن

اسی طرح میں مولانا سے پوچھتا ہوں کہ بخاری شریف میں حدیث موجود ہے، اگر کتاب رتن میں منه

البخارى فى التاريخ . على ان لفظ شعبة فى رواية على بن الجعد ، قال . سمعت الحارث بن عمرو ابن اخى المغيرة بن شعبة يحدث عن اصحاب رسول الله ﷺ عن معاذ ابن جبل ، كما اخرجه ابن ابى خيثمة فى تاريخه ، ومثله فى جامع بيان العلم لابن عبدالبر ، وقد صحب معاذا كثير من اصحاب الرسول عليه السلام فيكون اصحاب معاذ الذى سمع منهم الحارث هم من اصحاب رسول الله ﷺ ايضاً ومثله لا يكون من الجهالة فى شىء عند جمهور اهل العلم بالحديث وعدهم مجاهيل يكون مجارفة باردة وهكذا اصحاب القرائح الجامدة يجعلون من القوة ضعفاً .

وقال ابو بكر الرازى فى اصوله . فان قيل انما رواه عن قوم مجهولين من اصحاب معاذ ، قيل له . لا يضره ذالک ، لان اضافته الى رجال من اصحاب معاذ توجب تاكيده لانهم لا ينسبون اليه بانهم من اصحابه الا وهم ثقات مقبولو الرواية ، ومن جهة اخرىٰ ان هذا الخبر قد تلقاه الناس بالقبول واستفاض واشتهر عندهم من غير نكير من احد منهم على رواته ولا رد له (يعنى فى القرون الفاضلة) وايضا فان اكثر احواله ان يصير مرسلا والمرسل عندنا مقبول .

وقبول المرسل عند الاعتضاد موضع اتفاق بين الآئمة المتبوعين ، وكم من دليل يعضد مضمون هذا الحديث حتى

يبلغ المجموع حد التواتر المعنوى فضلا على الصحة المصطلحة، وقد سبق منا تحقيق انه ليس هذا الحديث من مظان الانقطاع اصلاً، وكلام الرازى انما هو على فرض الارسال.

وقال ابو بكر بن العربى ذالک الحافظ الكبير (اختلف الناس فى هذا الحديث فمنهم من قال انه لا يصح على مصطلحهم. ومنهم من قال هو صحيح، والذى ادين به القول بصحته فانه حديث مشهور يرويه شعبة ابن الحجاج رواه عنه جماعة من الفقهاء ولآئمة)

وقال الخطيب البغدادى فى كتابه " الفقيه والمتفقه" هو من اجدر كتبه بالطبع. وقول الحارث بن عمرو" عن اناس من اصحاب معاذ " يدل على شهرة الحديث وكثرة رواته، وقد عرف فضل معاذ وزهده، والظاهر من حال اصحابه الدين والثقة والزهد والصلاح وقد قيل ان عبادة بن نسى رواه عن عبدالرحمن بن غنم عن معاذ، وهذا اسناد متصل ورجاله معروفون بالثقة، على ان اهل العلم قد تقبلوه واحتجوا به فوقفنا بذالک على صحته عندهم.

فتلخص من ذالک كله ان الحديث ثابت عند جمهرة الجامعين بين الفقه والحديث، بل مع ما احتف به من القرائن والروايات يبلغ مدلوله حد التواتر المعنوى، ولو اخذت اسرد طرق هذا

الحديث من الكتب السالف ذكرها فضلا عن سائر الكتب وعن سائر الروايات فى هذا الصدد، لطال بنا الكلام جدا وسم المطالع الكريم، وفيما ذكرناه غنية فى معرفة مرتبة هذا الحديث رغم تقولات بعض النقلة.

... والذى دعانا الى نشر هذا الكلام هو ما نلقى من كثرة التساؤل عن هذا الحديث فى هذه الايام، حيث منى اهل العصر بجهلة اغمار يحاولون انكار القياس الشرعى زاعمين الاخذ بالحديث عن كل من هب ودب وليسوهم فى شىء من علم الحديث ولا من تفقه، لكنهم اعوان الشيطن وانصار الهوىٰ يسعون فى تفريق كلمة المسلمين بتشتيت اتجاههم ومجافاة الحق، ومجانبة الصدق، ومتابعة الهوىٰ هى اخص اوصافهم، فالواجب أن لا يلتفت الى هرائهم مع صدق السلوک على الطريقة المثلى المسلوكة عند آئمة الدين، وهى قبول القياس من اهله فيما لا نص فيه من الكتاب والسنة واجماع الامة، مع الاستقصاء البالغ فى احاديث الاحكام، لنكون على بينة من مراتب الاحاديث المروية فى احكام الفروع قوة وضعفا متناً وسنداً من حيث الثبوت، ووضوحا وخفاء من حيث الدلالة، ان كنا نريد الالمام بادلة الاحكام بعض المام والله سبحانه المؤفق.

ترجمہ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حدیث پر صحت کا حکم لگائیں گے جب اس کو امت قبول کر لے اگرچہ اس کی اسناد صحیح نہ ہوں۔ (تدریب الراوی ص۲۹ ج۱) نیز تواتر کی

بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اس لئے اس پر عمل کرنا واجب ہے اس کے رجال پر بحث کئے بغیر۔ (ص۱۰۴ج۲)

ترجمہ۔ فھذا۔ یہ روایت اگر چہ ایسے لوگوں سے روایت ہے جن کا نام معلوم نہیں لیکن وہ حضرت معاذ ؓ کے ساتھی ہیں، اس لئے کہ یہ بات حدیث کی شہرت پر دلالت کرتی ہے اور حارث بن عمرو جنہوں نے اس حدیث کو روایت کیا ہے وہ حضرت معاذ ؓ کے اصحاب کی ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں نہ کہ ان میں سے ایک سے۔ اور یہ زیادہ مبالغہ ہے شہرت میں اس بات سے کہ وہ ایک سے روایت کرتے اگر چہ اس کا نام ذکر کر دیتے اور کیوں نہ ہوتی یہ بات حالانکہ حضرت معاذ ؓ کے ساتھیوں کی شہرت علم دین فضیلت اور صدق بالمحل ان چیزوں میں سے ہے جو مخفی نہیں ہے اور معاذ ؓ کے ساتھیوں میں کوئی تہمت زدہ، جھوٹا، مجروح بھی نظر نہیں آتا۔ بلکہ حضرت معاذ ؓ کے ساتھی مسلمانوں کے افضل ترین اور ان میں سے بہترین لوگوں میں سے ہیں اور اس جیسی روایت کو نقل کرنے میں اہل علم شک نہیں کرتے۔ کیسے کر سکتے ہیں حالانکہ شعبہ (جو کہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہے) وہ اس حدیث کا علمبردار ہے۔ خطیب ابوبکر (بغدادی) فرماتے ہیں ''اور تحقیق کہا گیا ہے کہ عبادہ بن نسی نے اس کو عبدالرحمن بن غنم سے انہوں نے حضرت معاذ ؓ سے اسے روایت کیا ہے اور یہ متصل سند ہے۔ اور اس کے تمام راوی معروف بالثقاہت ہیں مزید یہ کہ اہل علم نے اس کو نقل کیا ہے اور اس سے استدلال کیا ہے۔ پس اس وجہ سے ہم اس بات پر مطلع ہو گئے کہ یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح ہے۔ جیسا کہ ہم نبی اقدس ﷺ کے فرمان **لا وصیة لوارث** کی صحت پر مطلع ہو گئے ہیں اور سمندر کے متعلق آپ ﷺ کے فرمان **الطھور ماءہ والحل میتتہ** اور آپ ﷺ کے فرمان **اذا اختلف العتبایعان فی الثمن والسلعة قائمة تحالفا و ترادا البیع** اور آپ ﷺ کے فرمان **الدیة علی العاقلة** کی صحت پر مطلع ہو گئے ہیں۔ اگر چہ یہ احادیث سند کے اعتبار سے

ثابت نہیں، لیکن جب جماعت نے جماعت سے اس کو قبول کیا ہے تو وہ اس کی صحت کو ثابت کرنے کے لئے سند کو طلب کرنے سے مستغنی ہو گئے۔ اسی طرح جب حدیث معاذ ؓ سے تمام نے استدلال پکڑا ہے تو اس کی سند طلب کرنے سے مستغنی ہو گئے ہیں۔

ترجمہ مقالہ علامہ کوثری رحمۃ اللہ علیہ۔

ان دنوں حضرت معاذ ؓ کی حدیث جو کہ اجتہاد و قیاس کے بارے میں ہے اس کے بارے میں سوال کثرت سے ہو رہا ہے تو میں نے بھی اس بارے میں بات کرنے کا ارادہ کیا۔

امام ابوداؤد اور ترمذی اور دارمی نے مختلف الفاظ کے ساتھ حضرت معاذ ؓ سے یہ نقل کیا ہے کہ جب نبی اقدس ﷺ نے حضرت معاذ ؓ کو یمن کی طرف بھیجا تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تو فیصلہ کس طرح کرے گا۔ انہوں نے عرض کیا جو کچھ کتاب اللہ میں ہوگا اس کے ساتھ۔ فرمایا اگر کتاب اللہ میں نہ ہو۔ عرض کیا پھر سنت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ، فرمایا اگر سنت رسول اللہ ﷺ میں بھی نہ ہو، عرض کیا میں اجتہاد کروں گا اور کمی کوتاہی نہیں کروں گا۔ پس نبی اقدس ﷺ نے فرمایا تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے رسول کے قاصد کو ایسی بات کہنے کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول راضی ہو گیا۔

یہ نئے پیش آنے والے احکام میں قیاس کرنے پر دلائل میں سے سب سے بڑی دلیل ہے جبکہ نئے مسائل کے بارے میں کتاب وسنت میں کوئی حکم منصوص نہ ہو، یہاں تک کہ نظام معتزلی نے نفی قیاس کی بدعت گھڑی اور ان کی ایک قلیل جماعتوں نے اتباع بھی کر لی۔

اور یہ حدیث روایت کیا ہے اس کو حارث بن عمرو الثقفی نے حضرت معاذ ؓ کے شاگردوں میں سے، اور یہ مجہول العین نہیں ہے۔ اس بات کی طرف نظر کرتے ہوئے

کہ شعبہ بن حجاج اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ (حارث بن عمرو ثقفی) مغیرہ بن شعبہ ﷛ کے بھتیجے ہیں۔ اور یہ مجہول الوصف بھی نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ ابوعون ثقفی کے شیوخ کے طبقہ میں متوفی ۱۱۶ھ کبار تابعین میں سے ہے اور اہل فن نے جرح مفسر اس کے بارے میں نقل نہیں کی۔ اور تابعی کبیر کی روایت پر صحت کا حکم لگانے کے لئے اس بات کی طرف حاجت نہیں ہے کہ اس کی توثیق اہل طبقہ سے منقول ہو بلکہ اس کی عدالت کے لئے اور اس کی روایت کو قبول کرنے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ اہل فن سے اس کے بارے میں جرح مفسر منقول نہ ہو۔ جب کہ اس طبقہ کے رجال میں سے مجروحین پر انتہائی تفتیش ثابت ہو چکی ہے۔ پس ان میں سے جس راوی کے بارے میں جرح مفسر نہیں پائی جائے گی وہ مقبول الروایۃ ہوگا۔ بہر حال صحابہ وہ تو تمام کے تمام عادل ہیں، جمہور کے نزدیک ان کے بارے میں تو کوئی جرح بھی مؤثر نہیں ہوگی اور تابعین بھی جن کے لئے خیریت کی شہادت دی گئی ہے عادل ہیں، جب تک ان میں جرح مؤثر ثابت نہ ہو۔ اور جو ان کے بعد کے ہیں ان کی روایت قبول نہ کی جائے گی جب تک کہ ان کی عدالت ثابت نہ ہو اور اسی طرح آگے ہوگا، اور یہی وہ بات ہے جس کی طرف نظر صحیح اور صحیح دلائل پہنچاتے ہیں۔ پس جس نے صحابہ تابعین اور تبع تابعین کو اس حکم میں ایک ہی مرتبہ میں کر دیا ہے اس نے لوگوں کو ان کے مراتب پر نہیں اتارا۔ (جبکہ حدیث میں اس کا حکم ہے انزلوا الناس علیٰ منازلھم. از مرتب) صحیح بخاری میں کتنے راوی ہیں کہ جن کی توثیق کسی ایک سے بھی منقول نہیں مگر ان کی جرح بھی ثابت نہیں ہے۔ (اس لئے ان کی روایات کو صحیح بخاری میں داخل کر لیا گیا ہے جیسا کہ اس کو ذہبی نے میزان الاعتدال میں مختلف جگہوں پر ذکر کیا ہے۔ اور اس حارث کو تو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اگرچہ عقیلی اور ابن الجارود اور ابو العرب نے اس کو مجہول قرار دیا ہے۔ وہ اس سے مجہول الحال مراد لیتے ہیں اس لئے کہ کسی سے صراحتاً اس کی توثیق پر کامیاب نہیں ہوئے۔

اس حدیث کے معاملے کو ہلکا سمجھنے کی مجال نہیں ہونی چاہے کہ ابوعون حارث بن عمرو ثقفی سے اس حدیث کو روایت کرنے میں منفرد ہے اس لئے کہ غیر مجروح راوی کے منفرد ہونے کی وجہ سے اس کی روایت کو رد کرنا اہل سنت کا مذہب نہیں ہے اور نہ اہل حق کا اصول ہے۔ اور ابوعون ثقفی سے امام اعمشؒ، ابوحنیفہؒ، ثوریؒ، ابواسحاقؒ شیبانی و مسعر بن کدامؒ اور شعبہؒ وغیرھم نے روایت کی ہے اور وہ صحیحین کے رجال میں سے ہے۔ اور اہل نقد کے ہاں اس کی توثیق موضع اجماع ہے۔ اور تحقیق روایت کیا ہے اس حدیث کو ابوعون عن الحارث سے ابواسحاق شیبانی نے اور شعبہ بن حجاج نے، جو کہ روایت کے بارے میں متشدد معروف ہے اور اس کے لئے اعتراف کیا گیا ہے کہ اس کی سند کے راویوں میں جہالت وصف زائل ہوتی ہے۔ اور ابواسحاق سے ابومعاویہ ضریر نے اس کو روایت کیا ہے اور اس سے سعید بن منصور نے اور اس سے ابی شیبہ نے جیسا کہ اس کو روایت کیا ہے شعبہ سے یحیٰ بن سعید قطان نے اور عثمان بن عمر العبدی نے اور علی بن جعد نے اور محمد بن جعفر نے اور عبدالرحمٰن بن مھدی نے اور عبداللہ بن مبارک نے اور ابوداؤد طیالسی وغیرھم نے اور روایت کیا ہے اس کو ان سے ان لوگوں نے جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا کثرت کی وجہ سے۔ یہاں تک کہ فقہاء تابعین اور تبع تابعین نے اس کو قبول کر لیا اور خلفا عن سلف اس اصل اصیل پر چلتے رہے جو اس حدیث کی اصل ہے۔

اور اس حدیث کی توہین کا ارادہ کرنا اس لئے کہ حارث کے لفظ میں عن اصحاب معاذ من اھل حمص عن معاذ ﷛ واقع ہوا ہے اس اعتبار سے کہ اصحاب معاذ ﷛ مجہول ہیں اور مجاہیل کی روایت مردود ہے۔ پس یہ ارادہ بھی فاسد ہے، اس لئے کہ اصحاب معاذ دین اور ثقاہت کے ساتھ معروف ہیں اور یہ بات کہنے والا اس بات کی طاقت نہیں رکھتا کہ حضرت معاذ ﷛ کے ساتھیوں میں سے کسی ایک کے بارے میں صراحتاً جرح ثابت کر دے۔ بہر حال حارث کا اصحاب معاذ کا ذکر کرنا ان

میں سے کسی ایک کا نام لئے بغیر یہ صرف اس دلالت کی وجہ سے ہے جو راویوں کے اعتبار سے اس روایت کے نہایت مشہور ہونے پر ہے۔ یہاں تک کہ تو دیکھتا ہے امت کو کہ امت نے اس کو قبول کیا ہے۔

ابوبکر بن العربی نے ''العارضہ'' میں فرمایا ہے اصحاب معاذ میں سے کوئی ایک بھی مجہول نہیں ہے اور یہ بات جائز ہے کہ خبر میں جماعت سے اسماء کو ساقط کر دیا جائے اور یہ بات اس کو جہالت میں داخل نہیں کرتی اور مجہولات میں صرف اسی وقت داخل ہوتی ہے جب ایک ہو اور حدثنی رجل یا حدثنی انسان کہا جائے اور آدمی آدمی کا ساتھی بھی نہ ہو کہ اس کا اس کے ساتھ اختصاص ہو۔ اور کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ یہ بات زیادہ باعث تعریف ہے کہ وہ کسی شہر کی طرف نسبت کئے جائیں۔ امام بخاری جنہوں نے صحت کی شرط لگائی ہے انہوں نے عروہ البارقی کی حدیث میں نقل کیا ہے " **سمعت الحی یتحدثون عن عروة**'' سنا میں نے قبیلہ سے کہ وہ عروہ سے نقل کر رہے ہیں۔ اور یہ حدیث جملہ مجہولات میں سے نہیں ہے۔

امام مالکؒ قسامت کے بارے میں فرماتے ہیں " **اخبرنی رجال من کبراء قومه**'' مجھے قوم کے بڑے آدمیوں نے خبر دی۔ اور صحیح میں زہری سے روایت ہے **حدثنی رجال عن ابی هریرة** کہ مجھے آدمیوں نے یہ بات بیان کی ابوہریرہ سے کہ جو آدمی جنازہ پڑھتا ہے اس کے لئے ایک قیراط ثواب کا ہے۔ اور ابن عربی کی یہ کلام اس کے خلاف ہے کہ جس کو روایت کیا ہے ابن زنجویہ نے بخاری سے تاریخ میں، مزید یہ کہ شعبہ کے لفظ علی بن جعد کی روایت میں ہے **قال سمعت الحارث بن عمرو ابن اخی المغیرة بن شعبة** وہ بیان کرتے ہیں اصحاب رسول اللہ ﷺ سے وہ حضرت معاذ بن جبل ؓ سے، جیسا کہ اس کو ابن ابی خیثمہ نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔ اور اس کی مثل ابن عبدالبر کی کتاب جامع بیان العلم میں کہ رسول اللہ ﷺ کے بہت سے اصحاب حضرت معاذ ؓ کے ساتھ رہے پس اصحاب

معاذ جن سے حارث نے سنا وہ اصحاب رسول ﷺ بھی تھے۔ اور اس کی مثل جمہور علمائے حدیث کے نزدیک مجہول نہیں ہوتی اور ان کا اس کو مجہول شمار کرنا یہ ایک غلط قسم کی اٹکل ہے۔ اسی طرح جامد طبیعتوں والے قوت کو ضعف بنا دیتے ہیں۔

اور فرمایا ابوبکر رازی نے اپنے اصول میں پس اگر کہا جائے کہ اس کو روایت کیا ہے اصحاب معاذ میں سے قوم مجہول سے، تو کہا جائے گا کہ یہ بات اس کو نقصان نہیں دیتی اس لئے کہ اصحاب معاذ میں سے لوگوں کی طرف اس کی نسبت کرنا یہ تو اس کی تاکید کو واجب کرتا ہے۔ اس لئے کہ وہ حضرت معاذ ؓ کی طرف صرف ان کے ساتھی ہونے کی وجہ سے منسوب نہیں کئے گئے، مگر یہ کہ وہ ثقات بھی ہیں، مقبول الروایۃ بھی ہیں۔ اور دوسری جہت سے اس حدیث کو امت نے قبول کیا ہے اور یہ پھیل گئی اور مشہور ہو گئی، ان کے ہاں اس کے رواۃ میں سے کسی راوی پر انکار کے بغیر اور نہ اس کو کسی نے رد کیا ہے قرون فاضلہ میں یعنی صحابہ تابعین تبع تابعین کے زمانوں میں اور اسی طرح اس کے اکثر احوال یہ ہیں کہ یہ مرسل ہو جائے اور مرسل ہمارے نزدیک مقبول ہے۔ اور مرسل کو جبکہ اس کی تائید موجود ہو قبول کرنا آئمہ متبوعین کے نزدیک اتفاقی چیز ہے اور کتنے دلائل ہیں جو اس حدیث کے مضامین کی تائید کرتے ہیں یہاں تک کہ تمام کا مجموعہ تواتر معنوی تک جا پہنچتا ہے چہ جائیکہ اصطلاحی صحت۔ اور یہ تحقیق ہماری طرف سے گزر چکی ہے کہ یہ حدیث منقطع ہرگز نہیں ہے۔ امام رازی کی کلام ارسال کو فرض کرتے ہوئے ہے۔

اور ابوبکر بن عربی فرماتے ہیں جو کہ حافظ کبیر ہے اختلاف کیا ہے لوگوں نے اس حدیث کے بارے میں، پس بعض ان سے ایسے ہیں جنہوں نے کہا کہ یہ صحیح نہیں ہے ان کی اصطلاح کے مطابق ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ یہ صحیح ہے۔ اور وہ بات جس کو میں اپنا دین بناتا ہوں اس کی صحت کا قول ہے اس لئے کہ یہ حدیث مشہور ہے روایت کیا ہے اس کو شعبۃ بن حجاج نے اور اس سے اس کو فقہاء اور آئمہ میں سے ایک

جماعت نے روایت کیا ہے۔

اور خطیب بغدادی نے اپنی کتاب ''الفقیہ والمتفقہ'' میں فرمایا ہے اور یہ خطیب کی کتابوں میں سے طبع کے لحاظ سے سب سے عمدہ کتاب ہے کہ حارث بن عمرو کا قول عن اناس من اصحاب معاذ حدیث کی شہرت اور اس کے راویوں کی کثرت پر دلالت کرتا ہے۔ اور تحقیق حضرت معاذ ؓ کی فضیلت اور ان کا زہد معروف ہے اور ان کے اصحاب کا ظاہر حال بھی دین، ثقاہت، زہد اور صلاح ہوگا۔

اور یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ عبادہ بن نسی نے اس کو عبدالرحمٰن بن غنم سے روایت کیا ہے انہوں نے معاذ ؓ سے۔ اور یہ سند متصل ہے اور اس کے رجال معروف بالثقاہت ہیں۔ مزید یہ کہ اہل علم نے اس کو قبول کیا ہے اور اس سے دلیل پکڑی ہے پس اس وجہ سے اس حدیث کے ان کے ہاں صحیح ہونے پر ہم مطلع ہو گئے۔ پس خلاصہ سارے کلام کا یہ ہے کہ جو لوگ فقہ و حدیث کے جامع ہیں ان کے ہاں یہ حدیث ثابت ہے بلکہ ساتھ ان قرائن کے جو اس کے ساتھ مل جاتے ہیں اور ان روایات کے جن کا مدلول تواتر معنوی تک پہنچا ہوا ہے اور اگر میں اس حدیث کی سندوں کو ان کتابوں سے ذکر کرنا شروع کر دوں جو پہلے مذکور ہوئی ہیں، چہ جائیکہ تمام کتب یا تمام روایات جو اس بارے میں ہیں ان کو لیا جائے تو کلام بہت طویل ہو جائے گا اور شریف مطالعہ کرنے والے تنگ آجائیں گے۔ اور جو ہم نے ذکر کر دیا ہے یہ اس حدیث کا مرتبہ معلوم کرنے کے لئے کافی ہے اور بعض ناقلین کے بے ہودہ اعتراضات کے علی رغم الانف اس میں کفایت ہے۔

اور وہ چیز جس نے ہمیں اس کلام کے پھیلانے کی طرف دعوت دی ہے وہ ان دنوں اس حدیث کے بارے میں کثرت سوال ہے جو ہمیں ملتے ہیں، اس لئے کہ اہل گمان قیاس شرعی کا انکار کرتے ہیں اور گمان کرنے والے ہیں کہ وہ حدیث کو لینے والے ہیں ہر اس شخص سے جو آسمان میں اڑ رہا ہو یا زمین پر چل رہا ہو اور نہیں ہیں وہ علم

ڈال جائے تو برتن کو دھوؤ [1]۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتے کے منہ ڈالنے سے پانی ناپاک ہو جائے گا۔ لیکن خود امام بخاری لکھتے ہیں، بخاری شریف میں کہ اگر کتا پانی میں منہ ڈال جائے اور کوئی پانی اس پانی کے سوا نہ ہو تو تیمم نہ کرے بلکہ اس پانی سے وضو کر کے نماز پڑھے [2]۔

حدیث اور تفقہ میں کچھ بھی۔ لیکن وہ شیطان کے مددگار ہیں اور خواہشات کے مددگار ہیں۔ اور مسلمانوں کے کلمہ کی تفریق میں کوشش کر رہے ہیں ان کی وجاہت کو پراگندہ کرنے کے ساتھ اور حق کا مقابلہ اور صدق کا معارضہ کرنے کے ساتھ خواہش کی اتباع ان کے اوصاف میں سے سب سے خاص صفت ہے۔ پس واجب یہ ہے کہ ان کے ارادوں کی طرف توجہ نہ کی جائے اس بہترین عمدہ طریقے پر صدق کے ساتھ چلتے ہوئے جو آئمہ دین کے نزدیک ہے اور وہ قیاس کے اہل لوگوں سے قیاس کو قبول کرتا ہے ان احکام میں جن میں کتاب و سنت اور اجماع امت سے کوئی نص نہ ہو ساتھ گہری نظر رکھتے ہوئے احکام کی احادیث میں تاکہ ہم ہو جائیں ان احادیث جو احکام فرعیہ کے بارے میں مروی ہیں ان کے مراتب میں سے کسی مرتبہ میں قوتاً اور ضعفاً متناً اور سنداً ثبوت کے اعتبار سے، اور وضوحاً اور خفاء دلالت کے اعتبار سے، ہم ارادہ کرتے ہیں احکام کی ادلہ کو پکڑنے کا بعض پکڑنا اور اللہ سبحانہ توفیق دینے والے ہیں۔

(۱). حدثنا عبداللہ بن یوسف قال انا مالک عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال اذا شرب الکلب فی اناء احدکم فلیغسلہ سبعاً. (بخاری ص ۲۹ ج ۱)

(۲). وقال الزہری اذا ولغ فی اناء لیس لہ وضوء غیرہ یتوضأ بہ (بخاری ص ۲۹ ج ۱)

ترجمہ۔ اور زہری فرماتے ہیں کہ جب کتا پانی کے برتن میں منہ مار جائے اور اس آدمی کے لئے اس پانی کے علاوہ وضو کے لئے اور کوئی پانی نہ ہو تو اس سے وضو کر لے۔

میں مولانا سے پوچھتا ہوں کہ امام بخاریؒ ایک سند کے ساتھ حدیث نقل کرتے ہیں، اور پھر اس بخاری میں اس کے خلاف مسئلہ نقل فرمارہے ہیں، اب آپ مجھے یہ بتائیں کہ کیا اس سے منکرین حدیث استدلال نہیں کریں گے کہ امام بخاریؒ جیسے محدث بھی خود حدیثوں کو نہیں مانتے تھے۔

اسی طرح امام بخاریؒ حدیث نقل فرماتے ہیں کہ تھوڑے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ہاتھ دھوڈالو، اس سے معلوم ہوجاتا ہے کہ تھوڑا پانی نجس ہوجاتا ہے۔ خواہ اس کا رنگ، ذائقہ اور بو بدلے یا نہ بدلے۔ لیکن دوسری جگہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اگر پانی کا بو یا ذائقہ نہ بدلے تو اس سے وضو کرنا جائز ہے۔ میں مولانا سے پوچھتا ہوں کہ امام بخاریؒ صحیح سند سے ایک حدیث بخاری میں درج فرمارہے ہیں، پھر اس حدیث کے خلاف مسئلہ لکھ رہے ہیں۔ (۱)

اسی طرح امام بخاریؒ احناف کے اس استدلال کہ کپڑے پاک ہونے چاہئیں کے خلاف بخاری میں لکھ رہے ہیں کہ نمازی کی پشت پر اگر گندگی ڈال دی جائے یا مردار لاکر رکھ دیا جائے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی (۲)۔

(۱). قال الزهری لا بأس بالماء ما لم یغیره طعم او ریح او لون (بخاری ص ۳۷)

ترجمہ۔ زھری فرماتے ہیں کہ جب تک پانی رنگ بو یا ذائقہ تبدیل نہ کردے اس کے ساتھ وضوء کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(۲). باب اذا القی علی ظهر المصلی قذر او جیفة لم تفسد علیه صلاته. قال و کان ابن عمر اذا رأی فی ثوبه دما وهو یصلی وضعه ومضی فی صلاته و قال ابن المسیب والشعبی اذا صلی و فی ثوبه دم او جنابة او لغیر القبلة او تیمم فصلی ثم ادرک الماء فی وقته لا یعید. (بخاری ۳۷)

میں مولانا سے پوچھتا ہوں کہ نماز سے پہلے کتنی چیزیں ضروری ہیں، آپ بیان کریں، اگرچہ ضروری کا لفظ استعمال کریں۔ آپ نے ابھی تک صرف کپڑوں کے پاک ہونے کو بیان فرمایا ہے۔ اور وہ استدلال بھی احناف کی فقہ کی کتاب ہدایہ سے چرایا ہے۔

اگر آپ میری اس بات کو غلط ثابت کرنا چاہتے ہیں تو آپ اٹھ کر ایک حدیث ایسی پڑھیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہو کہ وثیابک فطھر کا شان نزول یہ ہے کہ نماز میں کپڑے کا پاک ہونا ضروری ہے۔ یا آئمہ صحاح ستہ میں سے کسی ایک امام نے اس آیت پر یہ باب باندھا ہو۔

میں نے پوچھا کہ امام بخاری کے نزدیک جو نماز گوبر پر پڑھی جائے وہ جائز ہے۔ آپ احناف کے خلاف اشتہار شائع کرتے ہیں، آپ نے کبھی یہ اشتہار بھی شائع کیا کہ بخاری میں جو نماز لکھی ہے وہ صحیح نہیں ہے، اور ہم اس کے مطابق نماز نہیں پڑھتے۔ کہیں بھی اس طرح کا اشتہار شائع نہیں کیا۔ اعتراض صرف حنفیوں کے خلاف ہوتا ہے۔

پہلے آپ حضرات کے سامنے مولانا نے اپنے بڑے علماء کو چھوڑا تھا لیکن اب مولانا امام بخاری کو بھی چھوڑ چکے ہیں، اور فرمارہے ہیں کہ امام بخاری جو حدیث صحیح سند سے بیان کریں گے وہ تو میں مانوں گا دوسرے نہیں۔ انہوں نے یہ بات تسلیم کرلی کہ صحیح بخاری میں بھی ایسے مسائل ہیں جو قرآن کی صریح آیتوں کے خلاف ہیں۔

ترجمہ۔ امام بخاری باب باندھتے ہیں جب نمازی کی پشت پر گندگی یا مردار ڈال دیا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ (پھر اس باب کے تحت فرماتے ہیں) کہ حضرت ابن عمرؓ جب اپنے کپڑے میں خون دیکھتے اور وہ نماز پڑھ رہے ہوتے تو اس کو اتار دیتے اور نماز پڑھتے رہتے۔ اور ابن مسیب اور شعبی فرماتے ہیں کہ جب آدمی نماز پڑھ رہا اور اس کے کپڑوں میں خون یا جنابت ہو یا غیر قبلہ کی جانب نماز پڑھی ہو، اور پھر اس نماز کے وقت میں پانی کو پالے تو نماز نہ لوٹائے۔

مولوی عبدالعزیز نورستانی۔

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيآت اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان محمد عبده ورسوله

مولانا نے فرمایا ہے کہ حدیث معاذ بن جبلؓ کو تلقی بالقبول حاصل ہے۔ یہ ثابت کریں۔ نیز ہم استقبال قبلہ کو بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ کیونکہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

اذا قمتم الى الصلوٰة احسنوا الوضوء ثم استقبلوا القبلة.

دوسری جگہ رسول اقدس ﷺ فرماتے ہیں۔

لا يقبل الله الصلوٰة بغير طهور.

دوسری جگہ فرمایا کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ تو وضو کر لو۔ اسی طرح قرآن پاک میں ہے۔

﴿خذوا زينتكم عند كل مسجد﴾.

کہ ہر نماز کے وقت اپنی زینت کو لو۔ اور زینت کپڑے ہیں۔

باقی بخاری، مسلم کی بات، تو ثابت کریں کہ امام بخاری نے کہاں لکھا ہے؟ جو لکھا ہے ان کے پاس صحیح حدیث ہے۔

اتفق الامة على صحة كتابيهما.

ان دونوں کی کتابوں کی صحت پر امت کا اتفاق ہے۔ اور ان دونوں کی احادیث پر عمل کرنا

بھی واجب ہے۔ بات پھر وہی آ گئی میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے جو احادیث نقل کی ہیں وہ حجت ہیں۔ آگے انہوں نے انسان ہونے کی وجہ سے کوئی اجتہاد کیا ہو، تو انسان ہونے کی صورت میں غلطی ہو سکتی ہے۔ جب امام شافعیؒ سے غلطی ہو سکتی ہے، امام ابو حنیفہؒ سے غلطی ہو سکتی ہے، حضرت ابوبکر صدیقؓ سے غلطی ہو سکتی ہے۔

تو امام بخاری کی وہ بات حجت نہیں ہے، جیسے اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کی بات حجت ہے، ویسے امام بخاری کی بات حجت نہیں ہے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

الحمد لله وكفى والصلوة والسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد.

میرے دوستو اور بزرگو! مولانا نے **وثیابک فطھر** سے استدلال فرمایا ہے۔ میں نے پوچھا کیا کسی نے اس آیت کا شان نزول یہ بتایا ہے؟ مولانا نے یہ پھر ثابت نہیں کیا۔ اب جو کپڑوں کے پاک ہونے کا مفہوم بیان کیا ہے کہ نیچے گوبر ہو اور اوپر اوجھری ہو یہ کپڑوں کے پاک ہونے کا مفہوم مولانا بیان فرما رہے ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ ہمارا بخاری سے کیا واسطہ۔ پہلے مولانا فرماتے تھے کہ فقہ سے ہمارا کیا واسطہ؟ اب فرما رہے ہیں بخاری سے ہمارا کیا واسطہ۔ اگر مولانا کی سمجھ کے مطابق امام بخاری قرآن کو بھی نہیں سمجھ پائے تو پھر ان کی احادیث کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟ ایک طرف یہ کہنا کہ امام بخاری کی بہت زیادہ تحقیق ہے اور دوسری طرف یہ کہنا کہ ہمیں بخاری سے کوئی واسطہ نہیں۔ (چہ معنی دارد) اب آپ اندازہ لگائیں کہ دعویٰ اہل حدیث ہونے کا ہے اور امیر المؤمنین فی الحدیث کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کیا آج سے پہلے مولانا نے اس قسم کی تقریریں فرمائی تھیں کہ ہمارا بخاری سے کوئی واسطہ نہیں؟ اس سے پہلے تو لوگوں کو یہی بتایا جاتا تھا کہ یہ ہدایہ پر عمل کرتے ہیں اور ہم بخاری پر عمل کرتے ہیں۔ آج مولانا نے بتا دیا کہ صحیح بخاری میں نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ نیچے گوبر ہو اوپر اوجھری ہو اور اندر و نیز جتنی جگہ چھپی ہوئی ہو تو

صحیح بخاری کے مطابق نماز ہو جاتی ہے۔ اور اب ان کی حدیثوں سے اس نے ثابت کیا ہے۔

پھر مولانا نے خلط مبحث کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ نبی ﷺ کے ایک صحابی کو قرآن نے معاذ اللہ فاسق کہا ہے۔ اب دیکھیں پہلے اپنے علماء کو چھوڑا، پھر کہا بخاری سے واسطہ نہیں ہے، اب اللہ کے نبی کے ایک صحابی کو قرآن کی ایک آیت پڑھ کر فاسق ثابت کیا ہے۔ یہ مولانا کی قرآن دانی ہے اور مولانا یہ سمجھ رہے ہیں کہ جو قرآن میں سمجھا ہوں اور کسی نے نہیں سمجھا۔

پھر مولانا نے فرمایا کہ جو کچھ اللہ کے نبی ﷺ فرمائیں گے ہم اس پر عمل کریں گے۔ اونٹوں کے پیشاب پینے کا حکم صحیح بخاری میں ہے۔ **اشربوا من ابوالها و البانها**۔ مولانا یہ حدیث صحیح سند سے مروی ہے۔ اس کو آپ فرض سمجھتے ہیں یا نہیں؟ آپ کے نزدیک چونکہ واؤ ترتیب کے لئے ہوتی ہے اس لئے آپ کے ہاں اس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ جب تک کوئی انسان اونٹوں کا پیشاب نہ پی لے اس وقت تک دودھ پینے کی اجازت نہیں۔ اب مولانا مجھے بتائیں کہ اللہ کے نبی ﷺ کی کس حدیث میں ہے کہ اللہ کے نبی کا یہ تو حکم ہو اور فرض نہ ہو اور دوسری طرف کوئی فعل مل جائے تو فرض مان لیں۔

کبھی مولانا فقہاء کی اصطلاحات کو مان لیتے ہیں کبھی انکار کر دیتے ہیں۔ اب یہاں تک تو وہ باتیں تھیں جو نماز سے پہلے کی باتیں تھیں۔ اور میں نے مولانا سے پھر مطالبہ کیا تھا کہ مولانا وہ حدیث پیش کریں کہ جس میں ہو کہ زنا حقیقی پر حد ہے اور مجازی پر حد نہیں۔ مولانا پر یہ میرا مطالبہ قرض ہے۔ میں پھر یہ عرض کروں گا کہ آپ اس پر حد ہونا حدیث سے ثابت کریں۔ مولانا نے فرمایا کہ اللہ اکبر فرض ہے، ہمارے علماء اس کو واجب کہتے ہیں۔ اگر فرض کا لفظ حدیث میں دکھا دیں۔ یہ کہیں بھی نہیں آیا کہ اگر کوئی اللہ اکبر نہ کہے تو اس کی نماز نہیں ہوتی۔ مولانا یہ ثابت کریں۔

آخر مسئلہ تو دونوں سے حل ہوگا کہ یہ چیز چھوڑنے سے نماز ہوتی ہے اور اس سے نہیں۔ کپڑا اگر اتنا ہو تو نماز ہو جاتی ہے اور اگر اتنا ہو تو نماز نہیں ہوتی۔ اگر مولانا اس کو سنت سمجھتے ہیں تو مولانا یہ لفظ حدیث سے دکھائیں۔

اور پھر یہ کہ اللہ اکبر اونچی کہنا چاہئے یا آہستہ کہنا چاہئے۔ کیونکہ مولانا کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ سارے فرائض حدیث میں ہیں۔ مولانا یہ بتائیں کہ امام کے پیچھے اللہ اکبر اونچی کہنا یا آہستہ کہنا فرض ہے یا سنت ہے؟ اور اکیلے آدمی کے لئے اللہ اکبر آہستہ کہنا فرض ہے یا سنت ہے؟ اگر اس بارے میں صراحتاً حدیث نہ ملے تو ہم حدیث معاذ ؓ کی وجہ سے مجتہد کی طرف جانے کے حق دار ہوں گے۔ دارمی شریف میں موجود ہے کہ حضرت صدیق اکبر ؓ نے اپنی خلافت میں اعلان کیا کہ میں سب سے پہلے مسئلہ کتاب اللہ سے لوں گا۔ اگر کتاب اللہ سے مسئلہ نہ ملا تو سنت سے، اگر سنت سے نہ ملا تو **اجتهد برائی** یہ تلقی بالقبول دور صدیقی میں ہوئی ہے۔ فاروق اعظم ؓ نے قاضی شریح کو خط لکھا کہ پہلے مسئلہ کتاب اللہ سے لو، اگر اس سے نہ ملے تو سنت رسول اللہ ﷺ سے اور اگر اس میں نہ ملے تو اجتہاد کرو۔ یہ تلقی بالقبول دور فاروقی میں ہوئی۔ حضرت عثمان ؓ اور حضرت علی ؓ کے اقوال بھی موجود ہیں کہ پہلے مسئلہ کتاب اللہ سے، پھر سنت رسول اللہ سے، پھر اجتہاد سے۔

نسائی شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت موجود ہے، وہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے میں مسئلہ کتاب اللہ سے لوں گا، اگر اس میں نہ ملے تو سنت رسول اللہ ﷺ سے، اگر اس میں نہ ملے تو جس پر صاحبین کا اتفاق ہو جائے۔ اگر پھر بھی نہ ملے تو اجتہاد کروں گا۔

علامہ ابن قیم اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو تلقی بالقبول حاصل ہے اور حدیث صحیح کی ایک تعریف یہ بھی ہے

الصحیح ما تلقته الامة بالقبول وان لم یکن اسناده صحیح.

سیدنا صدیق اکبر ؓ کے دور خلافت میں کسی ایک نے بھی اس کا انکار نہیں کیا، سیدنا فاروق اعظم ؓ کے دور میں کسی ایک نے بھی اس حدیث کا انکار نہیں کیا۔ میں مولانا سے عرض کروں گا کہ نماز سے پہلے جتنی باتیں ضروری ہیں وہ ہمیں صراحتاً دکھائیں۔ یہ اشتہار میرے ہاتھ

میں ہے اس میں لکھا ہے خذوا زینتکم عند کل مسجد کا معنی ہے کہ رفع یدین کرنی چاہئے ۔ عجیب بات ہے کہ اس قول کو تو یہ امت کی طرف منسوب کرر ہے ہیں اور اب جو معنی بیان کیا ہے اس کے بارے میں واضح کریں کہ یہ معنی کہاں سے لیا ہے ۔ ایک ہی آیت ہے اس میں لکھا ہے کہ اس کا معنی ہے رفع یدین کرو، اب مولانا نے اس کا معنی یہ کیا ہے کہ کپڑے پہنا کرو ۔ پھر یہ بھی اس آیت سے ثابت نہ کیا کہ کپڑے کہاں تک ہوں ۔

پھر مولانا نے فرمایا جو فعل حضرت ﷺ نے کیا کرلیا کرو ۔ مولانا نے جو کہا کہ یہ فرض ہے یہ سنت ۔ پہلے فرض اور سنت کی تعریف ہونی چاہئے ۔ ہم نے یہ تعریف فقہاء سے لی ہے آپ یہ تعریف حدیث سے بیان کریں ۔

میرے دوستو اور بزرگو، بات تو چھوٹی سی تھی کہ کیا مقتدیوں کا اللہ اکبر آہستہ آواز سے کہنا ثابت ہے یا نہیں؟ ۔ مقتدی اللہ اکبر آہستہ کہیں یہ حدیث ہے یا نہیں؟ ۔ مولانا یہ حدیث تو پیش نہیں فرماتے کبھی ابو بکر صدیق ؓ کی غلطیاں دکھاتے ہیں، کبھی حضرت عمر ؓ کی غلطیاں بتاتے ہیں ۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت عمر ؓ کی غلطیاں بتانے سے کیا یہ مسئلہ ثابت ہو جائے گا؟ ۔ کہ مقتدی آہستہ آواز سے اللہ اکبر کہا کریں ۔ مولانا کیوں ادھر ادھر جارہے ہیں ۔

میں مولانا سے عرض کروں گا کہ اگر آپ صحابہ ؓ کی غلطیاں نہ بھی بتائیں تو بھی آپ نماز ثابت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ ۔ ان کی غلطیاں بتانے سے کیا آپ کو ثواب ملے گا؟ ۔ آپ ان لوگوں کا دین خراب کرر ہے ہیں ان کو کیوں سناتے ہیں ان کی غلطیاں؟ ۔

آپ نے ایک بات اچھی فرمائی کہ زہری کو متقدمین نے اچھا فرمایا اور متأخرین نے جرح کی ۔ متقدمین کے مقابلے میں ہم متأخرین کی بات نہیں مانتے ہیں ۔

میں آپ سے یہی کہوں گا کہ آپ متقدمین کا اجتہاد مان لیں آپ متأخرین ہیں، ہمارا آپ کا جھگڑا ہی یہ ہے ۔ اور پھر دوسری طرف دیکھئے ۔ ایک طرف تو آپ نے یہ فرمایا کہ صرف

متقدمین کی بات مانی جائے گی ۔

پہلے کہا کرتے ہیں کہ صرف دو دلیلیں ہیں ایک قرآن، ایک حدیث ۔ اب دلیل اور بن گئی ایک قرآن ایک حدیث، ایک متقدمین ۔ اسکے بعد میں پوچھتا ہوں کہ کیا مولانا جلال الدین متقدمین میں سے ہیں، کہ ان کی بات آپ نے پیش کی ہے ۔ یہ تو آپ کو جاننا چاہئے تھا ۔

بات یہی ہے کہ جیسا کہ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ بدعتی کی نشانی یہ ہے کہ جو اس کی خواہش کے مطابق بات کہے تو اس کو مان لے ۔ وہ متقدمین میں سے ہو یا کسی اور سے ہو ۔ اور جو اس کی خواہش کے خلاف بات کرے اس کی بات کو نہ مانے ۔ خواہ وہ ابو بکر ؓ کی بات ہو ۔

میں پوچھتا ہوں کہ کیا جلال الدین کی بات حجت ہے اور حضرت ابو بکر صدیق ؓ کی غلطیاں اٹھا رہا ہے ۔ معاذ اللہ ۔ مولانا کم از کم عقل سے ہی کام لے لیں تا کہ پتا چلے کہ آپ کسی اصول پر بات کرر ہے ہیں ۔ ابن حجرؒ کا قول نقل کر دیا وہ تو مولانا کے لئے حجت بن گیا کہ صحیحین میں جتنی تدلیس ہے، وہ ساری سماع پر محمول ہے ۔ لیکن وہی ابن حجر لکھ رہے ہیں تقریب التہذیب میں، وہاں ابن حجر کی بات حجت کیوں نہیں ۔ مولانا ابن حجر اگر واقعی محقق ہے، تو اس کی دونوں باتوں کو مانو ۔

دیکھو ابھی نماز کا پہلا مسئلہ شروع ہے کہ ہاتھ کہاں تک اٹھانے ہیں؟ ۔ مولانا آپ ایسے مدلس کی روایت کو کیوں نہیں چھوڑ دیتے جس کو کوئی شیعہ کہتا ہے، کوئی زنا کار کہتا ہے، کوئی لالچی کہتا ہے ۔ آپ کیا پورے ذخیرہ حدیث سے کسی اہل سنت محدث سے ایک حدیث بھی نہیں پڑھ سکتے ۔

اٹھکر مولانا نے فرمایا کہ راوی اگر بدعتی بھی ہو تو اس کی بات مانی جائے گی ۔ مولانا یہاں پھر آپ نے اصول توڑا ۔ صحیح مسلم کا مقدمہ اٹھا کر دیکھیں کہتے ہیں، پہلے اسناد کے بارے میں سوال نہیں کیا جاتا تھا، اب سند کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے تا کہ بدعتی کی روایت نہ لی جائے ۔ سند کی ضرورت اس لئے پڑی کہ بدعتی کی روایت اب نہیں لیں گے ۔ متقدمین کا فیصلہ یہ ہے کہ بدعتی کی روایت اب نہیں لی جائے گی ۔ اور آپ نے یہاں متقدمین کے فیصلے کو توڑا ہے ۔

صحیح مسلم کا مقدمہ اٹھا کر دیکھیں وہ کہتے ہیں کہ بدعتی کی روایت نہیں لی جائے گی۔[1]

اس کے بعد آپ نے فرمایا ہے کہ امت کا اجماع ہو چکا ہے کہ بخاری، مسلم کی حدیث پر عمل کرنا واجب ہے۔ وہ اجماع کس دور میں ہوا مجھے اس کا پتا چلنا چاہئے اور کیا واقعی قرآن و حدیث کے بعد چوتھی، پانچویں صدی۔ مجھے بتائیں کہ کون سی صدی کی کس کتاب میں کس نے اس اجماع کا ذکر کیا ہے۔ تا کہ میں بتاؤں کہ اس نے پھر کسی دوسرے اجماع کا بھی ذکر کیا ہے یا نہیں۔

کہیں یہاں بھی وہی بات تو نہیں کہ اس کی فلاں بات حجت ہے فلاں نہیں۔ اس لئے کہ وہ میری مرضی کے مطابق نہیں ہے۔ ابن صلاح نے کیا اور بھی کچھ کہا ہے یا نہیں؟۔ آپ یہ بھی بتائیں کہ بیس رکعت تراویح پر صحابہ کا اتفاق کرنا تو حجت نہیں ہے۔ طلاق ثلاثہ پر صحابہ کا اجماع ہو جائے تو حجت نہیں۔ امام ابوحنیفہ کی افضلیت پر امت کا اجماع ہو جائے تو وہ حجت نہیں۔ آئمہ اربعہ کی تقلید پر امت کا اجماع ہو جائے تو وہ حجت نہیں۔ لیکن یہ اجماع اتنا ضروری کیوں ہو گیا ہے۔ کہ اس کو بدعتی کہا جاتا ہے اور صحابہ کا اجماع چھوڑنے والا بدعتی نہیں۔ امت کا اجماع چھوڑنے والا بدعتی نہیں۔ خیر القرون کا اجماع چھوڑنے والا بدعتی نہیں، لیکن چھٹی صدی کا جو اجماع ہے کہتے ہیں اس کو چھوڑنے والا بدعتی ہے۔ مولانا یہ بات آپ مجھے دلیل سے سمجھائیں۔

جب آپ ابوبکر صدیقؓ کی غلطیاں نکالتے ہیں تو شاہ ولی اللہؒ کا نام کیوں لیتے ہیں۔

(۱)۔ عن ابن سیرین قال لم یکونوا یسئلون عن الاسناد فلما وقعت الفتنة قالوا سموا لنا رجالکم فینظر الی اھل السنة فیؤ خذ حدیثھم وینظر الی اھل البدع فلا یؤخذ حدیثھم. (مسلم ص ۱۱)

قال ابن حجر فی تقریب التھذیب محمد بن سیرین الانصاری ابو بکر بن ابی عمرة البصری ثقة ثبت عابد کبیر القدر کان لا یری الروایة بالمعنی. من الثالثة مات سنة عشر ومائة.

آپ کہتے ہیں کہ بخاری کا قول حجت ہے۔ اگر اس کی سند حضور ﷺ تک ہو تو پیش فرمائیں اگر نہیں تو پھر آپ کیوں کہتے ہیں کہ بخاری کا قول حجت ہے؟۔

آپ ساری امت کو کیوں بدعتی قرار دے رہے ہیں؟۔ امام مسلم نے صحیح مسلم میں ایک حدیث بھی امام بخاری سے نہیں لی۔ کیا آپ اس کو بدعتی کہیں گے؟۔ امام مسلمؒ نے مقدمہ مسلم میں امام بخاریؒ کی طرف اشارہ کر کے بتایا ہے کہ منتحلی الحدیث کیا آپ امام مسلم کو بدعتی کہیں گے؟۔ امام ابوداؤدؒ نے ساری ابوداؤد میں ایک حدیث بھی امام بخاریؒ سے نہیں لی کیا آپ امام ابوداؤد کو بدعتی کہیں گے۔ ابن ماجہ میں امام ابن ماجہؒ نے ایک حدیث بھی امام بخاریؒ کی سند سے نہیں لی، کیا آپ ان کو بدعتی کہیں گے؟۔ امام دار قطنی، آپ راوی کہتے ہیں وہ دجال کہتا ہے۔ کیا آپ دار قطنی کو بدعتی کہیں گے؟[1]۔ حاکم نے مستقل کتاب لکھی ہے، جس میں صحیحین پر استدراک کیا ہے۔ کیا یہ سارے بدعتی ہیں؟۔ ابوولید الباجی نے مستقل کتاب لکھی ہے، "کتاب التعدیل و التجریح فیھا روی البخاری عنما فی الصحیح"۔ کیا ابوالولید مالکی اتنا بڑا محدث، کیا اس کو آپ بدعتی کہیں گے۔

شیخ الاسلام علامہ ابن همامؒ نے صاف لکھا ہے کہ یہ جو کہتا ہے کہ صحیحین کی روایتیں قابل ترجیح ہیں محض تحکم ہے۔ کیا آپ امام ابن همام کو بدعتی کہیں گے؟۔ آپ نے جو بات بیان فرمائی نہ

(۱)۔ امام دار قطنی شافعی نے اس کی ۲۱۸ روایات پر اعتراض کیا ہے اور مستقل کتاب الالزامات والتتبع تحریر فرمائی ہے۔ امام بخاریؒ کی تاریخ الکبیر ان کے استاد امام ابو حاتم نے خطاء البخاری لکھی ہے جس میں ۷۰ غلطیاں نکالی ہیں۔ امام بخاریؒ نے ۴۳۰ ایسے راویوں سے روایت لی ہے جن سے امام مسلمؒ نے روایت نہیں لی اور امام مسلمؒ نے ۶۲۰ ایسے راویوں سے روایت لی ہے جن سے امام بخاریؒ نے روایت نہیں لی۔ امام ابو داؤدؒ، امام ابن ماجہؒ نے ان سے کوئی حدیث نہیں لی۔ امام نسائیؒ نے صرف ایک حدیث باب الفضل والجود فی شھر رمضان میں لی ہے۔ امام ترمذیؒ نے ان سے حدیث لی ہے مگر بہت کم۔

یہ قرآن کی آیت ہے، نہ نبی ﷺ کی بات ہے، بعد والوں کے اجماع کا بتاتے ہیں جس میں نہ دار قطنی شامل ہوتا ہے، خود امام بخاری نے بھی یہ نہیں کہا کہ میری ہر ہر روایت قابل عمل ہے۔

میں پہلے واضح کر چکا ہوں کہ امام بخاری روایت نقل کرتے ہیں کہ کتا اگر برتن میں منہ ڈال جائے تو پانی گرا دیا جائے، برتن دھویا جائے۔ پھر آگے خود لکھتے ہیں کہ جب تک رنگ، بو، ذائقہ تبدیل نہ ہو پانی پاک ہے۔

اب امام بخاری اس حدیث پر عمل نہیں کر رہے ہے پھر اگر ان حدیثوں پر عمل واجب ہے تو امام بخاری پر بھی عمل واجب ہے یا نہیں؟۔ اسی طرح امام بخاری کی کافی حدیثیں ایسی ہیں جن کو آپ مان نہیں رہے، جن پر آپ عمل نہیں کر رہے۔ (1)

میں پھر عرض کر رہا ہوں کہ یہ جو بات ہے اس بات میں آپ پوری وضاحت فرمائیں۔

آپ کہتے ہیں کہ فیض عالم صدیقی بکواس کرتا ہے، میں اس کی بات نہیں مانتا۔ وہ آپ کی بات نہیں مانتا، آپ اس کی نہیں مانتے۔ لیکن چونکہ وہ لکھتا ہے کہ میں اہل حدیث ہوں۔ آپ یہ کہتے ہیں کہ بخاری کا یہ حال ہے۔

وہ لکھتا ہے کہ۔

ہمارے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح بخاری میں جو کچھ درج فرمایا وہ صحیح اور لاریب ہے، خواہ اس سے اللہ کی الوہیت، انبیاء کرام کی عصمت، ازواج مطہرات کی طہارت کی فضائے بسیط میں دھجیاں بکھرتی چلی جائیں۔ کیا امام بخاری کی ایسی تقلید نہیں جس طرح مقلدین کی تقلید ہوتی ہے۔

وہ کہتا ہے کہ۔

(1)۔ جن احادیث پر غیر مقلدین عمل نہیں کرتے انہیں ''انوارات صفدر'' میں نقل کر دیا ہے۔ من شاء فلیطالع

بخاری نے خدا کو معاف نہیں کیا نبیوں کی توہین کی ہے۔ ازواج مطہرات کی توہین کی ہے صحیح بخاری میں۔

آپ یہ بتائیں کہ اس کے خلاف آپ نے کیا کیا ہے۔ کتنے اشتہار شائع کئے ہیں۔

مولوی عبدالعزیز نورستانی۔

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ۔ اما بعد۔

میں نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا **اذا کبر فکبروا**۔ کہ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ تو امام سے اللہ اکبر اونچی آواز سے ثابت ہوا اور صحابہؓ سے آہستہ آواز سے ثابت ہوا۔ آپ ﷺ نے اونچی آواز سے اللہ اکبر کہا، اور مقتدی کے لئے آہستہ تھا۔ آپ یہ بتائیں کہ اگر مقتدی کے لئے آہستہ نہیں تھا تو اور کیا تھا؟۔

دوسری بات مولانا نے یہ فرمائی ہے محدثین کا نام لے کر کہ فلاں نے یہ کہا ہے، فلاں نے یہ کہا ہے۔ محدثین نے جو امام بخاری کے راویوں پر اعتراض کیا ہے، وہ بے جا اعتراض ہے امام بخاریؒ یا ان کے راویوں پر تنقید نہیں کی ہے۔

مولانا نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ کی افضلیت پر امت کا اجماع ہو گیا ہے۔ ہم نے کب افضیلت کا انکار کیا ہے۔ ہم امام ابوحنیفہؒ کی فضیلت کے، ان کی فقہ کے قائل ہیں۔ اور امام ابوحنیفہؒ کی جو بات قرآن وحدیث میں ہے وہ حجت ہے۔ ہم امام ابوحنیفہؒ کو مانتے ہیں۔ باقی یہ کہ تقلید پر اجماع ہوا ہے اس کو کیوں نہیں مانتے۔ ہم کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی کتاب کی حجیت پر اجماع ہو چکا ہے۔ اس کو ہم مانتے ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کی تقلید پر اجماع کب ہوا ہے کس نے کیا ہے؟۔

باقی آپ نے یہ جو فرمایا ہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے اس کو ناصبی کہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہی حافظ ابن حجر جس کو ناصبی کہتے ہیں وہ آپ کو بتا گئے ہیں کہ اس سے حدیث لینا ٹھیک ہے، اور ایسے شخص جس پر ناصبیت کا دھبا لگا ہوا ہو۔ ایسے شخص سے روایت کرنا جائز نہیں ہے۔

اور آپ ہی کہہ رہے تھے کہ یہ نقد و جرح کے ماہر ہیں تو ہم ان کا قول پیش کر رہے ہیں۔ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں تقلید پر خیر القرون میں اجماع ہوا ہے۔ خود فرماتے ہیں کہ میں تقلید نہیں کرتا۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

الحمد للہ و کفٰی و الصلوۃ و السلام علی عبادہ الذین اصطفٰی اما بعد.

مولانا نے فرمایا ہے کہ میں نے وہ حدیث پیش کر دی ہے کہ مقتدی اللہ اکبر آہستہ کہے اور حدیث کیا پیش کی ہے اذا کبر فکبروا ۔اس کا معنی مولانا یہ کرتے ہیں کہ اے مقتدیو، کہ جب امام اونچی اللہ اکبر کہے تو تم آہستہ اللہ اکبر کہو۔ مولانا نے یہی معنی کیا ہے۔

لیکن اس میں نہ تو کوئی ایسا لفظ ہے جس کا معنی اونچی اللہ اکبر ہو، نہ ہی ایسا لفظ ہے جس کا معنی آہستہ اللہ اکبر ہو۔ مولانا آپ نے اشتہار میں جو شرط لکھی ہے کہ حدیث صحیح ہو، صریح ہو، غیر مجروح ہو مرفوع ہو قطعی الدلالت ہو۔ یہ نہ صحیح ہے، نہ قطعی الدلالت ہے، پھر انہوں نے قولوا کا معنی کیا ہے، آہستہ کہو۔ جبکہ امام بخاری تو قولوا کا معنی جہر کر رہے ہیں۔ قولوا آمین آپ اس کا معنی کیسے آہستہ کرتے ہیں؟۔ یہاں بھی آپ امام بخاری کو چھوڑ گئے۔ آپ کہتے ہیں کہ میں بخاری کو نہیں مانتا جب بخاری کو معنی بیان کرنے کا حق نہیں تو آپ کو معنی بیان کرنے کا حق کس نے دیا ہے۔

مولانا نے فرمایا کہ میں نے کہا تھا کہ بخاری مسلم کی صحت پر اجماع ہے۔ میں نے کہا تھا کہ بات سیدھی سی ہے کہ یہ بتائیں کہ یہ اجماع کس زمانے میں ہوا۔ تاکہ انہی لوگوں کا میں دوسرا اجماع بھی دکھاؤں، لیکن مولانا وہ نہیں دکھا سکے۔ اور نہ مولانا دکھائیں گے۔ مولانا آٹھویں یا ساتویں صدی کی کتاب دکھائیں گے۔

انہوں نے امام تیمیہؒ کی کتاب پیش کی۔ انہوں نے فرمایا کہ جب یہ چیزیں نہیں تھیں اس

وقت بھی لوگ مسلمان تھے۔ منکرین حدیث بھی یہ کہتے ہیں کہ جو اسلام بخاری، مسلم سے پہلے تھا کہ نہ کوئی بخاری پڑھتا تھا، نہ کوئی مسلم پڑھتا تھا وہ اسلام جو ہے وہ صحیح ہے، یہ بعد والا اسلام غلط ہے۔

مولانا آپ جو نامکمل عبارتیں پیش کر رہے ہیں اس کا آپ کو کیا حق ہے؟۔ سیدھی سی بات ہے کہ آپ نے کہا کہ بخاری مسلم کی صحت پر اجماع ہوا ہے۔ میں نے کہا کہ کس صدی میں ہوا ہے؟۔ کتاب دکھائیں۔ اور یہ بھی کہا کہ ہم جو آج تک کہتے آئے ہیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کی ہی بات مانتے ہیں اب یہ کہیں کہ ہم چھٹی، ساتویں صدی کے لوگوں کی بات بھی مانتے ہیں۔ اور اتنا مانتے ہیں کہ ان کے کہنے پر اللہ کے نبی ﷺ کی حدیث کو بھی رد کر سکتے ہیں۔

آٹھویں صدی کا آدمی اگر یہ کہہ دے کہ یہ حدیث ضعیف ہے تو آپ چھوڑ دیں گے؟۔ اگر وہ یہ کہہ دے کہ یہ صحیح ہے تو آپ مان لیتے ہیں آپ تو آٹھویں صدی کے لوگوں پر ایمان رکھتے ہیں اور لوگوں کو یہ کہتے ہیں کہ ہم قرآن و حدیث کو مانتے ہیں۔ مولانا نے کہا کہ جو تقلید کرتا ہے ایمان میں کہ اگر وہ مومن رہا تو میں مومن رہوں گا۔ اگر وہ کافر ہو گیا تو میں بھی کافر ہو جاؤں گا۔ ہم کب ایسی تقلید کرتے ہیں کہ اگر کافر ہو جائے تو ہم کافر ہو جائیں گے۔

مولانا نے کہا کہ تقلیدی ایمان مقبول نہیں ہے۔ میں مولانا سے پوچھتا ہوں کہ اس دور میں ہزار میں سے دو مسلمان بھی ایسے نہیں ہیں جو کافر کے سامنے اپنے ایمان کو دلائل سے ثابت کر سکیں، جس دلیل کو کافر بھی مانتا ہو۔ صرف اس لئے مسلمان ہیں کہ مسلمان کے گھر میں پیدا ہوئے، ماں باپ نے ان کا نام مسلمانوں والا رکھ دیا۔ کسی نے ان کے سامنے اسلام کی حقانیت کے دلائل بیان نہیں کئے۔ کیا وہ سارے کافر ہیں؟۔

آپ کے نزدیک تو آپ پہلے کفر ایمان کا فیصلہ کریں اور اگر ان لوگوں کے تقلیدی ایمان کو آپ مانتے ہیں تو پھر فروعی مسائل میں آپ کو تقلید کا انکار کرنے کی ضرورت کیا پڑی ہے؟۔

اسی طرح میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ایک عیسائی یہاں آتا ہے اس کا نام رحمت مسیح

ہے وہ آ کر کہتا ہے کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں، لیکن اسلام کی سچائی کی کوئی دلیل اس نے نہیں مانگی نہ آپ ہی دلیل بیان کرتے ہیں۔ آپ اسے کلمہ پڑھا کر مسلمان کرتے ہیں اور اس کا نام رحمت مسیح کی بجائے رحمت اللہ رکھ دیتے ہیں۔

اب ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جب آیا تھا تو وہ کافر تھا، جب گیا ہے تو مسلمان ہو کر گیا ہے۔

لیکن آپ نے جو مسئلہ کہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ آیا تھا تو اکہرا کافر تھا، جب وہ گیا ہے تو دوہرا کافر ہو کر گیا ہے۔ کیونکہ اس نے کفر کو چھوڑا تو تقلیداً چھوڑا، کسی دلیل سے نہیں چھوڑا۔ ایمان قبول کیا تو تقلیداً کیا، کسی دلیل سے نہیں کیا۔ اس لئے ڈبل کافر ہو گیا۔

مولانا آپ یہ باتیں نقل کر کے جس پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں کہ مقتدی کے آہستہ آواز سے اللہ اکبر کہنے کی حدیث مجھے نہیں ملتی۔ اب کبھی آپ کسی کے در پر جا پڑتے ہیں، کبھی کسی کے در پر یہ پہلی بات ہے۔ پھر میں پوچھتا ہوں آخر آپ ناصبی کی اس حدیث پر کیوں آ گئے ہیں اور میں نے یہ بات کہی تھی کہ مسلم کے مقدمہ میں ابن سیرین فرماتے ہیں جو کہ متقدمین میں سے ہیں انہوں نے اجماع نقل کیا ہے۔ کہ بدعتی کی روایت نہیں لی جائے گی۔ ان کے مقابلے میں جو تابعین تبع تابعین ہیں آپ کے لئے نہ متقدمین حجت ہیں نہ متاخرین حجت ہیں۔ آپ کے لئے حجت قرآن و حدیث ہے۔ اگر اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ بدعتی کی روایت حجت ہے، تو پیش کریں۔

آپ اللہ، رسول کا نام برکت کے لئے لیتے ہیں۔ بات صرف کرتے ہیں متقدمین اور متاخرین کی۔ اور آپ نے یہ کہا ہے کہ ابو الولید الباجی نے لکھا ہے۔ کہاں لکھا ہے؟۔ انہوں نے تو اس بات کی تردید کی ہے۔ حاکم نے باقاعدہ اس پر استدراک کیا ہے، دارقطنی نے باقاعدہ اعتراض کیا ہے اس پر۔

پھر آپ کا یہ کہنا کہ اس میں یہ لکھا ہے کہ بخاری پر جو جرح کی گئی ہے وہ غلط ہے۔ یہ بالکل غلط ہے، مسلم نے کیوں حدیث نہیں لی۔ کیا امام بخاریؒ اس قابل نہیں تھے کہ مسلمؒ ان سے

حدیث لیتے۔ امام مسلمؒ نے کبھی نہیں کہا کہ بخاری پر عمل کرنا واجب ہے۔ امام ترمذی نے کبھی نہیں کہا کہ بخاری پر عمل کرنا واجب ہے۔ اور پھر کس صدی میں اس بات پر اجماع ہوا ہے۔ یہ دکھائیں۔

پھر یہ بھی میں نے پوچھا تھا کہ یہ بتائیں کہ خیر القرون کا اجماع تو حجت نہ ہو اور بعد والوں کا حجت ہو جائے یہ دکھائیں۔ خیر القرون کا اجماع کہ بدعتی کی روایت مقبول نہیں یہ حجت نہ ہو، اور بعد والوں کا حجت ہو جائے۔ یہ آپ اپنی خواہش پر چل رہے ہیں۔ متقدمین نے اگر آپ کی خواہش کے مطابق بات کر دی تو اس کو مان لیا۔ متاخرین نے کر دی تو اس کو مان لیا۔ لیکن لوگوں کو کہا کہ ہم قرآن و حدیث کو مانتے ہیں۔

اور لوگوں کو بتا دیا کہ امام ابو حنیفہؒ ہے تو مجتہد لیکن مسئلے قرآن و حدیث کے خلاف بتاتا ہے۔ اس لئے ہم نہیں مانتے۔ ابو بکرؓ کی غلطیاں بتاتے ہیں عمر فاروقؓ کی غلطیاں بتاتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس لئے ہو رہا ہے کہ آپ کو وہ صریح حدیث نہیں ملی اور نہ آپ دکھا سکتے ہیں کہ مقتدی اللہ اکبر آہستہ کہے۔ اور آہستہ کے لئے جو لفظ عربی میں ہے وہ آپ پہلے بیان کریں گے اور وہ لفظ مجھے آپ حدیث میں دکھائیں گے۔ ادھر ادھر کی باتیں کرنے سے یہ مسئلہ ثابت نہیں ہوگا۔

جب تک آپ یہ مسئلہ صریح حدیث میں نہ دکھائیں گے۔ ابھی تو آپ اللہ اکبر سے آگے نہیں چل رہے ابھی تو ساری نماز پڑی ہے آج دنیا دیکھ رہی ہے کہ حدیث کا نام لینے والے پہلی حدیث پر ہی تھک چکے ہیں۔ اگر آپ یہ کہ دیں کہ اس ناصبی کی روایت کے علاوہ ہمارے پاس اور کوئی حدیث نہیں ہے، پھر تو ہم کہیں گے کہ چلو کسی درجہ میں ہی سہی اب امام ابو حنیفہؒ کی تقلید نہ سہی، آپ نے ناصبی کی بات مان لی۔

لیکن اتنا اہم مسئلہ ہے اور کیا وجہ ہے کہ اس کا راوی ناصبی کے علاوہ پوری امت میں اور کوئی نہیں ملتا۔

سوال یہ ہے کہ مقتدی اللہ اکبر آہستہ آواز سے کہتے ہیں کیا اس پر دلیل ہے؟۔مولانا ابھی تک ایک حدیث بھی جو قطعی الدلالت اور صریح ہو پیش نہیں کر سکے۔اور یہ جو مولانا نے کہا کہ دارقطنی کا نام لیا تھا، نسائی کا نام لیا تھا۔مولانا نسائی سے یہ قول ثابت کریں۔کہ نسائی نے یہ قول بیان کیا ہو ساری نسائی میں امام بخاری سے امام نسائی نے ایک حدیث لی ہے اور اس کے علاوہ انہوں نے اور کوئی حدیث نہیں لی۔

یہ عجیب بات ہے کہ وہ اس کی صحت پر اجماع امت بھی مانیں اور پھر اس کی حدیث کو لیں بھی نہ۔اور یہ عبارت خود مجمل ہے، اس میں نسائی کا قول کہاں تک ہے **افضل الکتاب کتاب البخاری** اگلی بات جو ہے وہ نسائی کی ہے یا کسی کی ہے۔یہ وضاحت یہاں نہیں ہے۔مولانا اصل کتاب پیش کریں تا کہ ہم اس کو دیکھیں۔

مولانا احمد علی سہارنپوری کی اس بلا دلیل بات کو ماننا تقلید ہے۔تو ابو حنیفہؒ کی تقلید کو برا کہنے والے اب احمد علی سہارنپوری کی تقلید کر رہے ہیں اس بخاری کے اندر صفحہ ۱۵۸ پر حاشیہ پر ابن ہمام کا قول لکھا ہے کہ یہ محض تحکم ہے، اور بخاری میں لکھا ہے جو دو قول ہوں ان میں سے آخری کو لینا چاہیے [1]۔اس لئے اگر یہ بات مولانا احمد علی سہارن پوری کی ہے تو چودھویں صدی کی بات ہے آپ چودھویں صدی کی بات حجت مان رہے ہیں اور امام نسائی کی یہ بات نہیں ہے، نسائی میں دکھائیں کہ نسائی نے کسی جگہ یہ بات لکھی ہوئی ہے۔

اب دیکھیں کہ پوچھا میں نے کہا تھا کہ ہاتھ اٹھانا فرض ہے، واجب ہے، یا سنت۔پھر میں نے پوچھا تھا کہ کیا مولانا ناصبی کے علاوہ کسی اور راوی سے آپ کی نماز ثابت ہو سکتی ہے یا نہیں؟۔اگر ہو سکتی ہے تو دکھائیں۔

(۱). **انما یؤخذ بالآخر فالآخر من فعل النبی ﷺ.** (بخاری ص ۹۶ ج ۱)

اس کے بعد مولوی صاحب آمین پر پہنچ گئے۔میں نے کہا تھا کہ بخاری میں قولوا آمین ہے یہ بخاری میں موجود ہے، **باب جهر المأموم بالتامين** . وہاں قولوا کے سامنے جہر معنی کیا ہے۔مولانا قولوا سے بھاگ کر **قال الامام** پر آ گئے۔پھر مولانا آئے **اذا امن فامنو**۔مولانا آپ نے **اذا کبر فکبروا** کا معنی کیا تھا کہ امام اونچی اللہ اکبر کہے، مقتدی آہستہ۔اب **اذا امن فامنوا** کا ترجمہ بھی آپ اسی طرح کریں کہ امام اونچی آواز سے آمین کہے مقتدی آہستہ آواز سے۔اگر کبروا میں اس کا ترجمہ آہستہ ہو سکتا ہے تو امنوا میں اس کا ترجمہ آہستہ کیوں نہیں ہو سکتا۔

مولانا یہ حدیث کا معنی نہیں ہے بلکہ حدیث کی تحریف معنوی ہے۔جو آپ لوگ کر رہے ہیں۔میں نے ہاتھ باندھنے کی حدیث مانگی تھی کہ کیا وہ فرض ہے یا سنت۔وحید الزمان نے لکھا ہے کہ ہاتھ چھوڑ کر بھی نماز ہو جاتی ہے۔وہ کیا صحیح ہے؟۔تو حدیث پڑھیں اگر نہیں تو اس کے خلاف حدیث پڑھیں۔

مولانا آمین پر پہنچ جاتے ہیں جب آمین کی باری آئے گی تو اس پر بھی بات کریں گے۔لیکن پہلے آپ نے آہستہ تکبیر والی حدیث سنانی ہے، ایسی حدیث جو قطعی الثبوت ہو، قطعی الدلالت ہو۔اکیلا آدمی آہستہ تکبیر کہے۔اس کی حدیث بھی دکھانی ہے۔نفل میں آہستہ ہے یا اونچی۔نفل میں اگر آدمی ہاتھ نہ اٹھائے تو نماز صحیح ہے یا فاسد؟۔اس کی حدیث سنانی ہے۔ہاتھ اٹھانا سنت ہے یا واجب ہے یا فرض ہے۔ہاتھ باندھنا فرض ہے یا واجب ہے یا سنت۔اس کی حدیث سنانی ہے۔

آپ ترتیب سے چلیں آمین پر بھی ان شاء اللہ بات ہو جائے گی۔یہ جو آپ نے کہا ہے کہ نسائی نے کہا ہے میں یہ تسلیم نہیں کرتا۔آپ یہ حوالہ نسائی سے دکھائیں امام نسائی نے تو پوری نسائی میں امام بخاری سے صرف ایک حدیث لی ہے۔امام مسلم نے تو ایک بھی نہیں لی۔ابن ماجہ نے ایک بھی نہیں لی ابو داؤد نے ایک بھی نہیں لی۔ترمذی نے دو تین لی ہیں، وہ کیسے اس کو اصح فرما سکتے ہیں۔

پھر اصح کا معنی بھی آپ دیکھیں ترمذی کتاب النکاح میں ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اجود روایت تو ابن عباسؓ کی ہے۔ اور عمل دوسری پر ہے۔[۱]

تو آپ جو اس قسم کی باتیں کر رہے ہیں نسائی میں یہ بات نہیں ہے۔ میں یہ بات بڑے وثوق کے ساتھ کہہ رہا ہوں۔ مولانا احمد علی سہارنپوری کی عبارت واضح نہیں ہے۔ کہ نسائی کی بات کہاں تک ہے۔ اس لئے یہ فیصلہ تب ہی ہوگا کہ آپ نسائی سے یہ دکھائیں خود مولانا سہارنپوری فرماتے ہیں ص ۱۵۸ پر ہے۔

وقول من قال اصح الاحادیث ما فی الصحیحین ثم من انفر د به البخاری ثم ما انفرد به مسلم ثم ما اشتمل علی شرطهما من غیر ها ثم ماشتمل علی الشرط احدهما تحکم لا یجوز التقلید فیه.

فرماتے ہیں کہ یہ بات محض تحکم ہے اور ناانصافی کی بات ہے کہ مسلم، بخاری کی روایت زیادہ صحیح ہے بنسبت دوسری کتابوں کے۔ اس میں تقلید جائز نہیں۔ مولانا احمد علی سہارنپوری نے خود یہ نقل فرمادیا۔ خود آپ کہہ رہے ہیں کہ تقلید نہ کریں اور خود ہی احمد علی کی تقلید کر رہے ہیں۔

مولوی عبدالعزیز نورستانی۔

اصل عبارت یہ ہے۔

قال ابن الهمام فی فتح القدیر الجواب المعارضه بمافی ابی داؤد عن طاؤس قال سئل ابن عمر عن الرکعتین

(۱). حدیث ابن عباس اجود اسنادا والعمل علی حدیث عمرو بن شعیب. (ترمذی باب ماجاء فی الزوجین المشرکین یسلم احدهما

قبل المغرب فقال ما رأیت احدا علی عهد رسول الله ﷺ یصلیهما ورخص فی الرکعتین بعد العصر سکت عنه ابو داؤد والمنذری بعده فی مختصره وهذا تصحیح و کون معارضه فی البخاری لا یستلزم تقدیمه بعد اشتراکهما فی الصحة بل یطلب الترجیح من خارج و قول من قال اصح الاحادیث ما فی الصحیحین ثم ما انفرد به البخاری ثم ما انفرد به مسلم ثم ما اشتمل علی شرطهما من غیر هما. ثم مااشتمل علی شرط احدهما تحکم لا یجوز التقلید فیه.

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

اس کا صحیح ترجمہ کردیں۔

مولوی عبدالعزیز نورستانی۔

ترجمہ اس کا یہ ہے دیکھیں میں آپ کی دلیل کی نقل کر رہا ہوں یہ میرا اثاثہ شمار نہیں ہوگا۔ عدم اشتراک میں اس کی تقدیم لازم نہیں یعنی مافی البخاری کی یہ جو قول اس نے کہا ہے یہ تحکم ہے، یہ ابن ہمام نے کہا۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

لا یجوز التقلید فیه کا ترجمہ کریں۔

مولوی عبدالعزیز نورستانی۔

ابن ہمام کہتے ہیں کہ اس کی تقلید واجب نہیں ہے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

جائز نہیں ہے لا یجوز کا معنی یہ ہے۔

مولوی عبدالعزیز نورستانی۔

جائز نہیں ہے یہ ابن ہمام نے فرمایا ہے۔ جیسے مولانا نے فرمایا تھا کہ تم متاخرین کی بات نہیں مانتے ہو۔ اب یہی بات آپ پر صادق آگئی ہے کہ ابن حجر وغیرہ، جو ابن ہمام سے بڑے محدثین ہیں ان کی بات نہیں مانتے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

یہ ابن ہمام سے بڑے محدث نہیں، نہ ہی ان سے پہلے کے ہیں۔

مولوی عبدالعزیز نورستانی۔

اس طرح امام رازی وغیرہ نے بھی یہ کہا ہے کہ جب تعارض ہو تو افضلیت صحیحین کی احادیث کو ہے۔ سہارنپوری بھی یہی لکھتے ہیں نیز جب تعارض ہو تو صحیحین کی روایتیں اقدم ہوں گی۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

مولانا سہارنپوری اس قاعدے کو نہیں مانتے۔ وہ بخاری کی روایت کو رد کر رہے ہیں۔ طحاوی کی روایت سے ابن عمرؓ کی مرفوع روایت سے اور مسند احمد کی روایت سے رد کر رہے ہیں۔ مولانا سہارنپوری اسی قاعدے کو تسلیم نہیں کرتے۔

مولوی عبدالعزیز نورستانی۔

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ . اما بعد.

ہمارا مسلک اہل حدیث کا یہ دعوٰی ہے کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنی چاہئے۔ اور اگر امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز نہیں ہوتی۔ حضورﷺ نے نماز پڑھی نماز آپﷺ پر بوجھل ہوگئی۔ حضورﷺ نے فرمایا کیا تم میرے پیچھے پڑھتے ہو رسول اکرمﷺ نے فرمایا۔

فلا تقرؤ الا بام القرآن.

ایسا نہ کرو قرأت نہ کیا کرو مگر ام قرآن پڑھ لیا کرو۔ کیوں؟۔ اس لئے کہ۔

فانہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب.

جو فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اس لئے پڑھ لیا کرو۔ اور کچھ نہ پڑھا کرو۔

دوسری دلیل۔

حدثنا ہنادنا عبدۃ بن سلیمان عن محمد بن اسحق عن مکحول عن محمود بن ربیع عن عبادۃ بن الصامت قال صلی رسول اللہ ﷺ الصبح فثقلت علیہ القرأۃ فلما انصرف قال انی اراکم تقرؤن وراء امامکم قلنا یا رسول اللہ ﷺ ای واللہ قال لا تفعلوا الا بام القرآن فانہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بہا. ترمذی.

جب رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی تو فرمایا۔

انی اراکم تقرؤن وراء امامکم.

میرا خیال ہے کہ تم امام کے پیچھے پڑھتے ہو، صحابہ نے عرض کیا جی اللہ کے رسولﷺ ہم پڑھتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لا تقرؤ ا الا بام القرآن نہ پڑھا کرو تم مگر ام قرآن۔ یعنی الحمد پڑھ لیا کرو۔

فانہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بہا.

نماز نہیں ہے اس شخص کی جو قرأت نہ کرے فاتحہ کی، جو فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں

تیسری حدیث۔

ابوداؤد میں۔

عن عبادة بن صامت قال كنا خلف رسول الله ﷺ
فی الصلوة الفجر فقرأ رسول الله ﷺ فثقلت عليه القرأت
فلما فرغ قال لعلهم تقرؤن خلف امكم قلنا نعم هذا يا
رسول الله ﷺ قال لا تفعلوا الا بفاتحة الكتاب. فانه لا
صلوة لمن لم يقرأ بها.

ترجمہ۔ حضرت عبادہ بن صامت ؓ فرماتے ہیں کہ ہم صبح کی نماز میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تھے، رسول ﷺ نے قرأت کی اور آپ پر قرأت بھاری ہوگئی۔ پس جب نماز سے فارغ ہوئے فرمایا شاید تم امام کے پیچھے پڑھتے ہو؟۔ ہم نے کہا جی ہاں یارسول اللہ ﷺ۔ فرمایا نہ پڑھو مگر فاتحۃ الکتاب۔ اس لئے کہ جو شخص اس کو نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔ نہ پڑھو مگر ام قرآن پڑھ لیا کرو۔

ان احادیث میں رسول اکرم ﷺ نے دوسری قرأت سے منع فرمایا ہے۔

اخبرناه ابو محمد عبد الرحمن بن حمدان الجلاب
ثنا اسحق بن احمد بن مهران الخزاز ثنا اسحق بن سليمان
الرازی ثنا معاوية بن يحي عن اسحق بن عبد الله بن ابی
فروة عن عبدالله بن عمرو بن الحارث عن محمود بن
الربيع الانصاری قال قام الی جنبی عبادة بن الصامت فقرأ
مع الامام و هو يقرأ فلما انصرف قلت يا ابا الوليد تقرأ و
تسمع و هو يجهر بالقرأت قال نعم انا قرأنا مع رسول الله
ﷺ فغلط رسول الله ﷺ ثم سبح فقال لنا حين انصرف
هل قرأ معی احد قلنا نعم قال قد عجبت قلت من هذا الذی

ينازعنی القرآن اذا قرأ الامام فلا تقرؤا الا بام القرآن فانه
لا صلوة لمن لم يقرأ بها[1].

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ

الحمد لله و كفى و الصلوة و السلام على عباده الذين
اصطفى اما بعد.

میرے دوستو بزرگو چاہئے تو یہ تھا کہ سب سے پہلے مولانا قرآن پاک سے یہ مسئلہ بیان فرماتے اگر یہ صحیح تھا تو ان کو چاہئے تھا کہ قرآن پاک کی آیات پڑھ کر ان کی تفسیر رسول پاک ﷺ سے بیان کرتے کہ جو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔

مولانا نے اس مسئلہ میں نہ قرآن کا نام لیا بلکہ بخاری مسلم ساری صحاح ستہ کو چھوڑ کر سب سے پہلے دار قطنی اٹھائی پھر دار قطنی سے حدیث کی سند پڑھی ترمذی میں بھی وہی حدیث ہے اور ابو داؤد میں سے تو سند بھی نہیں پڑھی۔ یہ ایک ہی حدیث تین کتابوں سے پڑھی ہے۔

اس حدیث کی سند میں محمد بن اسحٰق ہے۔ امام نسائی فرماتے ہیں وہ قوی نہیں۔ دار قطنی فرماتے ہیں اس کی حدیث لینا صحیح نہیں۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں وہ بڑے دجالوں میں سے ایک دجال ہے، سلیمان تیمی کہتے ہیں کذاب ہے، امام ابوداؤد فرماتے ہیں قدری ہے معتزلی ہے۔ اور ابن مدینی فرماتے ہیں میں نے اس کے پاس سوائے دو منکر حدیثوں کے اور کچھ نہیں پایا[1]۔

اندازہ لگائیں ایسا راوی کہ دجال اسے کہا گیا، کذاب اسے کہا گیا، جھوٹ بولنے والا اسے کہا گیا، اور مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے ایسے شخص کی روایت لے کر دنیا بھر کے مسلمانوں کو بے نماز کہا جا رہا ہے۔

اس کے بعد اس کا استاد مکحول ہے، ابن سعد کہتے ہیں ضعفه جماعة اس کو ایک

(۱)۔ مستدرک حاکم ص ۲۳۹ ج ۱

جماعت نے ضعیف کہا ہے۔ اور علامہ ذھبیؒ فرماتے ہیں ھو صاحب التدلیس. و قدرمی بالقدر [1] پھر وہ مدلس ہے، اور عن سے روایت کررہا ہے۔ اور مدلس کا عنعنہ قبول نہیں ہوتا۔

اس کے بعد نافع والی روایت پڑھی ہے۔ اس میں یہ بات نہیں ہے کہ نماز نہیں ہوتی اس میں نافع بن محمود مجہول ہے [2]۔

پھر جو روایت مستدرک حاکم سے پڑھی ہے اس میں ایک راوی اسحٰق بن عبداللہ ہے۔ یہ نہایت ضعیف راوی ہے۔ میزان الاعتدال میں ہے کہ جھوٹی روایتیں گھڑتا تھا [2]۔ اور اس سند میں اس کا راوی عبداللہ بن حارث ہے یہ راوی مجہول ہے تقریب التہذیب میں اس کا مجہول ہونا لکھا ہوا ہے۔

آپ نے ساری دنیا کو بے نماز ثابت کرنے کے لئے اور فرضیت ثابت کرنے کے لئے ایسی حدیث پڑھی ہے، جس میں عبداللہ بن عمر بن خالد جیسا مجہول بھی ہے، محمد بن اسحٰق جیسا دجال بھی ہے، کذاب بھی ہے۔

ان کے پاس نہ قرآن پاک کی آیت جس کی تفسیر اللہ کے نبی حضرت محمد ﷺ نے یہ فرمائی ہو کہ یہ آیت اس لئے نازل ہوئی ہے کہ اگر امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھو تو نماز نہیں ہوتی۔ اس لئے اس کی نماز باطل اور بے کار ہے۔ یہ اللہ کے نبی ﷺ پر بھی جھوٹ بولا گیا ہے۔ بخاری اور مسلم کا نام لے کر جھوٹ بولا گیا ہے۔

اگر یہ بات صحیح تھی تو مولانا بخاری مسلم سے دکھائیں۔ میں واضح طور پر کہتا ہوں کہ اللہ کے نبی اور بخاری اور مسلم پر جھوٹ بولا گیا ہے۔ چار کتابوں سے روایت پیش کی ہے، ایک ہی صحابی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے اس کی کوئی سند بھی صحیح نہیں ہے، نہ محمد بن اسحٰق والی، نہ

(۱)۔ میزان الاعتدال ص ۴۶۸ ج ۳۔

(۲)۔ میزان الاعتدال ص ۱۷۷ ج ۴۔

نافع والی صحیح ہے۔ اس کی سند میں ہیثم بن حمید ضعیف ہے، اور نافع بن محمود مجہول ہے۔ [1]

اور اس کے بعد جو مستدرک والی ہے اس میں اسحٰق بن عبداللہ کذاب ہے۔ [2] اور عبداللہ بن عمرو بن حارث مجہول ہے۔ عجیب بات ہے کہ فرضیت ثابت کرنے کے لئے باقی

(۱)۔ نافع بن محمود (د، س) المقدسی عن عبادة فی القرأة خلف الامام وعنه حزام بن حکیم لایعرف بغیر هذالحدیث ولا هو فی کتاب البخاری وابن ابی حاتم ذکره ابن حبان فی الثقات وقال حدیثه معلل وروی عن مکحول ایضاً.
(میزان الاعتدال ص ۲۴۲ ج ۴)۔

(۲).. وروی عن الزهری سمع اسحاق یحدث وقول قال رسول الله ﷺ فقال له الزهری فاتک الله یا ابن ابی فروة ما اجرأک علی الله، الا تستند احادیثک تحدث باحادیث لیس لها خطم ولا ازمة. قال البخاری ترکوه . و نهٰی احمد عن حدیثه وقال الجوزجانی سمعت احمد بن حنبل یقول، یقول لا تحل الروایة عندی عن اسحاق بن ابی فروة وقال ابوزرعه وغیره، متروک. مات سنة اربع واربعین ومأتة . قلت ولم ار احداً مشاه . وقال ابن معین وغیره، لا یکتب حدیثه .

ترجمہ۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ زہری نے اسحاق کو حدیث بیان کرتے ہوئے سنا اور وہ کہہ رہا تھا کہ قال رسول اللہ ﷺ پس زہری نے اس کو کہا کہ اے ابن ابی فروہ اللہ تجھے قتل کرے کس چیز نے تجھے اللہ پر جری بنا دیا ہے۔ امام بخاریؒ نے فرمایا کہ چھوڑ دیا انہوں نے اس کو اور امام احمدؒ نے اس کی حدیث سے منع فرمایا ہے۔ اور جوز جانی نے کہا میں نے احمد بن حنبلؒ کو سنا کہ وہ فرمارہے تھے کہ میرے نزدیک اسحٰق بن ابی

سارے فرض خدا نے قرآن میں بیان کئے ہیں، کہ سجدہ کرو، رکوع کرو۔ لیکن یہ ایک ایسا انوکھا فرض ہے کہ نہ خدا نے قرآن میں بیان کیا کہ جو امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی، اس کی نماز باطل ہے نہ اس کے بارے میں بخاری میں مستقل حدیث موجود ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہو کہ جو امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز باطل ہے اور بے کار ہے، نہ ہی صحیح مسلم میں اللہ کے نبی ﷺ کی حدیث موجود ہے کہ جو امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

اگر روایت پیش کی ہے تو وہ روایت پیش کی ہے کہ جس کے راوی دجال اور کذاب ہیں اور یہ دیکھئے فیض عالم صدیقی (غیر مقلد) محمد بن اسحٰق کے بارے میں لکھتے ہیں۔

کہ وہ دجال اور کذاب راوی تھا اور اس کی روایت حجت نہیں اور یہ اسحٰق وہ ذات شریف ہیں جن کو امام مالکؒ کہتے ہیں دجال من دجاجلہ۔

اور پھر آگے لکھتے ہیں۔

کہ یہ اس پارٹی کا ممبر ہے جو اللہ کے نبی ﷺ پر جھوٹ بولتے ہیں۔

یہ عجیب بات ہے کہ باقی نماز کے فرائض قرآن پاک میں ہیں اور فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنا ایسا فرض ہے کہ جو نہ قرآن میں آئے، نہ صحیح مسلم میں آئے، نہ صحیح بخاری میں آئے۔ پوری صحاح ستہ میں ایک راوی ملے جو محمد بن اسحٰق جیسا دجال ہو، کذاب ہو، ابوداؤد اور ترمذی کے بارے میں ایک بات اور میں عرض کرنے والا ہوں۔

مولوی عبدالعزیز نورستانی۔

فردہ سے روایت حلال نہیں ہے۔ اور ابی زرعہ وغیرہ نے کہا کہ متروک ہے۔
۱۴۴ھ میں فوت ہوا میں (امام ذھبی) کہتا ہوں نہیں دیکھا میں نے کسی ایک کو۔ اور ابن معین وغیرہ نے فرمایا اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔

(میزان الاعتدال ص ۱۹۳ ج ۱)۔

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره . اما بعد.

دیکھئے مولانا صاحب نے سب سے پہلے یہ اعتراض کیا تھا کہ قرآن کی آیات پیش نہیں کیں۔ کیا احادیث حجت نہیں؟۔ اگر قرآنی آیات موجود نہ ہوں تو حدیث حجت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ۔

﴿اطيعوا الله واطيعوا الرسول﴾.

اللہ کی اطاعت فرض ہے اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت فرض ہے۔ میں کہتا ہوں کہ قرآن میں فاتحہ کا پڑھنا موجود نہیں۔ لیکن الحمدللہ ہمارے پاس احادیث موجود ہیں۔ باقی محمد بن اسحٰق پر جو آپ نے جرح کی ہے آپ نے وہ کتاب نہیں بتائی وہ کتاب کون سی ہے۔ میزان الاعتدال میں موجود ہے۔

یہ کتاب التہذیب جلد ۹ صفحہ ۴۱ دارقطنی نے محمد بن اسحٰق کی روایت کو حدثنی کے ساتھ نقل کیا ہے جب کوئی مدلس حدثنی کے صیغے سے روایت کرتا ہے تو وہ سماع پر محمول ہوتا ہے۔ لہذا اس پر جو جرح کرتے ہیں وہ قبول نہیں ہے۔ جرح کی کتاب بھی پیش نہیں کی اور اسی طرح مکحول کے بارے میں جو یہ کہتے ہیں مکحول کے بارے میں ہے **المكحول امام اهل الاسلام.** تہذیب التہذیب جلد ۱۰ صفحہ ۲۴۱۔

باقی مستدرک کی جو روایت ہے وہ تو میں نے تائیداً پیش کی تھی۔ باقی محمد بن اسحٰق اور مکحول کے بارے میں جو جرح کی گئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ امام دارقطنی نے صاف فرمایا ہے **و هذا اسناد حسن.** میں نے تین حدیثیں اثبات کے بارے میں پیش کی تھیں۔

مولوی صاحب نے قرأت کی نفی میں کوئی حدیث پیش نہیں کی، صرف ان راویوں پر جرح کی ہے اور جرح بھی صحیح نہیں کی ہے امام نسائی نے بھی اس کی تصدیق کی ہے، امام نسائی نے بھی اس کو حسن کہا ہے۔ امام دارقطنی نے بھی اس کو حسن کہا ہے۔ اور جن راویوں پر جرح کی ہے ان میں سے کوئی بھی مجروح نہیں ہے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

الحمد للہ و کفی و الصلوۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد.

مولانا نے فرمایا کہ امام نسائی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

مولوی عبدالعزیز نورستانی۔

دار قطنی نے حسن کہا ہے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

دار قطنی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے تو اس نے یہ بھی کہا ہے کہ محمد بن اسحٰق حجت نہیں ہے۔ تو دار قطنی کی بات تو خود میں نے پیش کر دی۔ اس لئے وہ حدیث صحیح نہیں رہی۔

مولانا نے مکحول کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس کے بارے میں جرح ہے تدلیس کی۔ وہ صاف فرماتے ہیں هو صاحب التدلیس وہ خدا کی تقدیر کا بھی منکر تھا۔ خدا کی تقدیر پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ اور وہ درمیان میں واسطہ کاٹ کر حدیث روایت کرتا تھا۔ خاص طور پر عبادہ بن صامت سے (1)۔ اور یہ حدیث بھی عبادہ بن صامت سے ہے۔

نافع بن محمود کی سند پیش کی ہے۔ یہ میزان الاعتدال میرے ہاتھ میں ہے، لکھا ہے نافع بن محمود ایسا شخص ہے جس نے ایک ہی حدیث ساری زندگی میں روایت کی ہے جو مولانا نے پڑھی ہے۔ لیکن لا یعرف بغیر هذا الحدیث اس حدیث کے علاوہ دنیا میں اس کو جانتا بھی کوئی نہیں کہ نافع کون تھا؟۔ اور حدیثه معلل اور اس کی یہ حدیث بیمار ہے قابل حجت نہیں ہے۔ یہ

(1). قلت هو صاحب التدلیس : وقدرمی بالقدر فالله اعلم یروی بالارسال عن ابی ، وعبادة بن الصامت، و عائشة، و ابی هريرة. میزان ض ۱۷۷ ج ۴.

میزان الاعتدال میں صاف لکھا ہے۔

مولانا آپ نے تو فرضیت ثابت کرنی ہے۔ میزان الاعتدال کا صفحہ ہے ۲۴۲ ج ۴۔ مکحول کا صفحہ ۱۷۷ ج ۴۔

اس کے بعد مولانا نے یہ بات واضح طور پر مان لی کہ قرآن پاک سے نہ کوئی آیت ہمارے پاس ہے نہ آپ کے پاس ہے۔ اس سے پتا چلا کہ یہ اشتہارات میں جو دو آیتیں لکھی گئی ہیں اور بخاری، مسلم اور اللہ کے پیغمبر ﷺ پر جھوٹ بولا گیا ہے کیا یہ جائز تھا؟۔ کہ قرآن پڑھ کر جھوٹ بولا جائے اب ان کو یاد آیا کہ وہ صحیح نہیں ہے۔ کیا اس سے پہلے انہوں نے جو جرح کی ہے اس سے انہوں نے توبہ کی ہے؟۔

انہوں نے جھوٹ بول کر سارے شہر میں تہلکہ مچایا ہے، اپنے بارے میں آج انہوں نے مان لیا کہ ہمارے پاس اس مسئلہ میں قرآن نہیں ہے۔

اور محمد بن اسحٰق کے بارے میں یہ بھی مان لیا کہ وہ تحدیث کرے تو وہ حجت ہے۔ ترمذی اور ابو داؤد میں محمد بن اسحٰق کا حدثنا نہیں ہے۔ اس لئے صحاح ستہ میں سے تو ایک حدیث بھی صحیح نہیں ملی۔ صرف دار قطنی سے پیش کی ہے اور وہ بھی شاذ ہے محمد بن اسحٰق کے سولہ شاگردوں میں سے صرف ایک ابراہیم بن سعد تحدیث کرتا ہے۔ پندرہ شاگرد تحدیث بیان نہیں کرتے۔ اصول حدیث میں اس کو شاذ کہا جاتا ہے۔

تو ترمذی اور ابو داؤد کی روایتیں تو اس لئے گئیں کہ مدلس عن سے روایت کر رہا ہے، اور دار قطنی والی اس لئے گئی کہ اس میں اگرچہ تحدیث ہے لیکن وہ شاذ ہے۔ وہ پندرہ شاگردوں کے مقابلے میں بیان کر رہا ہے۔

ہمارے بارے میں جو انہوں نے کہا کہ ان کے پاس قرآن نہیں یہ بات غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿ واذا قریء القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم

ترحمون﴾.

جب قرآن پڑھے کون پڑھے؟۔ یہ مجہول کا صیغہ ہے، یہ واحد کا صیغہ ہے۔ اس کی قرآن پاک میں وضاحت نہیں اور جس بات کی قرآن پاک میں وضاحت نہ ہو اس کی وضاحت اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں۔

یہ نسائی شریف میرے پاس موجود ہے، اس میں اس آیت مبارکہ پر باب باندھا ہے۔

باب تاويل قوله تعالى واذا قرىء القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون.

یہ باب ہے اسی آیت کی تفسیر کا۔ اور اللہ کے نبی ﷺ فرمارہے ہیں اذا كبر الامام فكبروا جب امام اللہ اکبر کہے تو تم اللہ اکبر کہو واذا قرأ فانصتوا۔ جب امام قرآن پڑھنا شروع کردے تم خاموش رہو۔

اللہ کے نبی ﷺ کی حدیث میں یہ وضاحت ہوگئی کہ یہ آیت باجماعت نماز کے لئے ہے۔ کہ جب امام قرآن پڑھنا شروع کردے تو تم خاموش ہو جاؤ۔ ابن ماجہ میں یہ مکمل روایت موجود ہے۔ فرمایا۔ انما جعل الامام ليؤتم به امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی تابعداری کی جائے، اذا كبر فكبروا۔ جب امام اللہ اکبر کہے، تو تم بھی اللہ اکبر کہو، واذا قرأ فانصتوا جب امام قرأت کرے تو تم خاموش ہو جاؤ۔

اور امام قرأت کرتا ہے فاتحہ سے۔ آگے حضرت ﷺ فرماتے ہیں۔

واذا قال الامام غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين.

اللہ کے نبی نے یہ بات واضح فرمادی کہ جس سورۃ کو امام نے آمین سے پہلے پڑھنا ہے اس میں تم نے خاموش رہنا ہے۔ جس سورۃ میں آیت آئی ہے۔ ﴿غير المغضوب عليهم ولا الضالين﴾ وہ امام نے پڑھنی ہے، تم نے خاموش رہنا ہے۔ اس حدیث کے بارے میں امام

مسلم لکھتے ہیں حديث ابى هريرة عندى صحيح کہ یہ حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔

یہی حدیث مسند اعظم میں انہی الفاظ سے موجود ہے۔ یہی حدیث کتاب الصلوٰت میں موجود ہے، یہی حدیث مسند ابی عوانہ ص ۱۳۲ ج ۲ پر موجود ہے۔ واذا قال الامام غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين. یہ حدیث ابوھریرہ ؓ کے علاوہ حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ سے بھی مروی ہے[1]۔

امام مسلم فرماتے ہیں۔

انما وضعت ههنا ما اجمعوا عليه[2]

میں نے جو حدیث یہاں ابوموسیٰ اشعری کی پڑھی ہے اس کے صحیح ہونے پر امت کا اجماع ہے۔ تو آپ اندازہ لگائیں قرآن کی تفسیر میں وہ حدیث ہے جس کی صحت پر امت کا اجماع ہے۔ واذا قرىء القرآن حدیث سے معلوم ہوا کہ امام قرآن پڑھے گا۔

﴿فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون﴾

اور تم خاموش رہو اور سنو۔ قرآن نے بتایا کہ مقتدی خاموش رہیں، جیسے رسول اقدس ﷺ سے یہ چیز ثابت ہے اسی طرح حضرت عبداللہ بن مغفل ؓ فرماتے ہیں کہ ان سے پوچھا گیا۔

اكل من قرأى عليه القرآن وجبت عليه السماع

کیا ہر آدمی جس پر قرآن پڑھا جائے واجب ہے کہ وہ بیٹھ کر سنے، فرمایا ضروری نہیں آپ اٹھ کر جا سکتے ہیں۔

انما نزلت هذه الآية فى قرأت الامام.

(۱)۔ ابی عوانہ ص ۱۳۳ ج ۲ بیہقی ص ۱۵۵ ج ۱، ابوداؤد ص ۱۴۰ ج ۱۔ دارقطنی ص ۳۲۸ ج ۶

(۲)۔ مسلم ص ۱۷۴ ج ۱۔

(تفسیر در منثور۔ص ۱۱۷ ج ۳)

صحابی فرماتے ہیں کہ یہ آیت قرأت خلف الامام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں۔

صلی النبی ﷺ وقرأ خلفهم قوم.

نبی اکرم ﷺ نے قوم کو نماز پڑھائی تو کچھ لوگوں نے پیچھے قرآن پڑھنا شروع کردیا اور ہر آدمی فاتحہ سے قرآن شروع کرتا ہے۔تو یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿واذا قرىء القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون﴾.

اللہ کے نبی ﷺ نے قرآن پڑھنے سے روک دیا۔

عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں اس آیت کے پڑھنے کے بعد بھی جو امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے انه لاجفى من الحمير وہ گدھے سے بھی زیادہ جفا کار ہے۔

حضرت فرماتے ہیں کان رسول اللہ ﷺ، جب رسول ﷺ نماز پڑھتے اجابه من ورائه تو آپ کے پیچھے صحابہ ؓ پڑھتے۔جب آپ بسم اللہ پڑھتے صحابہ بسم اللہ پڑھتے حتی تنقض فاتحة الكتاب وسورة آپ فاتحہ پڑھتے،مقتدی بھی فاتحہ پڑھتے،آپ سورۃ پڑھتے مقتدی بھی سورۃ پڑھتے،واذا نزلت واذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون. اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جب امام نماز میں قرآن پڑھے اس وقت تم خاموش رہو۔

مجاہد فرماتے ہیں کہ یہ آیت مدینہ میں نازل ہوئی کیونکہ ایک انصاری پڑھ رہا تھا اور انصاری وہی لوگ ہیں جو مدینہ میں نبی اقدس ﷺ کی مدد کرنے والے تھے،اس پر یہ آیت نازل

ہوئی تھی اور اسے امام کے پیچھے پڑھنے سے روک دیا گیا۔عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ کچھ ساتھی آپ ﷺ کے پیچھے نماز میں قرأت کررہے ہیں،فرمایا کیا تمہیں عقل نہیں ہے۔

﴿واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون﴾.

کہ جب امام نماز باجماعت میں قرآن پڑھے تم خاموش رہو اور توجہ کرو۔تاکہ تم پر خدا کی رحمتیں نازل ہوں[1]۔

حضرت ابوھریرہؓ فرماتے ہیں نزلت فی الصلوة. امام زہری فرماتے ہیں نزلت هذا الآية فى رجل من الانصار یعنی مدینہ میں نازل ہوئی، كلما قرأ اتبعه کیونکہ جب حضرت ﷺ قرآن پڑھتے وہ بھی قرآن پڑھتا، ونزلت واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون.

فرماتے ان النبی ﷺ صلی باصحابه آپ ﷺ صحابہ کو نماز پڑھاتے، فقرأ آپ قرآن پڑھتے تو صحابہ بھی پڑھتے، فنزلت واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون.

ابراھیم نخعی کوفہ کے رہنے والے تابعی مفسر، محقق فرماتے ہیں یہ آیت نماز کے بارے میں

(۱). صلى ابن مسعود فسمع اناساً يقرؤن مع الامام فلما انصرف قال اما آن لكم ان تفقهوا اما آن لكم ان تعقلوا واذا قرىء القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون (تفسیر ابن جریر ص ۱۰۳ ج ۹)

نازل ہوئی[1]۔

مولوی عبدالعزیز نورستانی۔

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره. اما بعد.

میرے بزرگو اور دوستو آپ نے دیکھ لیا کہ مولانا نے نہ کسی کتاب کا نام لیا ہے اور نہ کسی حدیث کی سند بیان کی ہے۔ نسائی سے سند آپ نے پیش نہیں کی، نہ درمنثور کی سند آپ نے پیش کی ہے۔ اسی طرح نخعی وغیرہ کی جتنی روایات پڑھیں ان کی سند پیش کریں پھر بات ہوگی۔

اور اسی کتاب الضعفاء کا آپ نے حوالہ دیا تھا لیکن آپ نے پیش کیا؟۔ اور نافع کے بارے میں جو آپ نے بتایا وہ دوسرا نافع ہے لیکن ہماری روایت کے اندر نافع بن محمود ہے، آپ نافع بن محمود کے بارے میں پیش کریں۔ نافع بن محمود بن الربیع الانصاری روایت کے اندر ہے۔

وقال الدار قطنی لما اخرج الحديث هذا حديث

حسن و و رجاله ثقات وقال ابن عبدالبر نافع مجهول[2]۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

مجہول تو ہوگیا۔

---

(۱). وبهذا الاسناد (ای اخبرنا ابو عبدالله الحافظ نا ابو علي نا ابو يعلى الموصلي نا محمد بن ابی بکر المقدمی) نا ابن مهدی عن ابی عوانة عن مغيره عن اصحابه عن ابراهيم واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا. قال في الصلوة. (كتاب القرات ص ۹۱)

(۲). تهذيب التهذيب ص ۴۱۰ ج ۱۰

مولوی عبدالعزیز نورستانی۔

مجہول جس کو کہ رہے ہیں وہ اور ہے اور جو روایت میں ہے وہ اور ہے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

یہ غلط ہے۔ یہ نافع بن محمود ابوداؤد کا راوی، آپ نے ابوداؤد کی حدیث پڑھی ہے، نسائی کا راوی لا يعرف في غير هذا الحديث ذكره بعض وقال حديثه معلل. یہ نافع بن محمود وہی ہے جو قرأت خلف الامام والی حدیث کا راوی ہے جو عبادہ بن صامت[1] والی حدیث کا راوی ہے۔

مولوی عبدالعزیز نورستانی۔

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره. اما بعد.

آپ نے قرآن کی آیت پیش کی ہے وہ قطعی الدلالت نہیں ہے۔ ہم نے آیت۔

﴿فاقرؤا ما تيسر من القرآن﴾

اس لئے پیش نہیں کی کہ وہ قطعی الدلالت نہیں ہے، اور اس کی شرح میں رسول ﷺ نے فرمایا جیسا کہ قرآن میں ہے۔

﴿وانزلنا اليک الذكر لتبين للناس ما نزل اليهم﴾.

رسول اقدس ﷺ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں اذا قرأ فانصتوا وہی رسول

---

(۱)۔ نورستانی نے خود ہی کہا کہ اس حدیث کا راوی نافع بن محمود الانصاری بن ربیع الصاری ہے اور اس کا ترجمہ تہذیب التہذیب سے پیش کیا اور خود ہی پھنس گیا، پھر حضرت سے کہنے لگا کہ آپ نے جو جرح پیش کی ہے وہ اس نافع کے بارے میں نہیں ہے۔ حضرت اوکاڑوی نے میزان سے جو جرح پیش کی ہے وہ بھی اس پر ہے۔ وہاں صاف لکھا ہے عن عباده في القرأة خلف الامام. کہ یہی قرأۃ

اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ قرآن کا معنی زیادہ سمجھتے تھے۔

آپ نے اس کا معنی یہ کیا کہ فاتحہ کے علاوہ اور قرآن نہ پڑھو۔ابوداؤد اور ابن حبان کی روایت میں یہ ہے کہ **فاقرؤا بام القرآن.**

اور یہ بات جوانہوں نے کی ہے محمد بن اسحٰق کی تحدیث کی، پندرہ راوی تدلیس نقل کرتے ہیں ان پندرہ راویوں میں سے ایک کا نام بھی نہیں لے سکے۔شمار کر دیا کہ پندرہ راوی مخالفت کرتے ہیں اور وہ کتاب بھی بیان نہیں کی کہ جس میں وہ پندرہ راوی مخالفت کرتے ہیں۔

واذا قریء القرآن حنفی مذہب کی کتاب نورالانوار میں ہے۔

وحکمها بین الآیتین المصیر الی السنة لان الآیتین اذا تعارضا تساقطتا.

جب دو آیتیں معارض ہو جائیں تو وہ دونوں استدلال سے گر جاتی ہیں۔مثال میں **واذا قریء القرآن** اور **فاقرؤا ما تیسر من القرآن** کو پیش کیا ہے۔

جب تم خود ہی اس کو نہیں مانتے ہو تو استدلال میں اس کو کیوں پیش کرتے ہو۔باقی میں نے حدیثیں پیش کی ہیں باسند اور آپ نے ایک حدیث بھی سند کے ساتھ پیش نہیں کی۔کہ ہم دیکھیں کہ یہ حدیث کس درجے کی ہے۔

ابن ماجہ کی جو حدیث پیش کی ہے اس کی سند نہیں ہے۔آپ دلائل پیش کریں لیکن ساتھ یہ بتائیں کہ یہ فلاں کتاب سے ہے اور اس کی فلاں سند ہے۔جب سند پیش کریں گے تو ہم وضاحت کریں گے کہ اس کی سند میں کیا ہے۔اور یہ بات حافظ ابن حجرؒ نے علامہ زیلعیؒ سے نقل کی

خلف الامام میں عبادۃ بن صامت والی روایت کا راوی ہے۔

نورستانی نے جھوٹ بول کر دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔شاید وہ جھوٹ بولتے وقت یہ بھول گیا تھا کہ کھڑا کس کے سامنے ہے۔

ہے کہ وہ نصب الرایہ میں لکھتے ہیں کہ۔

من کان له امام فقرأت الامام له قرأت ابن ماجة و هو ضعیف. وقد قال ابو حنیفة ما رأیت اکذب من جابر جعفی.

میں نے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا نہیں دیکھا۔زیلعی اس کو نقل کر رہے ہیں، جب امام ابو حنیفہؒ خود اس پر جرح فرماتے ہیں تو آپ اس پر کیوں نہیں جرح کرتے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

الحمد لله و کفی والصلوة والسلام علی عباده الذین اصطفی اما بعد.

نسائی

باب تاویل قوله عز وجل واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون. اخبرنا الجارود بن معاذ ن الترمذی حدثنا ابو خالد ن الاحمر عن محمد بن عجلان عن زید بن اسلم عن ابی صالح عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ انما جعل الامام لیؤتم به واذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا.

حضرت ابوھریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا کہ امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے جب وہ کہے اللہ اکبر تو تم بھی اللہ اکبر کہو۔جب وہ قرأت کرے تم خاموش رہو۔

واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا

لک الحمد۔

اخبرنا محمد بن عبداللہ بن المبارک حدثنا محمد بن سعید الانصاری قال حدثنا محمد بن عجلان عن زید بن اسلم عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ انما جعل الامام لیؤتم به و اذا کبر فکبروا و اذا قرأ فانصتوا۔

حضرت ابوھریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے جب وہ اللہ اکبر کہے، تو تم اللہ اکبر کہو۔ جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش ہو جاؤ اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو۔

یہ نسائی سے دو سندیں پڑھی ہیں۔ ابن ماجہ کی سند دیکھیں۔ مولانا نے ابن ماجہ والی روایت کے بارے میں زیادتی کی ہے جو روایت میں نے پڑھی ہے قال جابر جعفی وہ میں نے نہیں پڑھی قطعائیپ میں موجود نہیں ہے، اور جو میں نے پڑھی ہے اذا قرأ فانصتوا اس پر اعتراض نہیں کیا۔ میں نے اذا قرأ فانصتوا والی پڑھی ہے۔ اگر تو یہ اس روایت پر جو میں نے پڑھی ہے جابر جعفی کو دکھا دیں پھر تو انہیں حق ہے۔ لیکن وہ سند چھوڑ کر نچلی سند میں جو جابر جعفی ہے اس پر اعتراض کر کے داد لی ہے۔

حدثنا ابو بکر ابن ابی شیبة حدثنا ابو خالد الاحمر عن ابن عجلان عن زید بن اسلم عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ انما جعل الامام لیؤ تم به اذا کبر فکبروا و اذا قرأ فانصتوا۔

امام اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو، امام قرآن پڑھے تو تم خاموش رہو۔

و اذا قال الامام غیر المغضوب علیهم و لا الضالین فقولوا آمین. و اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا ولک الحمد۔

اب دیکھیں یہ واضح روایت میں موجود ہے اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ جب امام قرآن پڑھنا شروع کرے تو تم خاموش ہو جاؤ۔ اور جب امام غیر المغضوب علیهم و لا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ وہ سورۃ نہیں پڑھی جس میں و لا الضالین ہے، اذا قرأ ہے، پانچوں نمازوں کے ساتھ ہے۔ اسی طرح و اذا قرأ فرمایا ہے و اذا جهر نہیں فرمایا۔ وہ جب بھی پڑھے تم خاموش رہو، وہ فجر میں بھی پڑھتا ہے، ظہر میں بھی، عصر میں بھی، مغرب میں بھی، عشاء میں بھی۔

اور یہ دیکھو صحیح ابی عوانہ۔

عن ابی موسیٰ الاشعری قال قال رسول اللہ ﷺ اذا قرأ الامام فانصتوا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ جب امام قرآن پڑھے تو تم خاموش ہو جاؤ۔

و اذا قال الامام غیر المغضوب علیهم و لا الضالین فقولوا آمین۔

اور جب امام غیر المغضوب علیهم و لا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

انہوں نے کہا کہ سندیں نہیں پڑھیں۔ کتاب القرأت بیہقی ص ۸۸ فرماتے ہیں کہ یہ آیت فی الصلوٰۃ المفروضہ یعنی فرض نماز کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب امام قرآن پڑھے تو تم خاموش رہو۔

اخبرنا ابو الحسن علی بن احمد بن عبدان نا احمد

بن عبید الصغار نا عبید بن شریک نا ابن ابی مریم نا ابن
لهیعة عن عبدالله بن هبیره عن عبد الله بن عباس ان رسول
الله ﷺ قرأ فی الصلوٰة فقرأ اصحابه ورائه فخلطوا علیه
فنزل واذا قرئ ء القرآن فاستمعوا له وانصتوا فهذه
المکتوبة ثم قال ابن عباس وان کنا لا نستمع لمن یقرأ انا
اذا لاجفی عن الحمیر.

اگر اس آیت کے بعد بھی ہم امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے باز نہ آئے تو ہم گدھے
سے بھی زیادہ جفا کار ہیں۔

قال عبید بن عمیر وعطا بن ابی رباح انما ذالک
فی الصلوٰة واذا قرئ ء القرآن فاستمعوا له وانصتوا .

حضرت عطا فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباس ؓ سے پوچھا کہ یہ آیت ﴿ واذا
قرئ ء القرآن﴾ کب نازل ہوئی اَلکل قاری کیا یہ ہر قاری کے لئے ہے، فرمایا لا ولکن
هذا فی الصلوٰة کہ یہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

عن ابی وائل ابووائل فرماتے ہیں کہ۔

عن عبدالله بن مسعود قال فی القرآن خلف الامام
انصف للقرآن کما امرت فان فی القرأة لشغلاً وسیکفیک

ذاک الامام.(۱)

فرمایا یہ جو آیت ہے یہ قرأت خلف الامام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

عن عبدالله بن مسعود انه صلی باصحابه فقرأ الناس
خلفه فلما فرغ قال اما ان لکم ان تفقهوا اذا قرئ ء القرآن
فاستمعوا له وانصتوا (۲).

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے بعض ساتھیوں کے ساتھ نماز پڑھی تو کچھ لوگوں نے
آپ کے پیچھے قرآن پڑھا تو فرمایا کیا تمہیں عقل نہیں ہے، تمہیں سمجھ ہی نہیں ہے۔ جب امام
قرآن پڑھے تم خاموش رہو۔

محمد بن کعب قال فرمایا آنحضرت ﷺ جب نماز باجماعت قرآن پڑھتے تو آپ کے
ساتھ ساتھ صحابہ بھی پڑھتے حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ جب نماز باجماعت میں حضور ﷺ قرآن
پڑھیں تو اے مقتدیو تم خاموش رہو۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت

---

(۱). اخبرنا ابو الحسن محمد بن الحسین بن داؤد العلویؒ
انا ابو الحسن علی بن محمد بن حمشاذ العدل حدثنی محمد بن
الحسین الانماطی بغدادی نا یحی بن ایوب نا عبدالوهاب الثقفی نا
ایوب عن منصور ثم لقیت منصوراً فحدثنی ابی وائل عن عبدالله بن
مسعود وقال فی القرأة خلف الامام انصت للقرآن کما امرت فان فی
القرأت لشغلاً وسیکفیک ذاک الامام. (کتاب القرأت بیهقی
ص ۸۹)

(۲). اخبرنا ابو عبدالله الحافظ نا ابو عبدالله الحافظ نا ابو علی
الحسین بن علی الحافظ ثنا ابو یعلی الموصلی نا محمد بن ابی

﴿ واذا قریء القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون﴾

نماز کے بارے میں نازل ہوئی [۱]۔

(۱). بکر نا عبدالاعلی عن داؤد عن ابی نضرة عن رجل عن ابن مسعود انه صلٰی باصحابه فقرأ ناس خلفه فلما فرغ قال اما ان لکم ان تفقهوا اذا قریء القرآن فاستمعوا له وانصتوا . (کتاب القرأت ص ۸۹)

(۱). اخبرنا ابو عبدالله الحافظ نا ابو علی الحسین بن علی الحافظ نا ابو یعلی الموصلی نا محمد بن ابی بکر المقدمی نا یحی بن سعید عن سفیان حدثنی ابو هاشم وهو اسماعیل بن کثیر المکی عن مجاهد واذ قریء القرآن فاستمعوا له وانصتوا قال فی الصلوة. کتاب القرأت ص۹۰، نیز تفسیر ابن کثیر ص۲۸۱ ج ۲، تفسیر ابن جریر ص۱۰۳ ج ۹ پر بھی ہے۔

روئیداد مناظرہ دنیاپور

مناظر اہل سنت والجماعت

حضرت مولانا **محمد امین صفدر اوکاڑوی** رحمۃ اللہ علیہ

غیر مقلد مناظر

مولوی **طالب الرحمٰن**

موضوع مناظرہ

تقلید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دنیاپور کے مناظرہ کا آنکھوں دیکھا حال

اسباب مناظرہ۔

دنیاپور اور اس کے گردونواح میں غیر مقلدین حضرات نے اہل سنت والجماعت کے نمازیوں کو پریشان کرنا شروع کردیا کہ تمہاری نماز ہی نہیں ہوتی۔ گلی بازار میں چیلنج بازی شروع کردی۔ ان کا ہر سرکاری ملازم بھی اس کام پر لگ گیا، ہر دکاندار اسی بحث پر اتر آیا۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب کراچی سے اوکاڑہ عید کے سلسلہ میں آرہے تھے، حضرت مولانا قاری رحیم بخش صاحب نے ان سے وعدہ لے لیا کہ وہ راستے میں بہاولپور اسٹیشن پر اتر کر دنیاپور آجائیں اور ایک مفصل تقریر ہو جائے جس سے اپنے ساتھی مطمئن ہو جائیں۔ چنانچہ وعدہ کے مطابق مولانا تشریف لے آئے تو قاری صاحب موصوف نے بتایا کہ آپ کا یہ پروگرام ہم نے صرف اپنے احباب کے اطمینان کے لئے لیا تھا، لیکن غیر مقلدین نے ہمارے بعض سنجیدہ ساتھیوں کو مجبور کردیا ہے کہ وہ مناظرہ کریں۔ جناب ڈاکٹر عبدالمجید صاحب اور ڈاکٹر محمد طیب صاحب جوان کے پروپیگنڈے سے کافی حد تک متأثر ہو چکے ہیں، ان کی خواہش بھی یہی

ہے کہ فریقین کے دلائل روبرو سنیں جائیں۔

مولانا نے کہا بغیر کتابوں کے مناظرہ کرنا بغیر ہتھیاروں کے میدان میں اترنے کے مترادف ہے۔ قاری صاحب نے کہا کہ اب مجبوری ہے۔ان لوگوں نے فضا بہت خراب کر رکھی ہے۔

آخر مولانا نے فقیر والی کے مدرسہ قاسم العلوم کے مہتمم صاحب حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قاسمی مدظلہ العالی کی طرف آدمی بھیجا کہ فلاں فلاں کتاب بھیج دیں۔مدرسہ میں عید کی چھٹیاں تھیں۔کتب خانے کے انچارج موجود نہ تھے اوران کا کتب خانہ الحمدللہ بہت وسیع اور مثالی کتب خانہ ہے۔حضرت مہتمم صاحب موصوف نے خود کوشش فرما کر جو کتابیں مل سکیں بھیج دیں۔کتابیں عین اس وقت پہنچیں جب مناظرہ شروع ہو رہا تھا۔جب کہ غیر مقلد علماء کئی دنوں سے مسلسل تیاری میں مصروف تھے۔چنانچہ ان کے علماء کہروڑپکا، ملتان، اسلام آباد وغیرہ سے پہنچ گئے۔

ان کی طرف سے لیکچرار طالب الرحمن شاگرد عبداللہ صاحب بہاولپوری مناظر، اور مولوی عبدالرحمن سابق مماتی معین مناظر مقرر ہوئے، اور اہل سنت والجماعت کی طرف سے مولانا محمد امین صفدر صاحب مناظر مقرر ہوئے۔اور گفتگو کا آغاز کچھ اس طرح سے ہوا۔

مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مناظرہ بند کمرے میں نہیں بلکہ کھلی جگہ پر ہوا تھا۔حضرت موسیٰ اور فرعون کا مناظرہ کھلا ہوا تھا، آنحضرت ﷺ نے نجران کے پادریوں سے جو مناظرہ فرمایا وہ بھی کھلی جگہ ہوا تھا۔کسی نبی سے بند کمرے میں مناظرہ ثابت نہیں۔

طالب الرحمٰن۔

ہر جگہ نبیوں کی بات ماننا ضروری نہیں میں بند کمرے میں ہی مناظرہ کروں گا۔

مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

کسی نبی نے مناظرہ میں یہ پابندی نہیں لگائی کہ مناظرہ میں سامعین کی تعداد محدود ہونی چاہیے۔مثلاً آپ کی ضد کہ پندرہ سے زیادہ آدمیوں کو باہر نکالو، ورنہ میں مناظرہ نہیں کروں گا کس حدیث میں ہے۔

طالب الرحمٰن۔

حدیث کی بات نہ کرو، جلدی زائد آدمیوں کو باہر نکالو ورنہ میں اندر قدم بھی نہ رکھوں گا۔

مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

کسی نبی نے مناظرہ میں اپنا معین مناظر نہیں رکھا ورنہ بتاؤ کہ حضور اقدس ﷺ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معین مناظروں کا نام کیا تھا؟۔

طالب الرحمٰن۔

میں معین مناظر کے بغیر مناظرہ نہیں کر سکتا۔ہم اہل حدیث ہیں خدا اور رسول کی بات کے علاوہ ہم کسی کی بات کو دلیل نہیں مانتے۔قرآن حدیث پر ہم جان دیتے ہیں قرآن حدیث دکھاؤ اور بات منوالو۔

مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

اب تک تو تم صرف حدیث نفس پر عمل کر رہے ہو۔نہ قرآن وحدیث سے بند کمرے میں مناظرہ کرنے کا ثبوت دے سکے، نہ سامعین کے محدود ہونے کو قرآن حدیث سے ثابت کر سکے، نہ ہی معین مناظر کا ثبوت دے سکے۔

اب آئندہ کے لئے فرمائیں کہ آپ کس حدیث کو مناظرہ میں صحیح کہیں گے اور کس حدیث کو ضعیف؟۔تو یہ دلیل سے کہیں گے یا بغیر دلیل کے؟۔

دلیل تو آپ کے نزدیک صرف خدا اور رسول ﷺ کا فرمان ہے۔جبکہ خدا اور

رسول ﷺ نے نہ کسی حدیث کو صحیح فرمایا، نہ ضعیف۔ تو کیا اس بارے میں آپ کسی امتی کی تقلید کریں گے یا اپنی حدیث نفس کی؟۔ تو آپ اہل حدیث نہیں رہیں گے۔ یا آپ قرآن حدیث سے ثابت کر دیں کہ امتی یا اپنی خواہش نفس کی تقلید بھی فرض ہے۔ اور آج تک ہم جھوٹ بولتے رہے کہ ہم خدا اور رسول ﷺ کو مانتے ہیں۔

طالب الرحمٰن۔

ہم محدثین کی بات کو مانیں گے۔ سند کی تحقیق کریں گے، قرآن پاک نے حکم دیا ہے

﴿ ان جاء کم فاسق بنبأ فتبینوا ﴾

ثابت ہوا کہ سندوں کی تحقیق فرض ہے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

امام ابن سیرین المتوفی ۱۱۰ھ فرماتے ہیں۔

قال لم یکونوا یسئلون عن الاسناد فلما وقعت الفتنة قالوا سموا لنا رجالکم فینظر الی اهل السنة فیوخذ حدیثهم وینظر الی اهل البدع فلا یؤ خذ حدیثهم (مسلم ص ۱۱ ج ۱).

یعنی صحابہ و تابعین سند نہیں پوچھا کرتے تھے۔ جب فتنہ پڑ گیا تو راوی کا نام پوچھنے لگے تا کہ اہل سنت کی روایت لی جائے اور اہل بدعت کی روایت نہ لی جائے۔ کیا صحابہ اور تابعین جو سند کی تحقیق نہیں کرتے تھے آپ کے نزدیک اس آیت کے مخالف اور فرض کے تارک تھے؟

طالب الرحمٰن۔

(اصل سوال کا جواب نہیں دیا) کیا عبداللہ بن مبارک نے نہیں فرمایا۔

الاسناد من الدین.

سند کی تحقیق فرض ہے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

تو کیا وہ صحابہ اور تابعین معاذ اللہ بے دین تھے؟۔ پھر عبداللہ ابن مبارک کا قول پیش کر کے آپ مشرک بن گئے ہیں، اور وہ بھی پورا نہیں پڑھا۔ انہوں نے اس دعویٰ پر کوئی آیت یا حدیث بطور دلیل پیش نہیں کی۔ بلکہ ایک عقلی بات بیان کی ہے لو لا الاسناد لقال من شاء ماشاء معلوم ہوا ان کے نزدیک بھی یہ لزوم شرعی نہیں بلکہ عقلی ہے۔ اور یہ وجوب بالغیر ہے۔ یعنی فتنہ سے بچنے کی غرض سے، نہ کہ وجوب بالذات، جس طرح سے تقلید شخصی کا وجوب بالغیر ہے۔ فتنہ اور اتباع نفس سے بچنے کے لئے۔ نہ کہ وجوب بالذات۔

تقلید شخصی کا وجوب اور تحقیق سند کا وجوب ایک ہی درجہ کے ہیں۔

من ادعی بالفرق فعلیه البیان بالبرهان.

طالب الرحمٰن۔

ہمیں حکم ہے کہ کسی فاسق کی بات بلا تحقیق قبول نہ کرو۔ تم اندھی تقلید کرتے ہو ہم کسی بڑے سے بڑے امام کی بات بغیر تحقیق کے قبول نہیں کرتے۔ صرف قرآن حدیث کو مانتے ہے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

آئمہ مجتہدین فاسق نہیں ہیں، فاسق تو غیر مقلدین ہیں۔ غیر مقلدوں کو نہ قرآن آتا ہے اور نہ حدیث۔ یہ قرآن حدیث کا نام لے کر گمراہ ہو رہے ہیں ﴿وما یضل به الا الفاسقین﴾ اور فاسق کسے کہتے ہیں ﴿ یقطعون ما امر الله به ان یوصل ﴾۔ کہ جن کے ساتھ اللہ نے ملے رہنے کا حکم فرمایا ہے، جو ان سے کٹتے اور کاٹتے ہیں وہی فاسق ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انعام یافتہ لوگوں کے راستہ پر چلنے کا حکم دیا اور وہ چار جماعتیں ہیں، نبی، صدیقین، شہداء، صالحین۔ غیر مقلدین برملا کہتے ہیں کہ ہم صرف نبی کے طریقے پر چلتے ہیں۔ صدیقین شہداء اور صالحین سے اللہ نے جڑنے کا حکم دیا ہے آپ ان سے خود کٹتے ہیں اور

لوگوں کو کاٹتے ہیں۔تو آپ سے بڑا فاسق کون ہوگا؟۔

اللہ تعالیٰ نے آیت۔

﴿ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا
رجعوا الیھم لعلھم یحذرون ﴾

میں فقہاء کی تقلید کا حکم دیا ہے۔آپ خود فقہاء سے کٹے اور لوگوں کو فقہاء سے کاٹتے ہیں آپ سے بڑا فاسق کون ہوگا۔

طالب الرحمٰن۔

اس آیت کا یہ مطلب نہیں اس آیت میں تو قطع رحمی سے روکا گیا ہے،رشتے داروں سے مل کر رہنا چاہیے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

صلہ رحمی کا حکم بھی برحق ہے جو ان سے کٹے وہ بھی فاسق جو فقہاء،صدیقین،شہداء اور صالحین سے کٹے وہ بھی فاسق۔

طالب الرحمٰن۔

ہم بھی محدثین کی باتوں کو مانتے ہیں۔ان کے فیصلوں کو تسلیم کرتے ہیں۔

مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

محدث کی بات ماننے کا حکم کسی آیت یا حدیث میں ہے؟۔

طالب الرحمٰن۔

محدثین ہی فقہاء ہوتے ہیں غیر محدث فقیہ ہو ہی نہیں سکتا۔

مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

آپ کسی آیت یا حدیث سے یہ بات ثابت کردیں کی محدث اور فقیہ ہم معنی ہیں۔آپ

کی یہ بات کسی حدیث سے ثابت نہیں بلکہ فرمان رسول رب حامل فقہ غیر فقیہ [1] (الحدیث) کے خلاف ہے۔محدث کا تعلق حدیث سے صرف حامل محمول کا ہے،اور فقیہ کا

(۱) حدثنا محمود بن غیلان نا ابو داؤد نا شعبة اخبرنی عمر بن سلیمان من ولد عمر بن الخطاب قال سمعت عبدالرحمن بن ابان بن عثمان یحدث عن ابیه قال خرج زید بن ثابت من عند مروان نصف النهار قلنا ما بعث الیه هذه الساعة الا لشیء یسأله عنه فقمنا فسألناه فقال نعم سألنا عن اشیاء سمعناها من رسول الله ﷺ سمعت رسول الله ﷺ یقول نضر الله امرأ سمع منا حدیثا فحفظه حتی یبلغه غیره فرب حامل فقه الی من هو افقه منه ورب حامل فقه لیس بفقیه. (ترمذی ص ۹۴ ج ۲)

حدثنا محمد بن عبدالله بن نصیر وعلی بن محمد قالا حدثنا محمد بن فضیل ثنا لیث بن ابی سلیم عن یحیٰ بن عباد ابی هبیرة الانصاری عن ابیه عن زید بن ثابت قال قال رسول الله ﷺ نضر الله امرأ سمع مقالتی فبلغها فرب حامل فقه غیر فقیه ورب حامل فقه الی من هو افقه منه. (ابن ماجه ص ۲۱، سنن دارمی ص ۷۵ ج ۱، مجمع ص ۱۳۹ ج ۱)

حدثنی علی بن عیسیٰ واللفظ له ثنا مسدد بن قطن ثنا عثمان بن ابی شیبه ثنا یعلی بن عبید ثنا محمد بن اسحق عن الزهری عن محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیه قال قام رسول الله ﷺ بالخیف من منی فقال نضر الله عبدا سمع مقالتی فوعاها ثم اداها

صفت موصوف کا۔

امام بخاری کی رباعیات پڑھو، انہوں نے بھی محدث اور فقیہ کو الگ الگ بتایا ہے۔ امام

الى من لم يسمعها فرب حامل فقه لا فقه له ورب حامل فقه الى من هو افقه منه ثلاث لا يغل عليهن قلب المؤمن اخلاص العمل لله والنصيحة لاولى الامر ولزوم الجماعة فان دعوتهم تكون من روائهم . قد اتفق هؤلاء الثقات على رواية هذا الحديث عن محمد بن اسحق عن الزهرى وخالفهم عبدالله بن نمير وحده فقال عن محمد بن اسحق عن عبدالسلام وهو ابن ابى الجنوب عن الزهرى وابن نمير غير ثقة والله اعلم ثم نظرناه فوجدنا للزهرى فيه متابعا عن محمد بن جبير.

اخبرنا احمد بن جعفر القطيعى ثنا عبدالله بن احمد بن حنبل حدثنى ابى حدثنا يعقوب بن ابراهيم بن سعد ثنا ابى عن ابن اسحاق حدثنى عمرو بن ابى عمرو مولى المطلب عن عبدالرحمن بن الحويرث عن محمد جبير بن مطعم عن ابيه قال سمعت ------------ تكون من ورائهم . وفى الباب عن جماعة من الصحابة منهم عمرو عثمان وعلى وعبدالله بن مسعود و معاذ بن جبل وابن عمروابن عباس وابو هريرة وانس رضى الله عنهم وغيرهم عدة. (مستدرك ص۸۷ ج ۱)

قال الذهبى فى التلخيص . ورواه احمد فى مسنده عن يعقوب بن ابراهيم عن ابيه عن ابن اسحاق فقال حدثنى عمرو بن ابى

ترمذی بھی فرماتے ہیں۔

الفقهاء اعلم بمعانی الحديث. (۱)

فقہا حدیث کا مطلب محدثین سے زیادہ جانتے ہیں۔

امام اعمش فرماتے ہیں۔

محدثین کی مثال پنساریوں کی سی ہے اور فقیہ کی مثال طبیب کی ہے۔ (۲)

جب محدثین بتاتے ہیں کہ فقہاء کا مقام اور ہے، تو مدعی سست گواہ چست کا کردار کیوں ادا

عمرو وعن عبدالرحمن بن الحويرث عن محمد بن جبير عن ابيه. ورواه ايضا فى مسنده عن يعقوب عن ابيه عن ابن اسحاق عن الزهرى . وكذا رواه احمد بن خالد الوهبى ويعلى بن عبيد عن ابن اسحاق . وفى الباب عن جماعة من الصحابة فمن ذالك حديث حاتم بن ابى صغيرة عن سماك بن حرب عن النعمان بن بشير خطبنا رسول الله ﷺ فقال نضرالله امرئ سمع مقالتى فحملها فرب حامل فقه غير فقيه ورب حامل فقه الى من هو افقه منه. ثلاث لا يغل عليهن قلب مؤمن اخلاص العمل لله ومنا صحة ولاة الامر ولزوم جماعة المسلمين. على شرط مسلم ، وقدروى عن مجاهد والشعبى عن النعمان نحوه. (تلخيص المستدرك ص۸۸ ج ۱)

(۱)۔ ترمذی ص۱۹۳ ج۱

(۲). تاريخ بغداد . ذكره صدر الائمه فى مناقب امام اعظم. ص۳۴۷ ج ۲.

کرر ہے ہیں۔

طالب الرحمٰن۔

ہم صرف اہلحدیث ہیں، خدا اور رسول کے خلاف کسی بڑے سے بڑے کی بات نہیں مانتے۔ ایسی باتوں سے دھوکا نہ دو۔

مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

رسول اقدس ﷺ، امام بخاری، امام ترمذی، امام اعمش کی یہ بات کس آیت یا حدیث کے خلاف ہے۔ یہ تو آپ کی بات کے خلاف ہے۔ کیا آپ اپنے آپ کو خدا اور رسول سمجھتے ہیں؟۔ یہ منہ اور مسور کی دال اور بن بیٹھے خدا، رسول۔

طالب الرحمٰن۔

ہم تو صحیح روایت مانتے ہیں، ہر راوی کی پوری پوری تحقیق کرتے ہیں۔ تقریب التہذیب میں ہر راوی کی تحقیق کردی ہے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

قربان جایئے اس تحقیق کے ابن حجر کی وفات ۸۵۲ھ کی ہے، وہ نویں صدی میں پہلی اور دوسری صدی کے راویوں کو ثقہ اور ضعیف کہتا ہے۔ نہ کوئی وجہ بیان کرتا ہے، نہ درمیان میں کوئی سند ہے، محض اس کی اندھی تقلید میں آپ راوی کو ثقہ اور ضعیف کہتے ہیں۔

اس اندھی تقلید کا نام تحقیق رکھا ہے۔ خود ابن حجر امام شافعی کا مقلد ہے جو آپ کے نزدیک مشرک ہے۔ اس کے امام، امام شافعی کی تقلید شرک ہو اور اس مقلد کی تقلید ایمان ہو۔ جناب من اگر حجر پرستی شرک ہے تو ابن حجر پرستی کیسے ایمان ہے؟۔

طالب الرحمٰن۔

آپ ادھر ادھر کی باتیں نہ کریں ہم اہلحدیث ہیں، اہلحدیث حدیث کے سوا کچھ سننے کے

لئے تیار نہیں۔

مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

آپ کا تو یہ نام ہی قرآن حدیث میں کہیں ثابت نہیں۔ آپ ایک آیت یا حدیث پیش کریں کہ خدا یا رسول ﷺ نے فرمایا ہو کہ فقہ کے منکر، اجماع امت کے منکر، اور اجتہاد و تقلید کے منکر کو اہلحدیث کہنا۔

طالب الرحمٰن۔

قرآن میں کئی جگہ حدیث کا لفظ ہے اور قرآن صرف نبی کی بات کو حدیث کہتا ہے۔

﴿فبایّ حدیث بعده یؤمنون. اذ اسر النبی الی بعض ازواجه حدیثا﴾

ہم اہلحدیث ہیں۔

مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

قرآن میں ربوہ بھی دو جگہ ہے، کیا اس سے مرزائیوں کا شہر ربوہ مراد ہے ہرگز نہیں؟ آپ وہ آیت پڑھیں جس میں ہو کہ منکر فقہ کو اہلحدیث کہنا۔

قرآن وحدیث نے اجماع امت کے منکر کو دوزخی کہا ہے نہ کہ اہلحدیث [1]۔ فرمان رسول ﷺ فقیه واحد اشد علی الشیطان من الف عابد (ترمذی) سے تو پتا چلتا ہے کہ فقیہ کا مخالف شیطان ہے نہ کہ اہلحدیث۔

اور یہ بھی آپ نے قرآن پاک پر جھوٹ بولا کہ قرآن نے صرف نبی ﷺ کی بات کو

(۱). ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی ونصله جهنم وساء ت مصیرا. (النساء آیت ۱۱۵).

حدیث فرمایا ہے۔ آپ کو قرآن آتا کیا ہے۔

﴿ هل اتک حدیث الجنود فرعون وثمود ﴾

کیا اس آیت میں بھی آپ کا ہی ذکر ہے۔

﴿ وجعلنهم احادیث ومزقنا هم کل ممزق ﴾

میں بھی آپ کا ہی ذکر ہے۔

طالب الرحمٰن۔

آپ علم اصول کو نہیں مانتے؟

مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

واہ یہ بھی خوب کہی ہماری اصول کی کتابیں ہمارے مدارس میں داخل نصاب ہیں، اصول شاشی، نور الانوار، مسلم الثبوت، حسامی، توضیح تلویح وغیرہ۔ معلوم ہوا کہ ہم بااصول ہیں اور جتنے گمراہ فرقے ہوتے ہیں وہ بے اصول ہوتے ہیں۔

قادیانیوں، پرویزیوں اور غیر مقلدین کی اپنی کوئی کتاب اصول کی ہے ہی نہیں جو ان کے ہاں داخل نصاب ہو آپ بھی دو چار اپنی کتابیں بتائیں۔ اس لئے کوئی بااصول آدمی تو آپکے فرقے میں جا ہی نہیں سکتا۔ اگر آپ بااصول ہیں تو اپنی اصول کی ایک ہی کتاب کا نام لیں جس میں اصول صرف قرآن کی آیت یا احادیث سے درج ہوں۔

اس کتاب میں صحیح حدیث اور ضعیف حدیث کی تعریف آیت قرآنی یا حدیث نبوی سے لکھی ہو۔

(ایک بھی اپنی اصول کی کتاب ایسی نہ بتا سکا جس میں سب اصول قرآن حدیث سے درج ہوں بلکہ صحیح اور ضعیف حدیث کی تعریف بھی قرآن حدیث سے نہ دکھا سکا)۔

طالب الرحمٰن۔

تمہاری اصول کی کتابیں کیسے لکھی گئیں؟

مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

ہم اہل سنت والجماعت بالترتیب چار دلیلوں کو مانتے ہیں۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع امت، اور قیاس شرعی۔

اصول استنباط اور اجتہاد پر مبنی ہوتے ہیں۔ ان میں سے جن اصولوں پر اہل سنت کے چاروں مذاہب کا اتفاق ہوگا وہ اصول اجماعی ہیں۔ ہم چونکہ اجماع کو حجت ملزمہ مانتے ہیں، اس لئے ان اصولوں کا ماننا دلیل شرعی کی وجہ سے ہے۔ اور جن اصولوں میں مذاہب اربعہ کا اختلاف ہوگا ان میں سے ہم حنفی اصولوں کو مانتے ہیں کیونکہ ہم قیاس شرعی کو حجت مطمئنہ مانتے ہیں۔

آپ لوگ نہ اجماع کو حجت مانتے ہیں، اور نہ قیاس کو اسی لئے آپ اصول کی کوئی کتاب لکھ ہی نہیں سکے۔

طالب الرحمٰن۔

ہم تو اہلحدیث ہیں آپ ایک حدیث صحیح سنا دیں کہ رفع یدین منسوخ ہے۔ ہم مان لیں گے بس۔

مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

آپ اہلحدیث کیسے ہیں؟۔ نہ آپ کا نام حدیث میں نہ آپ کی دنیا میں کوئی حدیث کی کتاب۔ آج حدیث کی جتنی کتابیں باسند دستیاب ہیں ان کے مؤلفین یا مجتہدین تھے، جیسے آئمہ اربعہ یا مقلدین تھے جیسے اصحاب ستہ وغیرہ۔

ان محدثین کے حالات طبقات حنفیہ، طبقات مالکیہ، طبقات شافعیہ، طبقات حنابلہ میں آپ کو ملیں گے۔ محدثین کے حالات میں طبقات غیر مقلدین نامی کوئی کتاب آج تک کسی محدث نے نہیں لکھی۔ آپ قیاس کو کار ابلیس کہتے ہیں اور تقلید کو شرک تو معاذ اللہ شیاطین یا مشرکین کی

کتابیں ہی آپ نے کیسے مان لیں۔ الغرض نہ آپ کی حدیث کی کوئی کتاب، نہ آپ کے اصول حدیث ہیں۔ آپ کو اہلحدیث، اہلحدیث کہتے ہوئے کچھ تو شرمانا چاہیے۔

طالب الرحمٰن۔

ہم ان طبقات اور تاریخ کی کتابوں کو نہیں مانتے۔ آپ ان کے اقرار سے ثابت کریں کہ ہم مقلد ہیں۔

مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

ان اکابر محدثین اور دیگر رواۃ کا ذکر تاریخ میں ہی ملے گا۔ آپ ان کا وجود مانتے ہیں تو تاریخ سے، آپ ان کو مسلمان مانتے ہیں تو تاریخ کی شہادت سے، آپ ان کو محدث مانتے ہیں تو تاریخ کی شہادت سے۔ تو ان کا مجتہد ہونا یا مقلد ہونا تاریخ کی شہادت سے کیوں نہیں مانتے۔

آپ ان محدثین کا وجود، اسلام وغیرہ ان کے اقرار سے ثابت کر دیں کہ میں موجود ہوں، میں مسلمان ہوں، میں محدث ہوں، میں مجتہد ہوں، نہ مقلد ہوں، خالص غیر مقلد ہوں۔ میں مجتہدین کو شیطان اور مقلدین کو مشرک سمجھتا ہوں۔

اگر کوئی منکر صحابہ آپ سے یہ مطالبہ کرے کہ ہر صحابی کا اقرار دکھاؤ کہ میں صحابی ہوں۔ ثقہ راوی کا اقرار دکھاؤ انا ثقۃ. کذاب راوی کا اقرار دکھاؤ انا کذاب.

جناب اسی لئے تو ہم آپ کو بے اصول کہتے ہیں۔ چلئے آپ کسی حدیث سے ثابت کر دیجئے کہ وہ نہ مجتہد تھے، نہ مقلد، غیر مقلد تھے۔

طالب الرحمٰن۔

آپ بار بار کہہ رہے ہیں کہ ہم قیاس کو کار شیطان کہتے ہیں تا کہ لوگ مشتعل ہوں۔ ہم اس قیاس کو کار شیطان کہتے ہیں جو خلاف نص ہو۔ جو قیاس خلاف نص نہ ہو اس کو ہم خود مانتے ہیں۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

سبحان اللہ آپ تو اہلحدیث نہیں بلکہ اہل قیاس نکلے۔ اہل سنت تو قیاس کو چوتھے نمبر پر

مانتے ہیں آپ کے نزدیک قیاس کا کتنا نمبر ہے؟۔

طالب الرحمٰن۔

ہم قرآن حدیث کے بعد بوقت ضرورت قیاس کو مانتے ہیں۔

مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

آپ تو ہم سے بھی بڑے اہل قیاس نکلے ہم تو چوتھے نمبر پر قیاس کو مانتے ہیں، آپ تیسرے ہی نمبر پر۔ ہاں تو اہل قیاس صاحب آپ ذرا یہ فرمائیں کہ آپ کا قیاس اہل سنت کی طرح کسی اصول پر مبنی ہوتا ہے، یا شیطان کی طرح بے اصولا۔ اگر اصول پر مبنی ہوتا ہے تو برائے مہربانی اپنا اصول فقہ پیش فرمائیے ورنہ ہم اس یقین پر مجبور ہوں گے کہ آپ کا قیاس بے اصولا ہوتا ہے۔ اور یہی قیاس شیطان کا ہوتا ہے۔

ہاں ایک اور بات پر بھی غور فرمائیں کہ اہل سنت جو چوتھے نمبر پر قیاس کو حجت مطمئنہ مانتے ہیں ان کی باقاعدہ فقہ کی کتابیں ہیں۔ جو ان کے نصاب میں بھی شامل ہیں۔ آپ بھی اپنی فقہ کی کوئی کتاب دیں جو آپ کی جماعت کی مسلمہ ہو۔ آپ کے ہاں داخل نصاب ہو۔ اہل سنت کے بالمقابل شیطان قیاس تو کرتا ہے مگر اس کی فقہ کی کوئی مرتب کتاب نہیں، نہ اس کی اصول فقہ، نہ اس کی فقہ آپ جلدی سے اپنی فقہ اور اصول فقہ کی کتاب دکھائیں تا کہ لوگ دھوکے میں نہ رہیں۔

طالب الرحمٰن۔

ہم اہل حدیث ہیں ہمیں فقہ یا اصول فقہ کی کیا ضرورت ہے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

آپ تو اہل قیاس ہیں اور آپ کا قیاس بھی اصولوں پر مبنی نہیں ہوتا۔ یہی وہ قیاس ہے جو آپ جانتے ہیں آپ کے علماء نے کتابیں تو لکھی ہیں ہماری ہدایہ کے مقابلے میں، ہدیۃ المھدی، ہماری کنز الدقائق کے مقابلے میں کنز الحقائق، ہماری درمختار کے مقابلے میں نزل الابرار، ہماری مالا بدمنہ کے مقابلے میں عرف الجادی، ہماری شرح وقایہ کے مقابلے میں الروضۃ الندیہ ان سب

کو فقہ محمدی کی کتابیں کہا جاتا ہے مگر آپ ان کا نام نہیں لے رہے۔

طالب الرحمٰن۔

یہ کتابیں ہماری ہرگز نہیں ہم قرآن حدیث کے خلاف کسی کتاب کو نہیں مانتے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

جناب ان کتابوں کے لکھنے والے نواب صدیق حسن خاں، وحید الزماں صاحب، نورالحسن صاحب غیر مقلد ہی تو تھے۔ آپ ان کی کتابوں کو قرآن حدیث کے خلاف کہہ رہے ہیں۔ گویا آپ نے تسلیم کرلیا کہ قرآن حدیث کے خلاف قیاس کر کے کتابیں لکھنے والے غیر مقلد ہی ہیں جو دھوکہ دینے کے لئے اپنے آپ کو اہلحدیث کہتے ہیں۔

طالب الرحمٰن۔

یہ ہماری کتابیں نہیں ہیں ہم قیاس کو نہیں مانتے۔ ہم اہلحدیث ہیں ہماری کتابیں بخاری مسلم وغیرہ ہیں۔

مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

آپ تو اہل قیاس ہیں قیاس کو تیسرے نمبر پر مانتے ہیں۔ حدیث کی کتابوں سے آپ کا کیا تعلق؟۔ جب کہ ان کے متعلق آپ یہ بات ثابت ہی نہیں کر سکتے کہ وہ نہ مجتہد تھے، نہ مقلد بلکہ غیر مقلد تھے، نہ ان کی کتاب میں کوئی ایسا باب دکھا سکتے ہیں کہ چوتھے نمبر پر قیاس کرنا قیاس ابلیس ہے، اور نہ ان کی کتابوں میں یہ باب دکھا سکتے ہیں کہ چوتھے نمبر جو مجتہد قیاس کرتا ہے اس کی تقلید شرک ہے۔

عجیب دھوکہ ہے کہ نواب صدیق حسن خاں، نواب وحید الزماں، نواب نورالحسن خان، محی الدین جن کا غیر مقلد ہونا تواتر سے ثابت ہے ان کی کتابوں کو تو آپ اپنی کتابیں نہیں مانتے اور جن کا غیر مقلد ہونا نہ کسی تاریخ سے ثابت، نہ ان کے اقرار سے ان کی کتابوں پر غاصبانہ قبضہ کرتے ہو۔

طالب الرحمٰن۔

جب ہم اہلحدیث ہیں تو حدیث کی کتابیں ہماری ہیں۔

مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

اگر یہی دلیل ہے تو قرآن تو آپکا نہیں کیونکہ آپ کا نام اہل قرآن نہیں۔ قرآن تو منکرین حدیث کا ہوا جن کا نام اہل قرآن ہے، اور تم تو قیاس کو تیسرے نمبر پر مانتے ہو تم اہل قیاس ہوئے اور مندرجہ بالا ساری قیاسی کتابیں آپکی ہوئیں۔

طالب الرحمٰن۔

آپ ادھر ادھر کی باتیں چھوڑیں مناظرہ رفع یدین پر ہے۔ اس پر بات کریں۔

مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

تکبیر تحریمہ پر رفع یدین کرنے پر اتفاق ہے اور آپ بھی مانتے ہیں کہ تواتر قدر مشترک سے ثابت ہے۔ اس متواتر رفع یدین پر بحث کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد آپ لوگ دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں کبھی بھی رفع یدین نہیں کرتے۔ اور تیسری رکعت کے شروع میں ہمیشہ رفع یدین کرتے ہیں۔

اسی طرح آپ سجدوں میں جاتے وقت اور سجدوں سے سر اٹھاتے وقت اور سجدوں کے درمیان کبھی رفع یدین نہیں کرتے۔ جب کہ رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت ہمیشہ رفع یدین کرتے ہیں۔ اسی طرح نماز پڑھنے کا آپ لوگوں کو حکم دیتے ہیں اور جو اس طرح نماز نہ پڑھے آپ کے نزدیک اس کی نماز نہیں ہوتی۔

آپ صرف ایک حدیث پیش کریں جس میں دعویٰ کے چاروں حصے موجود ہوں۔ یہ آپ کا ایک اشتہار ہے جس کا نام اثبات رفع یدین ہے جو آپ کی ہر مسجد، ہر دکان، ہر گھر میں لگا ہوتا ہے۔ یہ آپ کے اس دعویٰ کے اثبات کے لئے ہے اس میں سب سے پہلے قرآن سے مسئلہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور قرآن پاک کی آیت

﴿فصل لربک وانحر﴾

سے مندرجہ بالا مسئلہ پر استدلال کیا ہے۔ اس آیت سے آپ کا یہ مکمل دعویٰ کیسے ثابت ہوتا ہے؟۔ واضح فرمائیں یا ثابت فرمائیں کہ یہ قرآن پاک کا نام لے کر جھوٹ بولا ہے اور نام نہاد اہلحدیث مسئلہ کی بسم اللہ قرآن پاک پر جھوٹ بولنے سے ہی کرتے ہیں۔

طالب الرحمٰن۔

میں اس اشتہار کا ذمہ دار نہیں ہوں۔ میں تمہاری کتنی غلط باتیں بتا سکتا ہوں۔

مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

آپ نے یہ تو مان لیا کہ اس اہلحدیث نے قرآن پاک پر غلط بیانی کی ہے، اس نے دوسری آیت بھی لکھی ہے۔

﴿خذوا زینتکم عند کل مسجد﴾۔

اس آیت سے آپ کے مندرجہ بالا دعوے پر کیسے استدلال ہے۔ کیا آپ کی مساجد اسی لئے ہیں کہ ان میں خدا کے قرآن پر جھوٹ لکھا جاتا ہے سارے اس جھوٹ کی اشاعت کرتے ہیں۔

طالب الرحمٰن۔

میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ میں اس اشتہار کا ذمہ دار نہیں ہوں۔

مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

برائی کو ہاتھ سے روکنا اعلیٰ درجہ کا ایمان ہے، آپ نے اپنی مساجد میں کتنے ایسے اشتہاروں کو پھاڑا۔ زبان سے رد کرنا اوسط درجے کا ایمان ہے، آپ اب بھی کھل کر اس کی تردید نہیں کر رہے۔ قرآن کی عظمت آپ کے دل میں نہیں، کیا آپ ایک اور صرف ایک حدیث صحیح، صریح، غیر معارض ایسی پیش کر سکتے ہیں جس میں آپ کا یہ رفع یدین کا مکمل مسئلہ ہو اور ہمیشہ یہ فعل

کرنے کی صراحت ہو اور اس کا حکم بھی ہو اور نہ کرنے والے کی نماز کا باطل ہونا بھی مذکور ہو۔

طالب الرحمٰن۔

میں صرف رکوع کی رفع یدین کی حدیث پیش کروں گا باقی کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔

مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

آپ کا مسئلہ تو جب ثابت ہوگا کہ مکمل مسئلہ پر دلیل پیش کریں آپ ایک چوتھائی پر ناقص دلیل پیش کریں گے تو باقی مسئلہ کون ثابت کرے گا۔

(۱) آپ کے اس جھوٹے اشتہار میں لکھا ہے کہ رفع یدین کی احادیث و آثار چار سو ہیں۔ ذرا ان چار سو صحابہ کے نام جن سے یہ احادیث و آثار مروی ہیں وہ باحوالہ سنا دیجیے۔

(۲) آپ کے اس جھوٹے اشتہار میں آنحضرت ﷺ پر یہ سفید جھوٹ باندھا گیا ہے کہ امام الانبیاء ﷺ آخر عمر تک رفع یدین کرتے رہے۔ آپ کو چار سو احادیث میں سے تین سو ننانوے معاف صرف ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث سے آنحضرت ﷺ کا اخیر عمر تک رفع یدین ثابت کردو۔ میں باوضو بیٹھا ہوں ابھی دو رکعت نفل رفع یدین کے ساتھ پڑھوں گا اور میں بھی اخیر عمر تک رفع یدین کرتا رہوں گا۔

(۳) آپ کے اس جھوٹے اشتہار میں جزء رفع یدین بخاری کے حوالے سے لکھا ہے کہ خلفاء راشدین اور عشرہ مبشرہ سب رفع یدین کیا کرتے تھے۔ یہ ایک ہی سانس میں عشرہ مبشرہ پر دس جھوٹ ان کی صحیح سندیں ذرا جزء مذکور میں دکھا دیجیے۔

(۴) آپ کے جھوٹے اشتہار میں لکھا ہے ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ سب کے سب نماز میں رفع یدین کیا کرتے تھے (حوالہ جزء رفع یدین)

طالب الرحمٰن صاحب آنحضرت ﷺ کے اکابر اور حاضر باش صحابہ میں سے کسی ایک صحابی سے بھی آنحضرت ﷺ کے بعد زندگی میں ایک دفعہ متنازع رفع یدین بسند صحیح، صریح، غیر معارض ہرگز ہرگز ثابت نہیں اور آپ کے اصاغر اور مسافر صحابہ میں سے کسی ایک صحابی سے بھی

بطور نص بسند صحیح، صریح، غیر معارض دوام رفع یدین ہرگز ہرگز ثابت نہیں۔

(بے چارے طالب الرحمٰن نے چند صحابہ کے نام بے سند لئے مگر مندرجہ بالا مطالبہ پورا کرنے سے سراپا عاجز رہا)

افسوس یہ اشتہار جس میں قرآن پاک پر جھوٹ، نبی پر جھوٹ، صحابہ پر جھوٹ ہیں یہ ان کی ہر مسجد کی زینت، ہر گھر میں اس کی تلاوت ہر بازار میں ان جھوٹوں کی اشاعت کرتے ہیں۔ مگر آج میدان مناظرہ میں طالب الرحمٰن تو کیا کوئی غیر مقلد عالم بھی ان کو سچ ثابت نہیں کر سکتا۔

طالب الرحمٰن۔

ہم اس اشتہار پر مناظرہ کرنے نہیں آئے۔ یہ باتیں لکھنے والا جانے ہم اس کے ذمہ دار نہیں۔

مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

آپ اخیر وقت تک رفع یدین کرنا نہ آنحضرت ﷺ سے ثابت کر سکے ہیں نہ خلفائے راشدین سے، نہ بقیہ عشرہ مبشرہ سے۔ تو ایک حدیث ایسی سنا دیجئے جس میں رسول اقدس ﷺ نے یا کسی صحابی نے یہ فرمایا ہو کہ جو رکوع سے پہلے، اور سر اٹھا کر اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین نہ کرے اس کی نماز نہیں ہوتی تا کہ کسی بات کا فیصلہ تو قرآن حدیث سے ہو جائے۔

(طالب الرحمٰن بار بار مطالبہ کے باوجود نہ رسول اقدس ﷺ نہ ہی کسی خلیفہ راشد سے یہ ثبوت دے سکا)

جب آپ حدیث صحیح سے نہ یہ ثابت کر سکے کہ جو رفع یدین نہ کرے اس کی نماز نہیں ہوتی، نہ کسی ایک بھی صحیح حدیث سے یہ ثابت کر سکے کہ رسول اقدس ﷺ اخیر عمر تک رفع یدین کرتے رہے۔

تو معلوم ہوا کہ پہلی تکبیر کے بعد کسی جگہ کی رفع یدین کا دوام نہ نص سے ثابت ہے، نہ

اجماع سے، صرف قیاس ہے کہ حضرت ﷺ نے کی تو کرتے رہے ہوں گے۔

اب ایک آخری موقع آپ کو پھر دیا جاتا ہے کہ اس رفع یدین کے دوام پر کوئی نص، حدیث صحیح، صریح، غیر معارض ہو تو پیش فرمائیں یا اجماع ہی ثابت کر دو مثل تکبیر تحریمہ کے۔

ورنہ آپ کا یہ کہنا کہ حضور اقدس ﷺ ساری عمر رفع یدین کرتے محض جھوٹ ہے، جھوٹ۔

(طالب الرحمٰن باوجود بار بار کے مطالبہ کے ایک بھی صحیح صریح نص دوام پر یا اجماع پر پیش نہ کر سکا)

جب یہ بات دوپہر کے سورج سے زیادہ وضاحت سے ثابت ہو گئی کہ رفع یدین کی احادیث میں سے ایک حدیث میں بھی آپ کا ہمیشہ رفع یدین کرنا ثابت نہیں نہ ہی اس کا ثبوت اجماع سے ہے، یہ لوگ دوام رفع یدین کے بارے میں حدیث کا نام لے کر جھوٹ بولتے ہیں۔

ہمیشہ رفع یدین کرنے کا مدار نہ نص پر ہے نہ اجماع پر محض استصحاب حال پر ہے، کہ حضرت نے رفع یدین کی تو کرتے رہے ہوں گے۔ جب بقائے رفع یدین کسی حدیث سے ثابت نہیں تو اب میں یہ کہتا ہوں کہ ترک رفع یدین احادیث سے ثابت ہے اور امت میں عملاً متواتر ہے۔

طالب الرحمٰن۔

بڑے جوش میں ایک ہی صحیح حدیث پیش کرو۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

(مولانا محمد امین صفدر صاحب نے مدونہ کبریٰ ص ۷۱ ج ۱ سے چار روایات پڑھ دیں)

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کہ آنحضرت ﷺ پہلی تکبیر کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے۔

(۲) حضرت براء بن عازبؓ نے فرمایا کہ بے شک آنحضرت ﷺ نماز میں پہلی

تکبیر کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تمہیں نبی اقدس ﷺ والی نماز نہ بتاؤں؟۔ پھر آپ نے نماز پڑھ کر دکھائی اور پہلی تکبیر کے بعد کسی جگہ رفع یدین نہ کی۔

(۴) حضرت علی کرم اللہ وجہہ تعالیٰ نماز میں پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

ان چاروں سندوں میں سے پہلی سند مدنی ہے، اور اہل مدینہ کا ترک رفع یدین پر ہی متواتر عمل تھا جب کہ امام مالکؒ کا فرمان المدونۃ الکبریٰ ہی میں موجود ہے، کہ میں کسی کو نہیں پہچانتا جو پہلی تکبیر کے بعد نماز میں رفع یدین کرتا ہو۔ امام مالک تبع تابعین میں سے ہیں پیدائش ۹۰ھ میں ہے اور مدینہ منورہ میں رہتے تھے، جہاں پر تمام اسلامی دنیا سے لوگ روضہ پاک کی زیارت کے لئے حاضر ہوتے رہتے ہیں لیکن امام مالکؒ نے نہ کسی مدینہ والے کو اور نہ باہر سے آنے والے کو کبھی رفع یدین کرتے نہیں دیکھا اس سے بڑھ کر عملی تواتر کا کیا ثبوت ہوسکتا ہے۔

اور باقی تین سندیں کوفی ہیں اور کوفہ میں سب کا اجماع ترک رفع یدین پر تھا (التعلیق المجد) یہ بھی عملی تواتر ہے۔

(طالب الرحمن نے جب یہ دلائل سنے تو بالکل حواس باختہ ہوگئے پہلے تو یہ شور مچانے لگے میں نے ایک حدیث کہی تھی تم اتنی حدیثیں کیوں پڑھ رہے ہو، لوگ کہنے لگے پہلے تم کہتے تھے کہ حنفیوں کے پاس ایک بھی حدیث نہیں ہے اب کہ رہے ہو کہ بہت سی ہیں لیکن مانتے ایک کو بھی نہیں ہو، پھر طالب الرحمن نے بدحواسی میں ایک ایسے راوی کو بلا دلیل ضعیف کہنا شروع کر دیا جو چاروں سندوں میں سے کسی ایک سند میں بھی نہ تھا۔ ان سے کہا گیا مدونہ کی ان سندوں سے پہلے راوی تو دکھاؤ۔ ہوا میں تیر چلا رہے ہو۔ اس پر حاضرین ہنسی ضبط نہ کر سکے۔ پھر اس نے ابن القیم ۷۵۱ھ کی کتاب المنار المصیف سے ایک عبارت پڑھی کہ رفع یدین نہ کرنے کی احادیث

ضعیف ہیں اور بڑے جوش میں چیلنج دیا کہ جس طرح میں نے ایک محدث کا قول پیش کیا کہ ترک رفع یدین کی احادیث ضعیف ہیں اگر تم بھی کسی محدث کا قول پیش کردو کہ رفع یدین ضعیف ہے تو میں ایک لاکھ روپیہ انعام دوں گا)۔

مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

تمام محدثین کے امام، امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین ضعیف ہے۔ دیکھو المدونۃ الکبریٰ ص ۷۱ ج ۲۔

(ڈاکٹر عبدالمجید صاحب جو بانی مناظرہ تھے انہوں نے فرمایا کہ بس ہماری تسلی ہوگئی اب مناظرہ بند کردو، حاضرین نے طالب الرحمن سے کہا کہ ایک لاکھ روپیہ دو تو اس نے بہت غلط بات کی کہ اپنے ...... کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ لے لو۔ جس پر حاضرین میں سے دو آدمی اسے پیٹنے لگے لیکن مالک مکان اور دوسرے لوگوں نے ان کی منت کی کہ دفع کرو۔

اب طالب الرحمن بالکل بدحواس تھے اور کہنے لگے کہ اگر امین صاحب اپنے امام ابوحنیفہؒ سے سند کے ساتھ دکھا دیں کہ تکبیر تحریمہ کے بعد رفع یدین نہ کرو تو میں لاکھ روپیہ دوں گا۔ حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب نے فوراً موطا امام محمد سے دکھا دیا۔ ڈاکٹر عبدالمجید صاحب نے پھر فرمایا ہماری بالکل تسلی ہوگئی ہے۔ طالب الرحمن کے مطالبات پورے کردیئے گئے ہیں)۔

(مولانا محمد امین صفدر صاحب نے پھر مسلم شریف سے دو حدیثیں پڑھیں ایک میں تھا کہ نماز کے اندر رفع یدین کرنے والوں کو آنحضرت ﷺ نے شریر و مست گھوڑوں کی دموں سے تشبیہ دی، دوسری حدیث میں سلام کے وقت دائیں بائیں ہاتھ کرنے والوں کو آپ ﷺ نے گھوڑوں کی دموں سے تشبیہ دی اور فرمایا کہ ہم دونوں حدیثوں کو مانتے ہیں)۔

(طالب الرحمٰن بڑے جوش میں اٹھے کہ امام بخاری نے اس حدیث سے استدلال کرنے والوں کو جاہل کہا ہے)۔

(مولانا محمد امین صفدر صاحب نے کہا کہ صحیح بخاری تو امام بخاری سے ہزاروں لوگوں نے پڑھی ہے، وہ امام بخاری سے متواتر ہے۔

مگر یہ دونوں رسالے جزء القرأۃ اور جزء رفع یدین امام بخاری کے نوے ہزار ثقہ شاگردوں نے کبھی خواب میں نہیں دیکھے نہ خواب میں سماع ہی کیا۔ ان دونوں رسالوں کا ایک ہی راوی ہے جس کا نام محمود بن اسحٰق الخزاعی ہے۔ اس کی توثیق کسی محدث نے نہیں کی۔ اتنے اہم مسائل اور امام بخاری نے انہیں کہاں چھپایا کہ اس ایک شخص کے سوا کسی نے نہ دیکھے نہ سنے)۔

طالب الرحمٰن۔

محمود بن اسحٰق کا ثقہ ہونا تاریخ بغداد ص ۱۳۴ ج ۱۳ پر موجود ہے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

یہ بالکل جھوٹ ہے تاریخ بغداد جلد ۱۳ میں اس کا کہیں ذکر بھی نہیں چہ جائیکہ اسے ثقہ لکھا ہو۔

طالب الرحمٰن۔

تاریخ بغداد جلد ۱۳ میرے پاس ہے میں ابھی دکھاتا ہوں، مگر تمہیں لکھنا پڑے گا کہ تم ہار گئے ہو۔

مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

میں پہلے لکھ دیتا ہوں۔

(چنانچہ انہوں نے لکھ کر دے دیا کہ طالب الرحمٰن نے بالکل جھوٹ بولا ہے۔ اگر طالب الرحمٰن تاریخ بغداد جلد ۱۳ سے اس کا ثقہ ہونا دکھادے تو میری شکست

ہے اور لکھ کر تحریر ڈاکٹر عبدالمجید صاحب کو دے دی کہ یہ تحریر اپنے پاس رکھو اور اس سے کتاب لو[1]۔ طالب الرحمٰن نے اب کہا کہ کتاب میرے پاس نہیں ہے۔ بس پھر کیا تھا تین گھنٹے تک حاضرین نے اسے وہ لعنت ملامت کی کہ خدا کی پناہ۔ آخر طالب الرحمٰن وہاں سے فرار ہوئے۔

ڈاکٹر عبدالمجید صاحب نے تاریخ بغداد چودہ جلد کی بڑی کتاب خود خریدی اور کوٹلی نجابت تک اس کے پیچھے گئے مگر وہ حوالہ نہ دکھا سکا۔ پورے علاقے پر اس کے جھوٹے ہونے پر مہر ثبت ہوگئی اور حق کو اللہ تعالیٰ نے شاندار کامیابی عطا فرمائی۔

فللہ الحمد۔

(۱)۔ حضرت اوکاڑویؒ کی وسعت مطالعہ اور استحضار پر عقل دنگ ہے۔ اس پر یہی کہا جاسکتا ہے،

ایں سعادت بزور بازو نیست

تانہ بخشند خدائے بخشندہ

مباحثہ بر موضوع نسخ

مناظر اہل سنت والجماعت

حضرت مولانا **محمد امین صفدر اوکاڑوی** رحمۃ اللہ علیہ

اور

ایک عثمانی مناظر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

الحمد للہ وکفیٰ والصلوٰۃ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد۔

میرے دوستو اور بزرگو ہم اس جگہ مسئلہ سمجھنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ سب سے پہلے میں اپنا تعارف کروا دیتا ہوں۔

ہم اہل سنت والجماعت حنفی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ہم بالترتیب چار دلائل مانتے ہیں۔

نمبر ۱۔

کتاب اللہ۔

نمبر ۲۔

سنت رسول اللہ۔

نمبر ۳۔

اجماع امت۔

نمبر ۴۔

قیاس شرعی۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صرف قرآن پاک نازل نہیں فرمایا بلکہ قرآن کے ساتھ معلم قرآن ﷺ کو بھی بھیجا۔اور ان کے بھیجنے کا مقصد ارشاد فرمایا

﴿ویعلمهم الکتاب والحکمة﴾

کہ وہ ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔اور صحابہ کرام ؓ نے نبی کریم ﷺ سے قرآن پاک کی تفسیر سمجھی اور سیکھی۔ اس لئے قرآن پاک کا وہی مطلب لیا جائے گا جو معلم قرآن ﷺ نے سمجھایا اور صحابہ کرام ؓ نے اللہ کے پاک پیغمبر ﷺ سے روایت کیا۔

دوسری چیز سنت رسول ہے۔جس طرح اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت قرآن پاک میں ہے۔اسی طرح رسول اکرم ﷺ کی ذات پر ایمان لانا بھی قرآن میں ہے۔اور ایمان میں صرف ذات کو ماننا کافی نہیں بلکہ بات کو ماننا بھی ضروری ہے۔

شیطان اللہ تعالیٰ کی ذات کو مانتا تھا لیکن اس نے بات نہیں مانی جس کی وجہ سے کافر قرار دیا گیا۔ ہندو، سکھ، یہودی، عیسائی، ہمارے نبی پاک ﷺ کی ذات کا انکار نہیں کرتے۔لیکن آپ ﷺ کی بات کا انکار کرتے ہیں اس لئے کافر قرار پائے۔

تو جو مسئلے قرآن وسنت میں صراحتاً آجاتے ہیں ان کو تو ہم قرآن وسنت سے لیتے ہیں۔ پھر آئمہ مجتہدین جو استنباط کرتے ہیں اس میں جو اجماع کی بات ہوگی ہم اس کو اجماع سے لیں گے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اجماع کو ماننے کا حکم دیا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی و

یتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ماتولی ونصله جهنم وسائت مصیرا﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو رسول اکرم ﷺ کے راستے کو چھوڑتا ہے اور مومنین کے راستے کو چھوڑتا ہے تو میں دونوں کو اسی طرف پھیر دیتا ہوں جس طرف وہ جا رہے ہیں۔اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

اس لئے جو شخص اجماع کا انکار کرتا ہے وہ قرآن کی مان ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ اور ہمارے درمیان واسطہ یہ امت ہی ہے۔

ہم میں سے کوئی شخص بھی ایسا موجود نہیں ہے کہ جس نے براہ راست اللہ کے نبی ﷺ سے قرآن سیکھا ہو۔اگر یہ امت قابل اعتماد نہیں تو یہ قرآن بالکل قابل اعتماد نہیں رہے گا۔ کیونکہ ہمیں قرآن پاک امت کے واسطے سے ملا ہے۔

اس لئے ہم واضح کہہ رہے ہیں کہ جس طرح قرآن پاک کے الفاظ ہمیں امت نے پہنچا دئے ہیں اور ایک زیر زبر کا فرق بھی نہیں ہونے دیا۔اسی طرح قرآن پاک کا مفہوم بھی امت نے ہمیں پہنچایا ہے۔جس طرح الفاظ کے بارے میں ہم امت پر اعتماد کرتے ہیں۔اسی طرح ہم مفہوم کے پہنچانے میں بھی امت پر اعتماد کرتے ہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ کے بعد کسی ہستی کو **معصوم عن الخطاء** نہیں مانتے۔لیکن اجماع امت ایسی چیز ہے جس کو ہم معصوم مانتے ہیں۔اس لئے رسول پاک ﷺ کی جو باتیں اجماع کے ذریعے ہم تک پہنچ گئیں وہ معصوم نبی کی بات معصوم واسطے سے ہم تک پہنچی ہے۔اور وہ حجت قاطعہ ہے۔اس لئے اس کا انکار کرنے والا جہنمی ہے۔اور اس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

اور اگر مجتہدین کا کسی مسئلہ میں اتفاق نہ ہو۔اس کو ہم قیاس کہتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین﴾.

قرآن پاک میں کفر اور اسلام کا مقابلہ کیا گیا ہے۔اس لئے کافروں کے مقابلے میں جب ہم اپنا تعارف کروائیں گے تو ہم اپنے آپ کو مسلمین کہیں گے۔

اب جو مسلمانوں میں اختلافات ہوں گے وہ کس قسم کے ہوں گے۔تو اس کے بارے میں رسول اقدس ﷺ نے چودہ سو سال قبل فرما دیا کہ وہ سنت اور بدعت کا اختلاف ہوگا۔ بہتر فرقے اہل بدعت ہوں گے اور ایک جماعت اہل سنت ہوگی۔ (1)

(۱). حدثنا عمرو بن عثمان بن سعید بن کثیر بن دینار الحمصی ثنا عباد بن یوسف ثنا صفوان بن عمرو عن راشد بن سعد عن عوف بن مالک قال قال رسول الله ﷺ افترقت الیهود علی احدیٰ و سبعین فرقة فواحدة فی الجنة وسبعون فی النار وافترقت النصاریٰ علی ثنتین وسبعین فرقة فاحدی وسبعون فی النار وواحدة فی الجنة والذی نفس محمد بیده لتفترقن امتی علی ثلاث و سبعین فرقة فواحدة فی الجنة وثنتان وسبعون فی النار. قیل یا رسول الله ﷺ من هم قال الجماعة (ابن ماجه ص۲۸۷)

حدثنا احمد بن حنبل ومحمد بن یحییٰ قالا نا ابو المغیرة نا صفوان ح ونا عمرو بن عثمان حدثنا بقیة حدثنی صفوان نحوه حدثنی اظهر بن عبدالله الحرلزی عن ابی عامر الهوذنی عن معاویة بن ابی سفیان انه قام فقال الا ان رسول الله ﷺ قام فینا فقال الا ان من قبلکم من اهل الکتاب افترقوا علی ثنتین وسبعین ملةفان هذه الملة ستفترق علی ثلاث و سبعین ثنتان وسبعون فی

جیسے ہم عرب میں جب اپنا تعارف کروائیں گے تو پاکستانی کہلائیں گے۔جب سندھ

النار وواحد فی الجنة وهی الجماعة. (ابو داؤد ص ۶۳۱ ج ۲)

حدثنا محمد بن غیلان نا ابو داؤد الحضری عن سفیان عن عبدالرحمن بن زیاد ابن انعم الافریقی عن عبدالله بن یزید عن عبدالله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ لیأتین علی امتی ما اتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل حتی ان کان منهم من اتی امه علانیة لکان فی امتی من یصنع ذالک وان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملة وتفرقت امتی علی ثلاث و سبعین ملة کلهم فی النار الا ملة واحدة قالوا من هی یا رسول الله ﷺ قال ما انا علیه واصحابی. (ترمذی ص ۹۳ ج ۲، مستدرک)

خالد طحان عن محمد بن عمرو عن ابی سلمة عن ابی هریرة مرفوعا افترقت الیهود علی احدی و اثنین وسبعین فرقة وافترقت النصاریٰ علی احدی و اثنین وسبعین فرقة وتفترق امتی علی ثلاث و سبعین فرقة ﴿علی شرط مسلم﴾

﴿واخبرناه﴾ قاسم بن قاسم السیازی ثنا ابو الموجة ثنا یوسف بن عیسیٰ ثنا الفضل بن موسیٰ عن محمد به.

﴿صفوان﴾ بن عمرو عن ازهر بن عبدالله عن ابی عامر الهوزنی حججنا مع معاویة فلما قدمنا مکة اخبر بقاص فارسل الیه فقال امرت بهذه القصص قال لا قال فما حملک علی ان تقص بغیر اذن قال ننشی علما علمناه الله فقال لو کنت قدمت الیک

میں اپنا تعارف کروائیں گے تو اپنے آپ کو پنجابی کہیں گے۔ جب ملتان میں آئیں گے تو ا

لقطعت منك طائفة ثم قام حين صلى الظهر بمكة فقال قال النبي ﷺ ان اهل الكتاب تفرقوا في دينهم على ثنتين وسبعين ملة وتفترق هذه الامة على ثلاث و سبعين كلها في النار الا واحدة وهي الجماعة ويخرج في امتي اقوام نتجاري تلك الاهواء بهم كما يتجاري الكلب بصاحبه فلا يبقى منه عرق ولا مفصل الا دخله والله يا معشر العرب لئن لم تقوموا بما جاء به محمد لغير ذالک احرى ان لا تقوموا به ﴿هذه اسانيد تقوم بها الحجة وجاء باسانيد اخرى غير ما ذكرت لا تقوم به حجة﴾

﴿عن عبدالله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ يأتي على امتي ما اتى على بني اسرائيل حذو النعل بالنعل حتى لو كان فيهم من نكح امه علانية كان في امتي مثله ان بني اسرائيل افترقوا على احدى و سبعين ملة وتفترق امتي على ثلاث و سبعين ملة كلها في النار الا ملة واحدة فقيل له ما الواحدة قال ما انا عليه اليوم واصحابي﴾ رواه ثابت بن محمد العابد عن الثوري عن ابن انعم الافريقي عن عبدالله بن يزيد عنه.﴾

(تلخیص مستدرک للذہبی ص ۱۲۸-۱۲۹ ج ۱)

آپ کو اوکاڑوی کہیں گے۔ تو کوئی بے وقوف یہ نہیں کہے گا کہ ہم نے پاکستانی لفظ چھوڑ کر اپنے آپ کو پنجابی کہا ہے۔ اور پنجاب کو چھوڑ کر اوکاڑوی کہا ہے۔ کیونکہ پنجابی میں پاکستانی آ گیا اور اوکاڑوی میں پنجابی ہونا آ گیا۔

تعارف میں چھوٹی نسبت بولی جاتی ہے کیونکہ اس میں پہچان زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے ہم نے اپنے آپ کو حنفی کہا تو اس میں اہل سنت بھی آ گیا اور مسلمان ہونا بھی آ گیا۔

اگر میں فاضل مخاطب سے پوچھوں کہ تمہارا نسبی تعارف کیا ہے تو یہ اپنا نام اور اپنے باپ کا نام بتانے کی بجائے یہ کہے کہ میں آدم کا بیٹا ہوں۔ تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ آدم کی نسل سے ہی ہے۔ لیکن اس پتا پر اس کو کوئی خط نہیں پہنچ سکے گا، کوئی منی آرڈر نہیں پہنچ سکے گا۔ ان کا کوئی تعارف نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں۔

﴿وجعلنكم شعوبا و قبائل لتعارفوا﴾ (۱)

تو تعارف کے لئے کچھ نہ کچھ اپنے آپ کو ممتاز کرنا پڑتا ہے۔ انہوں نے۔

﴿هو سمكم المسلمين﴾ (۲)

کا ترجمہ نہیں کیا۔ ھو ضمیر کا مرجع ابراھیم علیہ السلام ہیں یا اللہ تعالیٰ ہیں یہ پوری آیت پڑھیں پھر پتا چلے گا کہ ھو ضمیر کس کی طرف راجع ہے۔

اس لئے ہمیں ابھی تک ان کا پورا تعارف نہیں ہوا۔ میں نے اپنا پورا تعارف کروایا ہے۔ جیسے کوئی اپنا پورا تعارف کرواتا ہے۔ میں مسلم ہوں کافر کے مقابلے میں۔ اہل سنت ہوں اہل بدعت کے مقابلے میں۔ اور اجتہادی اختلاف میں حنفی ہوں شافعی کے مقابلے میں۔

(۱) الحجرات آیت ۱۳۔

(۲) الحج آیت ۷۸۔

یہ جو انہوں نے کہا ہے کہ میں مسلمین میں سے ہوں یہ تو فرعون نے بھی استعمال کیا تھا یہی عیسائیوں نے بھی استعمال کیا تھا۔

﴿واشهد باننا مسلمون﴾ (۱)

یہ لفظ اب کافروں کے خلاف استعمال ہوتا ہے۔ اگر یہ واضح کر دیں کہ یہ ہمیں کافر کہتے ہیں اور صرف اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ تو پھر تو یہ اتنا تعارف کرواتے رہیں۔ کیونکہ اگر یہ اسلام کا انکار کریں گے تو ہم ان کو کافر کہنے سے ڈریں گے نہیں۔ اگر یہ اہل سنت ہونے کا انکار کریں گے تو ہم ان کو اہل بدعت کہنے سے نہیں ڈریں گے۔ اگر یہ حنفیت کا انکار کریں گے تو ہم انہیں غیر مقلد کہیں گے۔

اس لئے ان کو چاہئے کہ جس طرح میں نے اپنا مکمل تعارف کروایا ہے اسی طرح یہ بھی مکمل تعارف کروائیں۔ یہ بھی واضح کریں کہ یہ کون سے مسلمان ہیں؟۔ وہ جو فرعون نے کہا تھا کہ انا من المسلمین اس میں سے ہیں۔ جو حواریوں نے کہا تھا اس میں سے ہیں۔ تو سب سے پہلے یہ اپنا مکمل تعارف کروائیں تا کہ بات شروع کی جاسکے۔

عثمانی مناظر۔

آپ نے اتنا لمبا تعارف کروایا ہے۔ ہم اپنا اتنا لمبا تعارف نہیں کرواسکتے۔ آپ ہمارا جو مسلک بھی سمجھتے ہیں سمجھ لیں۔ اور ہمارے اشکالات کے بارے میں جوابات دیں۔

آپ نے یہ پوچھا ہے کہ آپ کون سے مسلمین ہیں۔ فرعون والے ہیں یا عیسائیوں والے ہیں۔

تو جواب یہ ہے کہ میں وہی مسلمان ہوں کہ جس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔ میں اس طرز پر اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہوں۔

(۱). المائدہ آیت ۱۱۱.

میں اس سے زائد تعارف کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ آپ سے کوئی شخص اگر اپنا مکمل تعارف نہیں کرواتا تو کیا آپ اس سے گفتگو کریں گے یا نہیں؟۔ اگر آپ گفتگو کریں گے تو گفتگو شروع کریں۔ ورنہ آپ جو ارشاد فرمائیں۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

ہم گفتگو کافر سے بھی کریں گے، فاسق سے بھی کریں گے، جو بھی آیا اس سے کریں گے۔ ہم وہ نہیں ہیں کہ جو میدان چھوڑ کر بھاگ جائیں۔ لیکن آخر پتا تو چلے کہ آپ آخر کیا دلائل مانتے ہیں؟۔ کیونکہ بات بادلیل ہوتی ہے نہ کہ بے دلیل۔

میں نے اپنے دلائل بیان کر دئے ہیں کہ میں چار دلائل مانتا ہوں۔

نمبر ۱۔

کتاب اللہ۔

نمبر ۲۔

سنت رسول اللہ ﷺ۔

نمبر ۳۔

اجماع امت۔

نمبر ۴۔

قیاس۔

میں ان چار دلائل سے باہر نہیں نکلوں گا۔ آپ کو مجھ سے پوچھنے کا حق ہوگا کہ آپ نے جو یہ بات کی ہے کس دلیل سے کی ہے۔ اس لئے آپ بھی بتائیں کہ آپ کس دلیل سے بات کریں گے آپ کے ہاں دلیل ہے کون سی چیز ہے۔

عثمانی مناظر۔

ہمارے سوالات اتنے پیچیدہ نہیں ہیں کہ اس میں اس بات کی ضرورت پڑے کہ ہم اپنے

دلائل بیان کریں کہ ہم کون سی دلیل مانتے ہیں۔ ہمارے سوالات کے جوابات آپ کو ہاں یا ناں میں دینے پڑیں گے آپ کے جواب پر ہم یہ نہیں کہیں گے کہ یہ قرآن کے خلاف ہے یا حدیث کے خلاف ہے یا اجماع کے خلاف ہے یا قیاس کے خلاف ہے۔ ہمیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ ہمارے سوال کے متعلق آپ حضرات کا یہ رویہ ہے اور آپ کا یہ نظریہ ہے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

ہمارے بارے میں تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ ہم کن دلائل کو مانتے ہیں لیکن آپ کے بارے میں ہمیں کچھ بھی معلوم نہیں ہے کہ آپ کے دلائل کیا ہیں۔ مجھے کیا معلوم کہ آپ بحیثیت عیسائی مجھ سے سوال کریں گے یا منکر قرآن ہونے کی حیثیت سے سوال کریں گے۔ حدیث کے منکر ہونے کے لحاظ سے سوال کریں گے یا اجماع اور قیاس کے منکر ہونے کی حیثیت سے سوال کریں گے۔

کیونکہ میں نے بتایا ہے کہ جو نبی ﷺ کا منکر ہے وہ کافر ہے۔ اور جو اجماع کا منکر ہے وہ جہنمی ہے۔ اور جو قیاس کا انکار کرتا ہے وہ لامذہب غیر مقلد ہے۔

اس لئے میں چونکہ بتا چکا ہوں کہ میں اہل سنت حنفی ہوں۔ آپ بھی بتائیں کہ آپ کون سی دلیل پیش کریں گے اور کس قسم کی دلیل مانیں گے۔ اور کس قسم کی دلیل نہیں مانیں گے۔ تاکہ بات اس نہج پر کی جائے۔

عثمانی مناظر۔

میں آپ کو کیسے کہوں کہ میں اہل سنت ہوں یا میں وہابی ہوں یا میں بریلوی ہوں۔ اس لئے کہ یہ جتنے مسالک ہیں یہ آپ ﷺ کے دور کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔

اگر فرقہ بندی کوئی ضروری چیز تھی جیسا کہ آپ نے مثال دی پاکستانی یا ملتانی ہونے کی میری یہ عرض ہے کہ کیا اسلام میں اس چیز کی گنجائش ہے کہ آپ مسلمان ہونے کے باوجود فرقوں میں بٹ جائیں اور پھر ان فرقوں پر آپ نازاں رہیں۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

آپ ذرا فرقے کی تعریف فرمادیں کہ فرقہ کس کو کہتے ہیں۔

عثمانی مناظر۔

فرقہ ایک معروف لفظ ہے ہر ایک کو سمجھ آ سکتا ہے اس لئے اس کی تعریف کرنے کوئی ضرورت نہیں۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

فرقے اور مذہب میں آپ کیا فرق سمجھتے ہیں۔

عثمانی مناظر۔

ابھی آپ نے خود کہا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بہتر یا تہتر فرقے ہوں گے۔ ان میں سے ایک جنتی ہوگا باقی جہنمی ہوں گے۔ جو ناجی فرقہ ہے وہ اہل سنت ہے۔ آپ نے خود ہی یہ بات تسلیم کرلی ہے کہ آپ ایک فرقہ ہیں۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

جو اہل سنت کے علاوہ ہیں وہ فرقے ہیں۔ آپ یہ بتائیں کہ فرقے کا مطلب کیا ہے۔

عثمانی مناظر۔

فرقہ کا مطلب کوئی مشکل نہیں ہے کہ بیان کیا جائے ہر ایک کو معلوم ہے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

جب آپ آسان چیز ہی نہیں بتا سکتے تو مشکل چیز کیا بتائیں گے۔

ہمارا مذہب حنفی ہے۔ مذہب عربی زبان کا لفظ ہے۔ مذہب کا معنی ہوتا ہے راستہ۔ راستہ منزل سے ملانے کے لئے ہوتا ہے اور فرقہ منزل سے کاٹنے کے لئے ہوتا ہے۔

اس لئے ہم چار مذاہب ہیں۔

نمبر۱۔حنفی۔ نمبر۲۔مالکی۔

نمبر۳۔شافعی۔ نمبر۴۔حنبلی۔

فرقہ وہ ہوتا ہے جو صحابہ ﷺ سے کاٹنے والا اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے کاٹنے والا آئمہ اربعہ سے کاٹنے والا ہو۔ اور مذہب وہ ہے جو ان سے ملانے والا ہو۔

اور ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور صحابہ ﷺ یا آئمہ اربعہ رحمھم اللہ سے کٹے ہوئے نہیں ہیں۔ اس لئے میں نے پہلے ہی یہ بات واضح کردی ہے کہ میں قرآن کا مطلب اپنی طرف سے بیان ہرگز نہیں کروں گا۔ کیونکہ میرے خدا نے صرف قرآن ہی نازل نہیں کیا بلکہ قرآن کے معلم ﷺ کو بھی ساتھ بھیجا۔ اور پھر معلم قرآن ﷺ نے صحابہ کرام ﷺ کو یہ قرآن سکھایا ہے۔ اور وہ چیزیں مفسرین نے اپنی تفاسیر میں جمع فرمادی ہیں۔

اس لئے میں قرآن پاک کو کوئی لاوارث کتاب نہیں سمجھتا کہ یہ نازل تو چودہ سو سال پہلے ہوئی ہے اور اس کا مطلب چودہ سو سال کسی کو سمجھ آیا ہی نہیں۔

میرا عقیدہ یہی ہے کہ جن لوگوں نے ہمیں قرآن پاک کے الفاظ پہنچائے ہیں۔ انہوں نے ہمیں قرآن پاک کا مطلب بھی پورا پورا پہنچادیا ہے۔

تو نبی اکرم ﷺ کی طرف نسبت کر کے ہم اپنے آپ کو اہل سنت کہتے ہیں کیونکہ آپ ﷺ نے خود اپنے طریقے کا نام سنت رکھا ہے اور فرمایا۔

علیکم بسنتی و سنت خلفاء الراشدین.[1]

---

(۱). علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین تمسکوا بها عضوا علیها بالنواجز. (ابن ماجه ص۵، مستدرک حاکم ص۹۵ ج۱)

حدثنا احمد بن حنبل نا الولید بن مسلم نا ثور بن یزید حدثنی خالد بن معدان حدثنی عبدالرحمن بن عمرو السلمی وحجر

جس وقت آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا تو کوئی بھی فاضل مخاطب جیسا آدمی وہاں موجود نہیں تھا جو آپ ﷺ پر یہ اعتراض کرتا کہ آپ ﷺ نے مسلمین کا لفظ چھوڑ کر سنت کا کیوں کہا ہے۔ پھر نبی اقدس ﷺ نے فرمایا۔

علیکم بالجماعة.[2]

بن حجر قالا اتینا العرباض بن ساریة وهو ممن نزل فیه ولا علی الذین اذا ما أتوک لتحملهم قلت لا اجد ما احملکم علیه فسلمنا وقلنا اتیناک زائرین و عائدین و مقتمسین فقال العرباض صلی بنا رسول الله ﷺ ذات یوم ثم قبل علینا فوعظنا موعظة بلیغة ذرفت منها العیون ووجلت منها القلوب فقال قائل یا رسول الله ﷺ کان هذه الموعظة مودع فماذا تعهد علینا فقال اوصیکم بتقوی الله والسمع والطاعة وان عبدا حبشیا فانه من یعش منکم بعدی فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهتدین تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجذ ایاکم والمحدثات الامور فان کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة (ابو داؤد ص۶۳۵ ج۲)

(۲). عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله ﷺ ان الشیطن ذئب الانسان کذئب الغنم یاخذ الشاة والقاصیة والناحیة وایاکم والشعاب وعلیکم بالجماعة والعامة رواه احمد. بحواله مشکوة)

حدثنا احمد بن منیع نا النضر بن اسماعیل ابو المغیرة عن محمد سوقة عن عبدالله بن دینار عن ابن عمر قال خطبنا عمر

کہ صحابہ کی جماعت کو لازم پکڑو تو ہمارے نام میں والجماعت اس لئے آرہا ہے۔

بالجابية فقال يا ايها الناس انى كنت فيكم كمقام رسول الله ﷺ فينا فقال اوصيكم باصحابى ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثم يفشو الكذب حتى يحلف الرجل ولا يستحلف و يشهد الشاهد ولا يستشهد الا لا يخلون الرجل بأمرأة الا كان ثالثهم الشيطان عليكم بالجماعة و اياكم والفرقة فان الشيطن مع الواحد وهو من الاثنين ابعد من اراد بحبوحة الجنة فليلزم الجماعة من سرته حسنة وساء ته سيئة فذالكم المؤمن هذا حديث حسن صحيح غريب من هذا لوجه وقد رواه ابن مبارك عن محمد بن سوقة وقد روى هذالحديث من غير وجه عن عمر عن النبى ﷺ. (ترمذى ص ۳۹ ج ۲)

حدثنا على بن حجر نا بقية بن الوليد عن بحير بن سعد عن خالد بن معدان عن عبدالرحمن بن عمرو السلمى عن العرباض بن سارية قال وعظنا رسول الله ﷺ يوما بعد الصلوة الغداة موعظة بليغة ذرفت منها العيون ووجلت منها القلوب فقال رجل ان هذه موعظة مودع فماذا تعهد الينا يا رسول الله ﷺ قال اوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة وان عبد حبشى فانه من يعش منكم يرى اختلافا كثيرا واياكم محدثات الامور فانها ضلالة فمن ادرك ذالك منكم فعليه بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ . هذا حديث حسن صحيح . (ترمذى ص ۹۶ ج ۱)

پھر نبی اقدس ﷺ نے حضرت معاذ ؓ کو یمن بھیجا تو یمن کے سارے لوگ عربی دان

حدثنا ابو العباس محمد بن يعقوب ثنا العباس بن محمد الدورى ثنا ابو عاصم ثنا ثور بن يزيد ثنا خالد بن معدان عن عبدالرحمن بن عمرو السلمى عن العرباض بن سارية قال صلى لنا رسول الله ﷺ صلوة الصبح ثم اقبل علينا فوعظنا موعظة وجلت منها القلوب . وذرفت منها العيون فقلنا يا رسول الله ﷺ كلها موعظة مودع فاوصينا قال اوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة وان امر عليكم عبد حبشى فانه من يعش منكم فسيرى اختلافا كثيرا فعليكم بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ و اياكم ومحدثات الامور فان كل بدعة ضلالة . هذا حديث صحيح ليس له علة . وقد احتج البخارى بعبدالرحمن بن عمرو وثور بن يزيد وروى هذالحديث فى اول كتاب الاعتصام بالسنة والذى عندى انهما رحمها الله توهما انه ليس له راو عن خالد بن معدان غير ثور بن يزيد وقد رواه محمد بن ابراهيم ابن الحارث المخرج حديثه فى الصحيحين عن خالد بن معدان .

﴿حدثنا﴾ ابو عبدالله الحسين بن الحسن بن ايوب ثنا ابو حاتم محمد بن الادريس الحنظلى ثنا عبدالله بن يوسف التنيسى ثنا الليث عن يزيد بن الهاد عن محمد بن ابراهيم عن خالد بن معدان عن عبدالرحمن بن عمرو عن العرباض بن سارية من بنى سليم من اهل الصفة قال خرج علينا رسول الله ﷺ يوما فقام

تھے۔ جو اللہ کے نبی ﷺ سے قرآن کا مطلب سمجھ کر گئے تھے۔ سب اہل یمن عربی دان تھے اس

﴿ومنهم﴾ يحيىٰ بن ابى المطاع القرشى (حدثنا) ابو العباس
محمد بن يعقوب ثنا احمد بن عيسى بن زيد التنيسى ثنا عمرو
بن ابى سلمة التنيسى انبأ عبدالله بن العلاء بن زيد عن يحيىٰ بن
ابى المطاع قال سمعت العرباض بن سارية السلمى يقول قام
فينا رسول الله ﷺ ذات غدات فوعظنا موعظة وجلت منها
القلوب وزرفت منها الاعين قال فقلنا يا رسول الله ﷺ قد
وعظتنا موعظة مودع فاعهد الينا قال عليكم بتقوى الله اظنه قال
والسمع والطاعة وسترى من بعدى اختلافا شديدا او كثيرا
فعليكم بسنتى وسنة الخلفاء المهديين عضوا عليها بالنواجذ
واياكم والمحدثات فان كل بدعة ضلالة. (مستدرک ص۹۵ ج۱)

﴿ثور﴾ عن خالد بن معدان عن عبدالرحمن بن عمرو السلمى
عن العرباض قال صلىٰ لنا رسول الله ﷺ صلوة الصبح ثم اقبل
علينا فوعظنا موعظة وجلت منه القلوب وزرفت منها العيون
فقلنا يا رسول الله ﷺ كانها موعظة مودع فاوصينا قال
اوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة وان امر عليكم عبدا
حبشيا فانه من يعش منكم فسيرىٰ اختلافا كثيرا فعليكم بسنتى
وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ واياكم
و محدثات الامور فان كل بدعة ضلالة. صحيح ليس له علة.

﴿وحدثناه﴾ الحسين بن حسن بن ايوب ثنا ابو حاتم ثنا عبدالله
بن يوسف ثنا الليث عن ابن الهاد عن محمد بن ابراهيم عن

کے باوجود پورے یمن میں صرف حضرت معاذؓ نبی اکرم ﷺ کی تشریحات اوراپنے
اجتہادات بیان فرماتے تھے۔ ان کی راہنمائی میں وہ سارے لوگ کتاب وسنت پر عمل کرتے
تھے۔

خالد بن معدان عن عبدالرحمن بن عمرو عن العرباض قال
خرج علينا رسول الله ﷺ يوما فقال فوعظ الناس ورغبهم
وحذرهم وقال ما شاء الله ان يقول ثم قال اعبدوا الله ولا تشركو
به شيئا واطيعوا من ولاه الله امركم ولا تنازعوا الامراء اهله ولو
كان عبدا السود وعليكم بما تعرفون من سنت نبيكم والخلفاء
الراشدين المهديين وعضوا على نواجذكم بالحق. على
شرطهما ولا اعرف له علة. (تلخيص مستدرک للذهبیؒ
ص۹۵-۹۶-۹۷ ج۱)

﴿اخبرنا﴾ ابو عاصم انا ثور بن يزيد حدثنى خالد بن معدان عن
عبدالرحمن بن عمرو، عن عرباض بن سارية قال صلى لنا
رسول الله ﷺ صلوة الفجر ثم وعظنا موعظة بليغة ذرفت منها
العيون ووجلت منها القلوب فقال قائل يا رسول الله ﷺ كانها
موعظة مودع فاوصينا فقال اوصيكم بتقوى الله والسمع
والطاعة وان كان عبدا حبشيا فانه من يعش منكم بعدى
فسيرى اختلافا كثيرا فعليكم بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين
المهديين عضوا عليها بالنواجذ واياكم والمحدثات فان كل
محدثة بدعة. وقال ابو عاصم مرة. واياكم ومحدثات الامور،
فان كل بدعة ضلالة.

تو چونکہ ہم سنت کو مانتے ہیں اس لئے اپنے آپ کو اہل سنت کہتے ہیں۔ اور یہ لوگ جو اپنے آپ کو اہل سنت کہنے کے لئے تیار نہیں تو صاف پتا چلا کہ یہ سنت کو نہیں مانتے اس لئے اہل سنت کہلانے کے لئے تیار نہیں۔ جب یہ سنت کو ہی نہیں مانتے تو پھر باقی اشکالات کی ضرورت نہیں ہے۔

کیونکہ یہ بات میں پہلے بتا چکا ہوں کہ جو سنت کا انکار کرتا ہے وہ مومن نہیں ہے۔ مسلم بھی نہیں ہے۔ مسلم وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ دونوں پر ایمان رکھتا ہو۔

ہم سنت کو بھی مانتے ہیں اور پھر اس کے بعد جو مسائل پھیلتے ہیں۔ جیسے دنیا میں جب مسائل پھیلتے ہیں تو اس کا حل ایجادات ہوتا ہے کہ ایک ایجاد کرتا ہے اور باقیوں کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔ جیسے ایک نے ہوائی جہاز ایجاد کر دیا اور باقیوں کی اس سے ضرورت پوری ہو گئی۔ اور دین کے مسائل جب پھیلتے ہیں تو اس کو اجتہاد کے ذریعے حل کیا جاتا ہے۔

مجتہدین ان مسائل کا حل تلاش کرتے ہیں اور باقی لوگ ان پر عمل کر لیتے ہیں۔

جیسے موجد کو کوئی خدا نہیں کہتا اور ایجاد شدہ چیزوں کے استعمال کرنے والوں پر یہ اعتراض نہیں کرتا کہ تم نے موجد کو خدا سمجھ رکھا ہے؟۔ اسی طرح مجتہد کو کوئی خدا اور رسول نہیں سمجھتا۔ ہاں خدا اور رسول کی باتوں کا پورا ماہر سمجھتا ہے۔ اور اس کی مہارت اتنی مسلمہ ہے کہ آج تک امت اس کو تسلیم کرتی آرہی ہے۔ اور اس بات پر امت کا اجماع ہے۔

جو آدمی صحیح النسب ہو وہ اپنا نسب کبھی نہیں چھپاتا۔ یہ جو میرے مخاطب نے کہا تھا کہ حضرت ﷺ کے زمانے میں حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی نہیں تھے۔ تو اس کا جواب ایک مثال سے سمجھیں کہ اگر آپ سے کوئی سیدنا آدم علیہ السلام کے بارے میں پوچھے کہ وہ سید تھے، راجپوت تھے، آرائیں تھے یا پٹھان تھے۔ تو یہ آرائیں راجپوت تو بعد میں تعارف کروانے کے لئے ہوا کہ جب قبیلے بڑھتے گئے تو تعارف ان ناموں سے ہونے لگا۔ اگر چہ سیدنا آدم علیہ السلام نے اپنے آپ کو کبھی راجپوت نہیں کہا۔ لیکن سارے راجپوت یقیناً سیدنا آدم علیہ السلام کی ہی اولاد میں سے ہیں۔ اور

راجپوت کہلانے سے کوئی یہ نہیں سمجھتا کہ یہ آدم کا بیٹا نہیں رہا کسی اور نسل میں چلا گیا ہے۔

میرے فاضل مخاطب شاید سمجھتے ہوں اور تو کوئی نہیں سمجھتا۔ اگر چہ سیدنا آدم علیہ السلام نے اپنے آپ کو کبھی پٹھان نہیں کہلوایا لیکن سارے پٹھان یقیناً سیدنا آدمؑ کی اولاد میں سے ہیں۔

میں نے آج تک کوئی انسان نہیں دیکھا جو کسی کو پٹھان کہلوانے کی وجہ سے یہ کہے کہ یہ انسان نہیں رہا۔ یہ اولاد آدمؑ نہیں رہا۔ اس لئے ہم اپنا پورا تعارف کرواتے ہیں ہماری اعلیٰ نسبت اہل سنت ہے پھر والجماعت پھر حنفی ہے۔ الحمد للہ اس میں کوئی نسبت داغدار نہیں۔

اب دیکھیں جو عورت خاوند والی ہے پاکدامن ہے اپنے ہی گھر میں رہتی ہے وہ اپنا تعارف یہ کروائے گی کہ میں فلاں کی بیوی ہوں۔ لیکن جس کا کوئی خاوند ہے ہی نہیں بازار حسن میں بیٹھی ہے تو وہ یہ کہہ دے گی کہ میں اللہ کی بندی ہوں۔ اب اگر چہ وہ نسبت تو اپنی اونچی بیان کر رہی ہے لیکن وہ اپنی اس نسبت میں اپنی زندگی کے سارے کارنامے چھپا رہی ہے۔

ہماری نسبت داغدار نہیں ہے کہ ہم اس کو چھپائیں اس لئے ہم مسلم ہیں کافر کے مقابلے میں، اہل سنت ہیں اہل بدعت کے مقابلے میں، والجماعت ہیں صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کو ماننے کی وجہ سے، اور حنفی ہیں سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ کے اجتہادات کو ماننے کی وجہ سے۔ تو جس طرح ہم اپنے نسب کو چھپانے کے لئے تیار نہیں کیونکہ ہمارا نسب داغدار نہیں۔ اسی طرح ہم اپنی نسبت کو بھی چھپانے کے لئے بھی تیار نہیں۔

اس لئے جو آدمی اپنا تعارف ہی نہیں کروا سکتا کہ وہ ہے کون۔ اس سے بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں اس لئے کہ وہ بات کو سمجھ ہی نہیں سکے گا۔

ہاں اگر کچھ کہہ دے اگر چہ صرف یہ کہہ دے کہ میں فقط قرآن مانتا ہوں تو بات شروع کی جا سکتی ہے۔ سنت اور حدیث کو نہیں مانتا۔ تو بات شروع کی جا سکتی ہے۔ اور میں یہ قرآن سے ہی پوچھ لوں گا کہ قرآن میں تو آتا ہے۔

﴿اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول﴾.[1]

کہ نبی ﷺ پر ایمان لاؤ۔

تو یہ قرآن سے ہی آیت پڑھ کر سنا دیں کہ اللہ نے فرمایا ہو کہ نبی پر ایمان لانا ضروری نہیں۔ میں نے جس طرح قرآن پاک سے ثابت کیا کہ اجماع کی اطاعت ضروری ہے اور میں نے قرآن پاک کی آیت سنا دی کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو سبیل مؤمنین سے کٹتا ہے وہ جہنمی ہے۔ یہ اگر قرآن سے کوئی آیت سنا دیں کہ جو اجماع کو مانتا ہے وہ جہنمی ہے۔ میں نے قرآن کی آیت۔

﴿فاعتبروا یا اولی الابصار﴾[2]

پڑھی اے صاحب بصیرت لوگو قیاس کرو۔

یہ اگر کوئی بیت پڑھ دیں کہ جس میں یہ ہو کہ قیاس کرنا جرم ہے پھر تو ہم مان جائیں گے۔

لیکن پہلے پتا تو چلے کہ یہ صاحب ہیں کون۔ کیا مانتے ہیں کیا نہیں مانتے۔

عثمانی مناظر۔

جیسے مولانا صاحب نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ والی حدیث پڑھی کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اے معاذ تم کیسے فیصلہ کرو گے تو انہوں نے فرمایا قرآن پاک سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم قرآن پاک سے نہ پاؤ تو اس پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔

اسی طرح ہم بھی اس ترتیب سے یہ دلائل مان لیتے ہیں کہ پہلے قرآن، اگر اس میں نہ ہو تو پھر سنت، اگر اس میں بھی نہ ہو تو پھر قیاس۔

لیکن اس کے ساتھ میں یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ ہمارا تعارف خواہ مکمل ہوا یا نہیں آپ کے

(۱)۔ النساء آیت ۵۹۔

(۲)۔ الحشر آیت ۲۔

نزدیک ہم کافر ہیں یا کچھ اور۔ اس بات کو آپ رہنے دیں۔ اگر آپ کے سامنے کوئی کافر یا بازاری عورت آ کر بیٹھ جائے تو اس کافر یا اس بازاری عورت سے آپ بات کرنا پسند کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر کرتے ہیں تو ہم سے بھی کریں۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

ہم اس کافر سے بھی بات کرنا شروع کر دیں گے۔ لیکن آپ تو حدیث معاذ رضی اللہ عنہ سے بھی جاہل نکلے اس کو بھی نہ سمجھ سکے کہ حدیث معاذ رضی اللہ عنہ میں جو ترتیب ہے وہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے لئے تھی نہ کہ اہل یمن کے لئے۔

میں نے پہلے ہی یہ بات واضح کر دی تھی جسے آپ نہ سمجھ سکے کہ یہ ترتیب کہ پہلا نمبر قرآن کریم کا ہے۔ دوسرا سنت رسول اللہ کا۔ یہ ترتیب مجتہد کے لئے ہے نہ کہ غیر مجتہد کے لئے۔ یمن والوں کے لئے یہ نمبر نہیں تھا وہ صرف حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے پوچھتے تھے۔ تو اگر آپ میرے سامنے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی طرح مجتہد بن کے بیٹھے ہیں تو مجھے پہلے مجتہد کی تعریف سنا دیں اور اجتہاد کی شرائط سنا دیں تاکہ میں آپ کو مجتہد سمجھ کر آپ سے بات کروں۔

عثمانی مناظر۔

آپ ہمیں کچھ بھی سمجھیں بات شروع کریں۔ میں نے پہلے کہہ دیا کہ میں نہ مجتہد ہوں نہ عالم ہوں۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

پھر آپ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی طرح کیوں بنے۔

عثمانی مناظر۔

پھر آپ نے حدیث معاذ رضی اللہ عنہ کیوں پڑھی۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

آپ کو ان لوگوں میں داخل کرنے کے لئے جو حضرت معاذؓ کی تقلید کرتے تھے میں نے آپ کو مجتہد نہیں مانا۔

عثمانی مناظر۔

آپ ہماری بات کا جواب دیں خواہ قرآن سے یا حدیث سے اجماع سے یا قیاس سے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

آپ نے نماز کہاں سے لی ہے۔

عثمانی مناظر۔

آپ جو دلیل بھی دیں میں مانوں گا۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

مجھے بھی تو پتا چلے کہ آپ نماز پڑھتے ہیں یا نہیں۔

عثمانی مناظر۔

میں اس کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھتا۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

آپ بات چھپا کیوں رہے ہیں؟۔ جبکہ قرآن میں ہے کہ بات کو چھپانا یہودیوں کی عادت تھی۔ میں نے بات چھپائی نہیں میں نے بتا دیا کہ میں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع امت اور قیاس کو مانتا ہوں۔آپ بھی بتائیں۔

عثمانی مناظر۔

آپ اصل موضوع سے ہٹنے کے لئے بات الجھا رہے ہیں۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

اصل موضوع کیا ہے۔

عثمانی مناظر۔

یہ قرآن ہے آپ بتائیں کہ کیا قرآن میں تضاد ہے یا نہیں؟۔ کیا آپ تضاد اور اختلاف کو تسلیم کرتے ہیں؟۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ۔

﴿ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافاً كثيراً﴾[1]

کہ اگر یہ غیر کی طرف سے ہوتا تو اس میں کثیر اختلاف ہوتا۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ قرآن میں ایک جگہ ہے۔

﴿يوم كان مقداره خمسين الف سنة﴾.[2]

کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہے۔

دوسری جگہ ہے۔

﴿يوم كان مقداره الف سنة مما تعدون﴾.[3]

کہ ہزار سال کا ہے۔

(۱)۔النساء آیت ۸۲۔

(۲)۔سورۃ المعارج آیت ۴۔

(۳)۔سورۃ السجدۃ آیت ۵۔

تو آپ اس کا جواب دیں تا کہ پتا چلے کہ آپ کو کتنا قرآن آتا ہے۔

عثمانی مناظر۔

جو لوگ قرآن میں نسخ مانتے ہیں وہ تضاد بھی مانتے ہیں۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

نسخ اور تضاد جدا جدا چیزیں ہیں۔

عثمانی مناظر۔

کیا آپ تضاد مانتے ہیں یا نہیں؟۔ اگر نہیں تو واضح کریں تا کہ میں اگلا سوال کروں۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

اہل سنت تضاد کے قائل نہیں ہیں۔ آپ کو کیا قرآن آتا بھی ہے یا نہیں؟۔ آپ کو قرآن نہیں آتا کیونکہ ایک جگہ ہزار سال کا دن کہا گیا ہے دوسری جگہ قیامت کو پچاس ہزار سال کا دن کہا گیا ہے۔

ایک جگہ ہے۔

﴿قل ائنکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین و تجعلون له انداداً ذالک رب العلمین وجعل فیها رواسی من فوقها وبٰرک فیها و قدر فیها اقواتها فی اربعة ایام سواء للسائلین. ثم استوی الی السماء وهی دخان﴾ الخ.(۱)

کہ زمین پہلے بنائی آسمان بعد میں بنایا۔

دوسری جگہ ہے۔

﴿رفع سمکها فسوٰها و اغطش لیلها واخرج

(۱)۔ سورۃ حم السجدۃ آیت ۹ تا ۱۱۔

ضحٰها. والارض بعد ذالک دحٰها﴾

کہ آسمان پہلے بنایا گیا زمین بعد میں بنائی گئی۔

ذرا ان دونوں آیتوں کے بارے میں مجھے سمجھائیں تا کہ مجھے معلوم ہو کہ آپ کو قرآن آتا ہے۔

عثمانی مناظر۔

آپ جتنی بھی آیات بتائیں ہم ان کا شافی جواب دیں گے۔ لیکن اس سے قبل یہ طے ہونا ضروری ہے کہ آپ قرآن کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتے ہیں۔

آپ اپنے آپ کو احناف میں سے شمار کر رہے ہیں اور اس پر نازاں بھی ہیں۔ احناف کے بہت بڑے عالم ملا جیون لکھتے ہیں۔

جب دو آیات کا تضاد نا قابل تطبیق ہو تو دونوں ہی ساقط ہو جائیں گی۔ بحوالہ نور الانوار۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

آپ نور الانوار سے یہ حوالہ تلاش کر دیں (بسیار تلاش کے بعد بھی عثمانی مناظر کو یہ حوالہ نہ مل سکا)۔ آپ بتائیں کہ آپ نے اس میں کیا پڑھا تھا؟۔ کیا آپ نے پورا حوالہ پڑھا تھا یا ادھورا۔

جیسے کسی سے کسی نے پوچھا کہ تجھے قرآن کا کون سا حکم پسند ہے۔ اس نے کہا۔

﴿لاتقربوا الصلوة﴾.

اور۔

﴿کلوا واشربوا﴾

ولا وہ کہتا ہے کہ آگے۔ ولا تسرفوا والا بھی ہے تو کہتا ہے کہ سارے قرآن پر تیرا باپ عمل کر سکتا ہے۔

عثمانی مناظر۔

آپ نے جیسے کہا کہ قرآن میں تضاد نہیں ہے۔ تو میں پوچھتا ہوں کہ قرآن میں پھر نسخ کہاں سے آجاتا ہے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

قرآن خود کہتا ہے۔

﴿ما ننسخ من اية او ننسها نأت بخير منها او مثلها﴾ الخ

(سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۰۶)

کہ ہم کسی آیت کو نہ تو منسوخ کرتے ہیں نہ بھلاتے ہیں مگر اس سے بہتر یا اس کی مثل لاتے ہیں۔

اب آپ بھی اس کا ترجمہ کردیں تاکہ آپ کے ذہن میں اچھی طرح نقش ہو جائے۔ اور نیز یہ بھی بتادیں کہ نسخ کا معنی کیا ہے۔

عثمانی مناظر۔

شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے کہ متقدمین اس کا لغوی معنی لیتے تھے اور متاخرین نے اس کا اور معنی لیا ہے۔ لغوی معنی یہ لیتے تھے کہ ایک چیز کا ازالہ دوسری چیز سے۔

بعد میں جو لوگ آئے تو انہوں نے سمجھا کہ پہلی چیز کلیتاً ختم اور اس کی جگہ پر دوسری چیز آگئی۔ میرا سوال یہ ہے کہ آپ نے نسخ کی جو آیت پڑھی ہے اس میں اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ ہم خود منسوخ کردیں یا بھلوادیں۔ تو اس کے بعد ہم اس سے بہتر یا اس جیسا حکم لے آتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی حکم منسوخ کیا ہوگا اور اس کا ناسخ بھیجا ہوگا۔ اور اس کے بعد آنحضرت ﷺ کے دور کے بعد کیا کوئی ایسا شخص ہے کہ جس کو یہ کہنے کا حق ہے کہ یہ آیت

منسوخ ہے یا کوئی ایسا شخص ہے کہ جو منسوخ کو ناسخ بتلادے۔ تو میرا سوال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے کتنی آیات کو منسوخ کہا؟۔ آپ وہ آیات بتادیں اس کے بعد بھی لوگوں نے منسوخ کیا ہے۔ میری مراد ابن عربی سے قبل متقدمین ہیں کہ شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے پانچ سو آیات کو منسوخ کیا۔

اس کے بعد ابن عربی کے حوالے سے امام سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ صرف اکیس منسوخ ہیں اس کے بعد شاہ ولی اللہؒ نے فرمایا ہے کہ مجھے ان میں سے سولہ میں کلام ہے۔ اور سولہ کی وضاحت فرمائی اور فرمایا کہ صرف پانچ منسوخ ہیں اور اس کے بعد کچھ لوگ آئے جنہوں نے اس کا بھی جواب دے دیا اور اس میں دیوبند کے اکابرین بھی شامل ہیں۔

میرا سوال یہ ہے کہ ان لوگوں کو یہ حق کس نے دیا تھا کہ ان آیات کو گھٹائیں اور بڑھائیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے خود ہی منسوخ کیا تھا تو اس کی تعداد متعین ہونی چاہئے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

سب سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ نسخ کس کو کہتے ہیں۔ نسخ کہتے ہیں بیان مدت کو کہ اللہ تعالیٰ ایک حکم دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات ہوتی ہے کہ اس وقت تک کے لئے یہ حکم ہے۔

اس کو ایک مثال سے سمجھیں۔ جیسے ایک نزلے کا مریض ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے وہ دیکھتا ہے کہ اس کا نزلہ بہہ رہا ہے تو وہ پہلے اس کو منزل دے گا تاکہ نزلہ پک جائے پھر مسہل دے گا تاکہ اب بہنے لگے۔

جب اس نے منزل دیا تھا تو اس وقت اس کے علم میں یہ بات تھی کہ تین چار دن اس کو یہ پلانا ہے پھر اس کو مسہل دینا ہے۔ تاکہ گندہ مادہ پک کر خارج ہو جائے اب اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کو پہلے علم نہیں تھا بلکہ یہ اس کے وسعت علم کی دلیل ہے۔ تو اب جب دست لگیں گے تو کمزوری بھی ہوگی تو وہ اس کو کوئی ایسی دوائی دے گا جس سے وہ کمزوری ختم ہو جائے جو دست وغیرہ لگنے سے پیدا ہوئی۔ اب اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حکیم کو علم نہیں تھا اس لئے وہ دوائیں

تبدیل کرتا رہا ہے۔ بلکہ اس کو پہلے سے علم تھا کہ پانچ دن یہ دوائی دینی ہے چار دن یہ۔ اب دوائی کا تبدیل کرنا حکیم کے وسعت علم کی دلیل ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے احکامات ایک تو دائمی ہیں ان میں نسخ ہے ہی نہیں۔ عقائد میں نسخ نہیں ہے۔ کسی نبی نے یہ تو نہیں کہا کہ دس نبی تو کہتے ہوں کہ ایک خدا ہے اور ایک نبی آ کر یہ کہ دے کہ خدا دو ہیں۔ احکام مؤبدہ میں بھی نسخ نہیں ہے۔ جیسے ماں سے نکاح کرنا ہمیشہ سے حرام ہے اس میں نسخ نہیں ہے۔ ایسے احکامات جو زمانے کے اعتبار سے بدلنے والے تھے ان میں کچھ نسخ ہے۔

اور یہ بات یہ خود مان چکے ہیں کہ نسخ کی دو تعریفیں متقدمین اور متاخرین میں ہیں۔ ان میں آپس میں کوئی جھگڑا نہیں ہے۔

مثال۔

جیسے قرآن پاک میں یہ آیت ہے۔

﴿وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين﴾

(بقرۃ آیت ۱۸۴)

کہ جو روزے کی طاقت رکھتے ہیں وہ فدیہ دے دیں۔ اب اس آیت کے متعلق ایک مفسر یہ کہتا ہے کہ یہ منسوخ ہے۔ آگے قرآن پاک میں ہے۔

﴿فمن شهد منكم الشهر فليصمه﴾

(بقرۃ آیت ۱۸۵)

سے کہ من عام ہے اس لئے سب کو روزے کا حکم ہے اور اس کا حکم منسوخ ہو گیا۔

اب فدیہ نہیں دے سکتا روزہ ہی رکھنا پڑے گا۔

دوسرے مفسر نے دیکھا کہ ایک شخصیت ایسی ہے جس کے متعلق اس حکم کو باقی رکھا جا سکتا ہے۔ وہ ایسا بوڑھا ہے جس کے تندرست ہونے کی امید نہیں ہے۔ اسے شیخ فانی کہتے ہیں۔ کیونکہ

اب وہ روزہ رکھ ہی نہیں سکتا۔ تو اس کے لئے اجازت ہے کہ وہ فدیہ دے دے۔ اور یہ حکم احادیث میں بھی آیا ہے کہ شیخ فانی فدیہ دے دے۔ اس لئے اس مفسر نے کہ دیا کہ ایسے شخص کے لئے اس کا حکم باقی ہے۔

اب جو مفسر اس کو منسوخ کہتا ہے شیخ فانی کے بارے میں وہ بھی یہی کہتا ہے۔ اصل میں تعبیرات کا اختلاف ہے اس میں مسائل کا سرے سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جیسے میرے فاضل مطلب یہاں آئے یہاں آنے میں اتفاق ہے۔ اب یہ سائیکل پر آئے ہیں یا موٹر سائیکل پر یا رکشہ پر اس میں اختلاف ہے۔ اب اس میں ان کے یہاں آنے کے بارے میں کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوا نہ کوئی تضاد پیدا ہوا ہے۔

اسی طرح تہجد کے بارے میں پہلے حکم نازل ہوا کہ رات کا کچھ حصہ پڑھو پھر حکم نازل ہوا۔

﴿فاقرؤا ما تيسر من القرآن﴾.

چونکہ اللہ کے نبی ﷺ نے تہجد کے فضائل پھر بھی بیان فرمائے اس لئے ایک مفسر کہتا ہے کہ یہ منسوخ ہو گئی دوسرا اس کے منسوخ ہونے کی تشریح کر دیتا ہے کہ منسوخ ہونے کا صرف اتنا مطلب ہے کہ اس کی فرضیت باقی نہیں رہی لیکن اس کا نفل ہونا باقی ہے۔

تو امام سیوطی، ابن عربی، شاہ ولی اللہ جن میں آپ تضاد نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں ایک مسئلہ ہی نکال دیں کہ اس میں ان کا اختلاف ہو۔ قطعاً کسی ایک مسئلے میں بھی ان کا تضاد نہیں ہے۔

یہ ان کی علمی باتیں ہیں کہ اگر یہاں نسخ کا پہلا معنی مراد لیا جائے تو نسخ ہو گا۔ اگر دوسرا معنی مراد لیا جائے تو نسخ نہیں ہو گا تو اصل مقصد کی طرف چلو اور ان اختلافات کے پیچھے نہ پڑو۔

عثمانی مناظر۔

آپ یہ بتائیں کہ نسخ کی اتھارٹی اللہ تعالیٰ کے پاس ہی ہے یا مفسرین کے پاس بھی یہ اتھارٹی ہے۔ دوسرا آپ کا یہ کہنا کہ کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ جنہوں نے پانچ کو باقی رکھا اور جو اس

سے پہلے گزر گئے ہیں ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اب یہ سمجھا دیں کہ ان میں کیسے اختلاف نہیں ہے۔ جبکہ حضرت شاہ ولی اللہ کے بعد مولانا عبید اللہ سندھیؒ اور ان جیسے دوسرے محققین نے ان پانچ کا جواب دے دیا۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جب حضرت شاہ ولی اللہؒ سولہ کا جواب دے سکتے ہیں تو باقی پانچ کا کوئی اور جواب کیوں نہیں دے سکتا۔ آپ کہتے ہیں کہ ان میں اختلاف نہیں ہے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ

میں بار بار آپ سے پوچھ رہا ہوں کہ آپ ایک مسئلہ ہی ایسا نکال دیں جن میں ان کا آپس میں اختلاف ہوا ہو نہ بائیس میں نہ سولہ میں نہ پانچ میں بلکہ صرف ایک میں ہی اختلاف ثابت کر دیں۔ دیدہ باید۔

یہ جو اختلاف ان کے درمیان ہے وہ تعبیرات کا اختلاف ہے یہ اختلاف عنوان ہوتا ہے اختلاف معنون نہیں ہوتا۔ اصل مقصد معنون ہوتا ہے عنوانات اور تعبیرات اصل مقصد نہیں ہوتے۔ آپ پانچ سو نہیں، بائیس نہیں، سولہ نہیں، پانچ نہیں صرف ایک مسئلہ ایسا پیش کر دیں کہ ابن عربی یا سیوطی نے اسے حرام قرار دے دیا ہو نسخ کی وجہ سے اور اس نے واجب قرار دے دیا ہو۔

اصل بات یہ ہے کہ آپ نے بات تضاد سے چلائی تھی ان میں آپس میں قطعاً کوئی تضاد نہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ مدت نسخ بیان کرنے کا حق صرف ذات باری تعالیٰ کو ہی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے نبی کریم ﷺ کو ہم اللہ تعالیٰ کی بات کی ہی تفصیل بیان کرنے والا سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿الرحمن علم القرآن﴾

رحمن نے خود قرآن نبی اقدس ﷺ کو سمجھایا دوسری جگہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿ان علینا جمعه وقرانه﴾

(القیمۃ آیت ۱۷)

﴿ثم ان علینا بیانه﴾

(القیمۃ آیت ۱۹)

کہ ہم ہی قرآن تیرے سینے میں جمع کریں گے اور اس کا مطلب بھی تجھے سمجھا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قدر سمجھایا کہ فرما دیا۔

﴿وما ینطق عن الهوىٰ ان هو الا وحی یوحیٰ﴾

(النجم آیت ۳-۴)

کہ وہ دین میں اپنی مرضی سے کچھ کہتے ہی نہیں ہیں جو کچھ بھی وہ کہتے ہیں وہ اللہ ہی کا پیغام ہوتا ہے۔

اس لئے جو حضرت نے بیان فرما دیا وہ بھی بعینہٖ اللہ کی طرف سے ہوا۔ خدا کے علاوہ کسی اور کی طرف سے نہیں ہوا۔

اسی طرح امت کا اجماع ہے کہ جس کو حق تعالیٰ نے خود بطور دلیل بیان فرما دیا کہ۔

﴿ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ و یتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولیٰ و نصله جهنم و سآت مصیراً﴾

(النساء آیت ۱۱۵)

کہ جس نے رسول کی مخالفت کی اور بعد اس کے کہ اس پر ہدایت واضح ہو چکی تھی اور اس نے مومنین کے راستے کے علاوہ کی پیروی کی تو ہم اس کو اس پر رہنے دیتے ہیں جس طرف وہ پھرا ہو اور داخل کریں گے ہم اس کو جہنم میں اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

اب جب امت نے اجماع کر لیا اس مسئلے پر اب عمل باقی نہیں رہا تو امت کا اجماع معصوم عن الخطاء ہے اور رسول اقدس ﷺ نے اس کو معصوم قرار دیا ہے۔ اس لئے وہ بھی اللہ ہی کا

ترجمان ہے۔ آپ شاید اجماع اور اجتہاد کا معنی نہیں سمجھتے ۔ میں سمجھا دیتا ہوں۔

اجتہاد۔ استنباط ہوتا ہے اللہ تعالٰی فرماتے ہیں۔

﴿ولو ردوه الى الرسول والى اولى الامر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم﴾.

(سورۃ النساء آیت ۸۳)

اس آیت مبارکہ میں بھی اللہ تعالٰی نے اجتہاد کو استنباط سے تعبیر فرمایا ہے۔ استنباط کہتے ہیں جو پانی زمین کی تہ میں چھپا ہوا ہے اس کو نکال لینا کنواں کھود کر یا کسی اور طریقے سے اب جس شخص نے کنواں کھودا ہے اس نے پانی کو پیدا نہیں کیا پانی اللہ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اس نے صرف اس کو ظاہر کر دیا ہے کہ پہلے ہر آدمی اس پانی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا اب ہر شخص اس پانی سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

اسی طرح آئمہ مجتہدین کا اعلان ہے۔

القياس مظهر لا مثبت .[1]

کہ ہم قیاس سے اللہ اور اس کے رسول کا ہی مسئلہ بیان کرتے ہیں اپنی طرف سے مسئلہ گھڑ کر بیان نہیں کرتے ۔ اجتہاد میں ان کے پاس قاعدے ہوتے ہیں جیسے حساب میں حساب دان کے پاس قاعدے ہوتے ہیں مجھے آج تک کوئی بے وقوف ایسا نہیں ملا جو یہ کہتا ہو ۹×۹ = ۸۱ یہ تیری ذاتی رائے ہے ۹×۴ = ۳۶ یہ تیری ذاتی رائے ہے جو جواب حساب کے قاعدے سے (نکلتا) ہے وہ جواب حساب کا کہلاتا ہے نہ کہ کسی کی ذاتی رائے اس کو ذاتی رائے سمجھنا غلطی ہے۔ اسی طرح صحابہ نے یا بعد والوں نے جو نسخ کو بیان فرمایا تو یہ ان کے استنباطات تھے ۔ یہ اللہ ہی کا حکم بتلاتے تھے۔ ان میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ مجھے اختیار ہے کہ میں قرآن کی آیت کو منسوخ

(۱)۔ نورالانوار ص ۲۲۸۔

کردوں ۔ اگر کہا ہے تو ایک حوالہ پیش کر دیں۔ لیکن قیامت تک ایک حوالہ بھی ایسا پیش نہیں کیا جا سکتا کہ کسی مجتہد مفسر نے یہ فرمایا ہو کہ مجھے بھی نسخ کا اختیار ہے۔

عثمانی مناظر۔

آپ نے ماشاء اللہ بہت اچھی بات کی میں اس کو تسلیم کرتا ہوں۔ لیکن آپ یہ بتائیں کہ آپ نے فرمایا کہ وہ حوالہ دیتے ہیں اللہ کا یا رسول اللہ کا۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے جن سولہ آیات کو غیر منسوخ قرار دیا ہے تو انہوں نے کون سا حوالہ دیا ہے سوائے عقلی تطبیق کے۔ انہوں نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ اس آیت کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور اس آیت کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ منسوخ ہے۔ لہذا ہم ان کی صحیح تعداد بتا رہے ہیں دوسرا یہ کہ اگر اللہ تعالٰی یا رسول اللہ نے نسخ خود کیا ہے تو آپ اس کی تعداد بتائیں کہ ان کی کتنی تعداد ہے۔

تاکہ کسی کو یہ جرأت نہ ہو کہ وہ ان کی تعداد میں کمی بیشی کرتا رہے۔ اور کوئی ایسا شخص پیدا نہ ہو جو یہ کہے کہ قرآن میں کوئی ایک آیت بھی منسوخ نہیں ہے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

ایسے لوگ پیدا ہو چکے ہیں جو اردو بھی صحیح نہیں سمجھ سکتے اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالٰی کا قرآن صحیح سمجھ لیں گے۔ ہمیں خدا کا کلام سمجھنے کے لئے نہ خدا کے رسول کی ضرورت ہے نہ صحابہ کرام کی ضرورت ہے۔ میں نے اسی لئے استنباط کی مثال دی جن مسائل کا تعلق استنباط سے ہے وہاں اللہ اور رسول کے الفاظ تو بیان ہی نہیں ہوتے اس لئے وہاں تو وہ قواعد بیان کرتے ہیں۔

مثلا ایک قاعدہ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں جو مجتہدین نے نکالا ہے۔ اسلام تئیس سال میں مکمل ہوا ہے۔ پہلے ہر چیز کی اباحت تھی لوگ جوا بھی کھیلتے تھے شراب بھی پیتے تھے۔ پھر آہستہ آہستہ ان چیزوں سے منع کر دیا گیا۔ پہلے نماز میں باتیں بھی کر لیتے تھے پھر منسوخ ہو گئیں۔ تو امام اعظم ابو حنیفہؒ نے اس بات کو سامنے رکھ کر ایک قاعدہ نکالا کہ اگر ایک جگہ دو احادیث ایسی

آ جائیں کہ ایک میں جواز ہو اور ایک میں حرمت ہو تو یہ الگ الگ زمانے کی ہوں گی لیکن اگر زمانے کی تعیین حدیث میں نہیں آئی تو اس قاعدے سے پہلے جواز تھا کہ نہیں روکا جاتا تھا بعد میں روکنا شروع ہوا۔

اس لئے جو جواز والی حدیث ہوگی وہ پہلے زمانے کی سمجھی جائے گی اور دوسری حرمت والی بعد والے زمانے کی سمجھی جائے گی۔

اور یہ قاعدہ اسی نور الانوار میں لکھا ہوا ہے۔

المحرم مؤخر عن المبیح۔ (۱)

کہ جو حرمت والی حدیث ہے وہ اباحت کی حدیث کے بعد کی سمجھی جاتی ہے۔ اب انہوں نے جیسے یہ ایک قاعدہ نکال لیا۔ جیسے میں پہلے بتا چکا ہوں کہ ۹×۹=۸۱ اس حساب کے قاعدے سے آپ ہزاروں سوال نکال سکتے ہیں تو اسی طرح فقہاء ان قاعدوں سے ہزاروں مسائل نکالتے ہیں۔ کہ جب بھی ان کے سامنے اس طرح کا مسئلہ آئے گا تو وہ بتا دیں گے کہ یہ حدیث پہلے زمانے کی ہے یہ بعد والے زمانے کی ہے تو یہاں وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے الفاظ نقل نہیں کریں گے کہ فلاں حدیث مقدم ہے فلاں حدیث مؤخر ہے۔ بلکہ وہ قاعدے سے یہ مسئلہ نکالیں گے۔ ہاں اگر آپ یہ ثابت کر دیں کہ جو بات انہوں نے قاعدے سے نکالی ہے وہ قرآن کے فلاں لفظ کے یا حدیث کے فلاں لفظ کے خلاف ہے تو پھر ہم غور کریں گے۔

کہ انہوں نے قرآن و حدیث کے خلاف مسئلہ کیوں نکالا۔ لیکن جب حدیث معاذ رضی اللہ عنہ کے مطابق خود اللہ کے پیغمبر ﷺ نے اجازت دے دی کہ جب کتاب و سنت میں مسئلہ نہ ملے تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور نبی اقدس ﷺ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا جواب سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ۔

(۱)۔ نور الانوار ص ۲۰۱۔

الحمد لله الذی وفق رسول رسول الله لما یرضیٰ رسول الله۔ (۱)

اللہ کا شکر ہے کہ میرے قاصد کو ایسی بات کہنے کی توفیق عطا فرمائی کہ جس سے میرا دل راضی ہو گیا ہے۔ میرا دل ٹھنڈا ہو گیا ہے۔

جب مجتہد کے اجتہاد سے اللہ راضی ہے اللہ کا رسول راضی ہے تو آپ کے ناراض ہونے

(۱)۔ حدثنا حفص بن عمر عن شعبة عن ابی عون عن الحارث بن عمرو بن اخی المغیرة بن شعبة عن اناس من اهل حمص من اصحاب معاذ بن جبل ان رسول الله ﷺ لما اراد ان یبعث معاذا الی الیمن قال کیف تقضی اذا عرض لک قضاء قال اقضی بکتاب الله قال فان لم تجد فی کتاب الله قال فبسنة رسول الله ﷺ قال فان لم تجد فی سنة رسول الله ﷺ ولا فی کتاب الله قال اجتهد برائی ولا الو فضرب رسول الله ﷺ صدره فقال الحمد لله الذی وفق رسول رسول الله ﷺ لما یرضی رسول الله ﷺ (ابو داؤد ص ۱۴۹ ج ۲، ترمذی ص ۲۴۷ ج ۱)

حدثنا هناد ثنا وکیع عن شعبة عن ابی عون عن الحارث بن عمرو عن رجال من اصحاب معاذ عن معاذ ان رسول الله ﷺ بعث معاذا الی الیمن فقال کیف تقضی فقال اقضی بما فی کتاب الله قال فان لم یکن فی کتاب الله قال فبسنة رسول الله ﷺ قال فان لم یکن فی سنة رسول الله ﷺ قال اجتهد رائی قال الحمد لله الذی وفق رسول رسول الله لما یحب ویرضی.

سے کہ انہوں نے مجھے نبی کے لفظ کیوں نہیں سنائے۔اس سے مجتہد کا کچھ نہیں بگڑتا۔مجتہد کو تو اللہ نے وہ مقام دیا ہے کہ اللہ کے پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر مجتہد خطا کرے تو تب بھی اس کو ایک اجر ملتا ہے اور صواب کو پہنچے تو اسے دو اجر ملتے ہیں۔(۱)

یہ صرف مجتہد کا مقام ہے اور کسی کا نہیں۔اس لئے ہمیں اس بارے میں قطعاً کسی قسم کی

(۱). حدثنی یحیٰ بن یحیٰ التمیمی قال نا عبدالعزیز بن محمد عن یزید ابن عبداللہ بن اسامۃ بن الھاد عن محمد بن ابراھیم عن بسر بن سعید عن ابی قیس مولی عمرو بن العاص عن عمرو بن العاص انه سمع رسول اللہ ﷺ قال اذا حکم الحاکم فاجتھد ثم اصاب فله اجران و اذا حکم فاجتھد ثم اخطأ فله اجر. (مسلم ص ۷۶ ج ۲)

حدثنا عبداللہ بن یزید المقریٔ المکی قال حدثنا حیوۃ بن شریح قال حدثنی یزید بن عبداللہ بن الھاد عن محمد بن ابراھیم بن الحارث عن بسر بن سعید غن ابی قیس مولیٰ عمرو بن العاص عن عمرو بن العاص انه سمع رسول اللہ ﷺ یقول اذا حکم الحاکم فاجتھد فاصاب فله اجران و اذا حکم فاجتھد ثم اخطأ فله اجر قال فحدثت ھذا الحدیث ابابکر محمد بن عمرو بن حزم فقال ھکذا حدثنی ابو سلمۃ بن عبدالرحمن عن ابی ھریرۃ وقال عبدالعزیز ابن المطلب عن عبداللہ بن ابی بکر عن ابی سلمۃ عن النبی ﷺ مثله. (بخاری ص ۱۰۹۲ ج ۲، نسائی ص ۲۶۲ ج ۲، ترمذی ص ۲۱۰، ابو داؤد ص ۷۰ ج ۲)

کوئی پریشانی نہیں ایک اجر یقیناً ہے۔اگر مجتہد کی خطا ہی ہو قرآن کریم کی آیت۔

﴿فاینما تولو فثم وجه اللہ﴾

(سورۃ البقرۃ آیت ۱۱۵)

کی تفسیر یہی ہے کہ جہاں قبلے کا پتا نہ چل رہا ہو وہاں یہ ہے کہ تم تحری (غور وفکر) کر کے نماز پڑھ لو۔اب ایک نے مشرق کی طرف دوسرے نے مغرب تیسرے نے شمال کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لی تو قبلے چار نہیں ہوئے لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ نماز چاروں کی قبول فرمالی۔

فرق یہ رہا کہ جس نے قبلے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اس کی نماز بھی قبول اور اجر بھی دو ملے اور شمال اور مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تو نماز ان کی بھی قبول ہو گئی اور ایک ایک اجر ان کو بھی مل گیا۔

اس لئے ہمیں ان مسائل میں ذرا برابر پریشانی نہیں

فللہ الحمد علی ذالک.

عمل کے قبول ہونے میں ذرا برابر بھی شک نہیں اور ایک اجر کا بھی پختہ یقین ہے۔ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا ہر فرمان قرآن کا بیان ہے اس کی تشریح ہے۔لیکن ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارا ذہن حضرت محمد ﷺ کے ذہن کی طرح نہیں ہے۔کہ ہم ہر حدیث کا ماخذ خود بتا سکیں۔ہمیں سمجھ آئے یا نہ آئے لیکن ہمیں یہ یقین ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان ہے اور یہ قرآن پاک سے ہی ماخوذ ہے۔اسی طرح ہم امام اعظم ابوحنیفہؒ جیسے مجتہد نہیں ہیں نہ ہمارا ذہن ان کے ذہن جیسا ہے۔اس لئے ہم یہ تو یقین رکھتے ہیں کہ مجتہد نے جو بھی بیان فرمایا خواہ حلت کو بیان فرمایا یا کسی کی حرمت اور وجوب کو بیان فرمایا یہ ان کی ذاتی رائے قطعاً نہیں ہے۔انہوں نے اللہ تعالیٰ اور رسول اقدس ﷺ کے حکم کو ہی ہمارے سامنے ظاہر فرمایا۔

البتہ یہ ہر آدمی کے بس کی بات نہیں کہ وہ اس کے ماخذ تک بھی پہنچے کہ اس نے یہ مسئلہ کس سے لیا ہے۔حضرت معاذ ؓ کے سامنے سارے اہل یمن عربی دان تھے لیکن کسی ایک شخص

نے بھی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے یہ سوال نہیں کیا کہ آپ نے یہ جو مسئلہ لیا ہے کس حدیث سے لیا ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ اللہ کے نبی ﷺ کے تربیت یافتہ ہیں۔ اس لئے ہمارا ذہن ان تک پہنچ سکتا ہی نہیں۔

اس لئے وہ اس اعتماد پر کہ یہ اپنی ذاتی رائے ہم کو نہیں بتا رہے بلکہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے احکام ہم کو سمجھا رہے ہیں وہ سارے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پیچھے چلتے تھے۔ اور ان کی راہنمائی میں اللہ کے رسول ﷺ کی تابعداری کرتے تھے۔

عثمانی مناظر۔

میرے فاضل بزرگ صاحب نے اس بات کو تسلیم کرلیا ہے کہ ناسخ منسوخ کی تفصیل آپ ﷺ سے نہیں ملتی۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ آپ ﷺ نے اس بات کی صراحت نہیں فرمائی تو اور کون ہوتا ہے کہ جو اس کی صراحت کرے اور اس میں کمی زیادتی کرے۔

دوسرا یہ کہ آپ بار بار ۹×۹=۸۱ کی مثال دے رہے ہیں تو آپ یہ بتائیں کہ اگر یہ کلیہ یہاں فٹ ہوتا ہے تو پھر یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ یہ آیت ہمارے نزدیک منسوخ ہے اور شافعیوں کے نزدیک غیر منسوخ ہے حالانکہ ۹×۹=۸۱ جس طرح آپ کو نظر آتے ہیں اسی طرح شافعیوں کو بھی نظر آتے ہیں تو ان کو اس بارے میں آپ کیا کہیں گے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ نے اپنی طرف سے میرے ذمے جھوٹ لگایا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے صراحت نہیں فرمائی میں نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ ہم اہل سنت والجماعت چار دلائل مانتے ہیں۔ اور آپ نے بات شروع اس سے کی تھی کہ آپ اجماع سے بھی اگر جواب دے دیں گے تو ہم وہ بھی تسلیم کریں گے آپ قیاس سے اگر جواب دیں گے تو ہم وہ بھی تسلیم کریں گے۔۔ لیکن ایک تو ہوتا ہے کہ آدمی کسی کی بات نہ مانے اور ایک ہے اپنی بات پر بھی قائم نہ رہنا۔ تو اب یہ حضرت اپنی بات پر بھی قائم نہیں رہے۔ پہلے جب میں نے ان سے ان کا تعارف پوچھا تو اپنا

تعارف بھی نہ کروا سکے پھر جب دلائل پوچھے وہ بھی نہ بتا سکے کہ کیا مانتے ہیں اور کیا نہیں مانتے۔ اور چور کبھی اپنا تعارف نہیں کرواتا ہاں البتہ سعد اپنا تعارف کرواتا ہے کہ میں فلاں جگہ کا رہنے والا ہوں۔

اور میں نے یہ بتا دیا تھا کہ میں چار دلائل مانتا ہوں اور اپنے چاروں دلائل کے حجت ہونے پر قرآن پاک سے دلائل بھی پیش کر دئے تھے۔

باقی رہی ۹×۹=۸۱ والی بات تو مثال میں ممثل لہ کی ہر شے مراد نہیں ہوگی اس سے میں نے صرف استنباط کی مثال دی ہے۔ اگر میرے فاضل مخاطب کو کوئی یہ کہے کہ یہ شیر ہے کہ شیر کی طرح بہادر ہے تو کوئی اس کے پنجے تلاش کرنا شروع کردے دم تلاش کرنا شروع کردے تو یہ بہت بڑی حماقت ہوگی۔ میں نے مثال صرف اتنی بات کی دی ہے جیسے حساب کے قاعدے سے نکلا ہوا جواب حساب ہی کا جواب ہوتا ہے یہ قاعدہ اتفاقی ہے۔

اور احناف اور شوافع کے قواعد اختلافی ہیں تو ان میں جو جواب امام شافعی نکالیں گے وہ بھی قاعدے سے ہی نکالیں گے وہ بھی قرآن وسنت کا ہی جواب ہے۔

جیسے میں نے تحری کی مثال دی کہ ایک شخص نے تحری کر کے مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لی تو اس نے بھی کتاب وسنت کا حکم پورا کیا جس نے جنوب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لی اس نے بھی کتاب وسنت کا حکم ہی پورا کیا تو جو مسائل اتفاقی ہیں ان کا حکم اور ہے اور جو مسائل اختلافی ہیں ان کا حکم اور ہے۔ لیکن ہیں یہ سب اصول وقواعد سے مستنبط شدہ مسائل۔

اور نہ آپ کے پاس اتفاقی مسائل ہیں نہ اختلافی۔ وہ پنجابی میں کہتے ہیں

تند نہ تانی جولاہیاں نال ڈانگا ڈانگی۔

نہ ان کے پاس کوئی اصول ہے یہ بے اصولی جماعت ہوتی ہے۔ دو چار شیعوں کی کیسٹیں سن لیتے ہیں سنیوں کو تنگ کرنے کے لئے اور دو چار منکرین حدیث کی کیسٹیں لیں اور سنیوں سے سوالات کرنا شروع کر دئے۔

اپنے دین کی اس کو اتنی بھی فکر نہیں کہ میں صاف کہہ رہا ہوں کہ اس کو نماز کی شرائط نہیں آتیں اور نہ یہ قرآن سے نکال سکتا ہے۔ نماز کے فرائض کتنے ہیں اس کو یہ بھی معلوم نہیں۔ نماز کے واجبات کتنے ہیں اس کو یہ بھی معلوم نہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے اس سے یہ پوچھنا ہے کہ تو نے نماز پڑھی تھی یا نہیں پڑھی تھی۔ اس سے یہ نہیں پوچھا جانا کہ شاہ ولی اللہ اور ابن عربی کے درمیان تو نے فیصلہ کروایا تھا یا نہیں۔

مجھے یہ کہتا تھا کہ آپ اصل بات پر نہیں آرہے۔ حالانکہ میں چاہتا تھا کہ جو باتیں ہم سے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن پوچھنی ہیں ہم اس پر بات کریں تا کہ ہم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو اس کا جواب دے سکیں یہ جو باتیں ہیں ان کے بارے میں ہم سے بارگاہ باری تعالیٰ میں سوال نہیں ہوگا۔ لیکن اس کو نہ اپنے دین کا پتا ہے نہ فکر ہے اور نہ ہی اس کو دین کی تعریف آتی ہے۔ کہ جب میں نے اس سے فرقہ اور مذہب اور دین کی تعریف اور فرقہ اور مذہب کے درمیان فرق پوچھا تو اس کو وہ بھی نہ آیا۔ میں نے سمجھایا کہ مذہب راستے کو کہتے ہیں راستہ منزل سے ملانے کے لئے ہوتا ہے۔

حنفی مذہب ہے، مالکی مذہب ہے، شافعی مذہب ہے، حنبلی مذہب ہے۔ اور راستہ خود مقصود نہیں ہوتا راستہ ہمیشہ کسی منزل کے لئے بنایا جاتا ہے۔

تو حنفی مذہب ہے اور منزل محمدی ہے۔ شافعی مذہب ہے اور منزل محمدی ہے۔ ان میں جو اختلاف ہے یہ منزل کا اختلاف نہیں راستوں کا اختلاف ہے جیسے ایک سڑک اس طرف سے آرہی ہے وہ بھی منزل تک پہنچا دیتی ہے دوسری اس طرف سے آرہی ہے وہ بھی منزل تک پہنچا دیتی ہے۔ کوئی بیوقوف یہ نہیں کہتا کہ راستے کاٹنے کے لئے ہوتے ہیں بلکہ راستے چلنے کے لئے ہوتے ہیں۔ کوئی بے وقوف یہ نہیں کہتا کہ جو اس راستے سے آیا اس کا ایک بازو یہاں پہنچا ہے اور جو ادھر سے آیا اس کی ایک ٹانگ یہاں پہنچی ہے۔ کوئی ادھر سے آیا ہے اس کا ایک کان یہاں پہنچا ہے جو ادھر سے آیا ہے اس کا ایک دانت یہاں پہنچا ہے۔

مثال۔

جیسے قرآن پاک کی سات متواتر قرائتیں ہیں۔ اب ایک آدمی اگر قرآن پڑھ رہا ہے اور دوسرا تورات پڑھ رہا ہے تو ان میں بنیادی اختلاف ہے۔ اور اگر ایک آدمی قرآن پاک کو ایک قرأت سے پڑھے اور دوسرا دوسری قرأت سے پڑھے تو یہ اختلاف کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ثواب دونوں کو مل رہا ہے۔ تلاوت دونوں کی ہو رہی ہے۔ اسی طرح مذاہب اربعہ میں سے جس کی بھی تقلید کی جائے ثواب پورا ملے گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عثمانی مناظر۔

اگر کافروں کو عذاب قبر ہوتا ہے تو نظر کیوں نہیں آتا۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر۔

یہی سوال آپ ﷺ سے بھی کیا گیا تھا کہ کافر کی کھوپڑی لائی گئی اور کہا گیا کہ اگر اس کو عذاب ہو رہا ہے تو نظر کیوں نہیں آتا؟۔ اس پر آپ ﷺ نے دو پتھروں کو منگوایا اور ان کو آپس میں ٹکرایا، جب دو پتھروں کو آپس میں ٹکرایا گیا تو اندر سے آگ کی چنگاریاں نکلیں۔ فرمایا جس طرح یہ پتھر اوپر سے ٹھنڈے ہیں، لیکن اندر ساری آگ ہے، اسی طرح ایک کافر کی کھوپڑی ہے۔ تو میرا ایمان ہے کہ یہ ساری آگ ہے۔

لیکن چونکہ چنگاریوں پر اللہ تعالیٰ نے پردہ نہیں ڈالا ان پر اللہ تعالیٰ نے پردہ ڈال دیا ہے تاکہ ہمارا ایمان بالغیب خراب نہ ہو۔ اس لئے یہ چنگاریاں ہمیں نظر نہیں آتیں۔

اور جو فرعون کی لاش پڑی ہے عجائب گھر میں، ہمارا تو یہ ایمان ہے کہ یہ ساری آگ

ہے۔ وہ سارا عذاب میں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے پردہ ڈالا ہوا ہے پردہ آگے ہوتا ہے یا کہ پیچھے ہوتا ہے؟۔

اس بات کو سمجھو مثال کے ساتھ۔ عورت یہاں سے گزری، اس کے چہرے پر پردہ ہے، ہم نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا۔ اس نے ہمارا چہرہ دیکھ لیا ہے۔ لیکن پھر بھی عورت باپردہ کہلائی حالانکہ ہمارے چہرے پر تو پردہ نہیں تھا، پردہ تو اس کے چہرے پر تھا۔ اگر ہم اس کا چہرہ دیکھتے تو پھر کہتے کہ وہ بے پردہ تھی۔

اس طرح پردہ ان کے عذاب پر ہے۔ لیکن ہمیں نظر آجائے تو ہمارا ایمان بالغیب نہیں رہے گا۔ ہم نے تو اللہ تعالیٰ کے کہنے پر، رسول ﷺ کے کہنے کو مانا ہے۔ دیکھ کر ماننا تو ایمان نہیں ہوتا۔ اب قیامت کے دن سارے کہیں گے کہ یہ دوزخ ہے۔ وہ سب دوزخ والے تو نہیں ہوں گے، کافر ہی دوزخ میں جائیں گے، اور دیکھیں گے کہ یہ جنت ہے، تو وہ کیا مومن ہوں گے؟۔ نہیں۔

اس وقت اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا کہنا ماننا ایمان ہے۔ وہ منظر اگر ہمارے سامنے کھل جائے تو پھر ہمارا ایمان بالغیب ختم ہوجائے گا، لیکن اگر وہ ہمیں دیکھ لیں جس طرح عورت نے ہمیں دیکھ لیا ہے تو اس کا پردہ کوئی ختم ہو گیا؟۔ نہیں۔

اس لئے فرمایا ہے۔

﴿ و من ورائهم برزخ ﴾

پیچھے پردہ ہے تاکہ لوگ ان کا عذاب نہ دیکھیں۔ یہ ان کو دیکھیں، نہ دیکھیں یہ تو اس بارے میں خاموش ہے۔

عثمانی مناظر

اس آیت کا ترجمہ سنائیں۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

﴿حتی اذا جاء احدهم الموت﴾

جب موت آجاتی ہے۔

﴿ قال رب ارجعونی ﴾

مردہ بول رہا ہے، یہاں سے جاچکا ہے کہ یا اللہ تعالیٰ مجھے واپس بھیج دے، جب مردہ کا بولنا ثابت ہو گیا تو اس کے دوسرے ادراک بھی ثابت ہو گئے۔ رہا یہ کہ کہاں واپس بھیجے۔

﴿لعلی اعمل صالحاً﴾

تاکہ دنیا میں جاکر پھر نیک کام کروں۔ کیونکہ۔

﴿ فیما ترکت ﴾

کا معنیٰ دنیا ہے۔ ﴿فیما ترکت﴾ چھوڑ کر آیا ہوں۔ مربعے چھوڑ کر آیا ہوں، کوٹھیاں چھوڑ کر آیا ہوں۔ تاکہ جاکر وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کروں، وہاں جاکر یہ بات وہ کہتا رہے گا۔ لیکن مانی نہیں کسی نے بھی۔

﴿انها کلمة هو قائلها﴾

اور آگے فرمایا۔

﴿ و من ورائهم برزخ الی یو م یبعثون ﴾

جو چلے گئے ہیں ان پر پردہ ہے۔ قیامت تک جو کچھ ان پر گذرنی ہے۔

معلوم ہوا کہ اس میں جان ہے وہ باتیں بھی کرتا ہے، یہ بھی کہتا ہے کہ یا اللہ مجھے بھیج دے۔ دنیا میں تو وہ پہلے ہی ہے کہاں گیا ہے۔ چلا گیا ہے۔ کہاں چلا گیا ہے۔ قبر میں۔ ہاں قبر میں۔ اس قبر میں گیا ہوگا۔ یہ تو دنیا میں ہے کیوں کہ رہا ہے کہ مجھے واپس دنیا میں بھیج دے۔ اس قبر میں عمل کرتا ہے۔ نہیں۔ عمل تو نہیں کرتا۔ تو وہ یہ کہتا ہے کہ مجھے اس جگہ بھیج دے جہاں میں دوبارہ عمل کرسکوں۔ اے اللہ تعالیٰ مجھے واپس بھیج دے۔ کس لئے

﴿لعلی اعمل صالحا﴾

تاکہ نیک عمل کرسکوں، فیما ترکت جو کچھ میں چھوڑ کر آیا ہوں وہاں جا کر نیک اعمال کرے گا، وہاں جا کر نمازیں پڑھے گا، سبق پڑھے، بحثیں کرے، مناظرے کرے۔ اس طریقہ کے ساتھ کھلی زندگی کے ساتھ آنا چاہتا ہے۔ اس طرح یہ ثابت ہوگیا کہ وہ قبر میں جا کر بھی باتیں کرتا ہے، فرشتوں کے ساتھ بھی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی کرتا ہے، اور باتیں مردہ کرتا ہے یا زندہ کرتا ہے؟۔ جان ہے تو کرتا ہے۔

جب ہم نے کہا کہ وہ آدمی بول رہا ہے، ہم نے دیکھ بھی لیا اور سن بھی لیا۔

عثمانی مناظر۔

﴿الست بربکم﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا روحوں سے، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟۔ سب نے کہا بلیٰ بے شک آپ ہمارے رب ہیں۔ اب بتائیں ناں، یہ ایک بندہ تو نہیں تھا یہ تو روحیں بول رہی تھیں۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

یہ آپ نے غلط بتایا ہے ان روحوں کو اجسام عطا کئے گئے تھے، اور پھر عہد لیا گیا تھا۔ روح کو عذاب وثواب بغیر جسم کے ہو سکتا ہی نہیں، اس لئے ان کو چھوٹے چھوٹے جسم دئے گئے تھے۔ اور ان کے ساتھ ہی انہوں نے باتیں کیں تھیں۔

دیکھیں آپ کہتے ہیں کہ میرے سر میں درد ہے اور میں کیا کہوں کہ میرے سر میں نہیں پاؤں میں ہوتا ہے، جس کا نام سر درد رکھا گیا ہے وہ سر میں ہی ہوگا، جس کا نام عذاب قبر رکھا گیا ہے وہ قبر میں ہی ہوگا۔ جس کا نام عذاب میت رکھا گیا ہے وہ عذاب اس میت کو ہوگا جس کو موت آئی۔

عثمانی مناظر۔

جنت اور جہنم آسمانوں میں ہے یا زمینوں میں ہے۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

جنت اوپر ہے جہنم زمین کے اندر۔

عثمانی مناظر۔

جو شہید بول رہا ہے وہ جنت سے بول رہا ہے۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

شہید بھی اس قبر میں زندہ ہے۔

﴿بل احیاء﴾

عثمانی مناظر۔

وہ جنت میں نہیں جاتا جنت تو اوپر ہے۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

جنت میں روحوں کی سیر ہوتی ہے، جس طرح آپ اس کمرے میں سوئے ہوئے ہوں اور آپ کی روح آسمان پر بھی چکر لگا سکتی ہے اور امریکہ بھی چکر لگا سکتی ہے یا نہیں؟۔ اس طرح روح امریکہ کا چکر لگا رہی ہے اور تعلق جسم سے نہیں ٹوٹا۔ اس طرح وہاں بھی تعلق قائم رہتا ہے۔

بخاری شریف میں جو رسول پاک ﷺ کی لمبے خواب والی حدیث ہے، [1] اس سے پتا چل رہا ہے کہ اس طرح وہ شہید جو پرندوں کی شکل میں جنت میں سیر کرتے ہیں روح کے ساتھ تعلق قائم رہتا ہے۔

جس طرح آپ سوئے ہوئے ہوں یہاں چارپائی پر، اور خواب میں ہوائی جہاز پر سوار ہوتے ہیں، روح جس جگہ بھی پھرتی رہے، عرش تک بھی چلی جائے لیکن جسم کے ساتھ اس کا تعلق قائم رہتا ہے سانس قائم رہتا ہے۔

(۱)۔ یہ حدیث بخاری ص۱۸۵ ج۱ ص۱۰۴۳ ج۲ پر موجود ہے۔

عثمانی مناظر۔

کوئی ثبوت ہے کہ جہنم زمین کے نیچے ہے۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

قرآن پاک میں ہے۔

﴿ولو تری اذ الظلمون فی غمرات الموت والملئکة باسطو ایدیهم اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الهون. الخ﴾.

آج ہی تمہیں عذاب شروع ہو جائے گا بڑا رسوا کرنے والا عذاب۔

جس جسم سے جان ہے نکلی ہے اسی جسم کو اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ آج ہی عذاب شروع ہو جائے گا قبر کا۔ اس طرح معلوم ہوا کہ اس جسم کو عذاب ہوتا ہے۔

عثمانی مناظر۔

نیک لوگوں کے لئے۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

﴿لیعذبهم﴾۔ پھر قرآن پاک کی آیت میں تین عذابوں کا ذکر ہے، کہ ہم دو عذاب دیں گے پھر بڑا عذاب دیں گے۔ اپ پہلا عذاب تو کافروں کو قتل کیا گیا۔ اس قتل میں جسم اور روح دونوں شریک ہیں سزا میں۔

اور تیسرا عذاب جہنم میں۔ وہاں جسم اور روح دونوں نے جانا ہے۔ کیونکہ کافروں کو سب سے بڑا شبہ یہ تھا کہ ہڈیاں تو گل سڑ جائیں گی، کچھ بھی نہیں رہنا تو عذاب کیسے ہوگا۔

اور اگر صرف روح کو عذاب ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ فرماتے کہ ہم نے عذاب ہڈیوں کو تو دینا ہی نہیں، پھر تم کیوں پریشان ہوتے ہو۔

﴿هو اول مرة﴾

کہو وہ اللہ تعالیٰ جس نے پہلے انسان کو پیدا کیا تھا پھر زندہ کرے گا آپ کے ایک ایک ذرے کو اللہ تعالیٰ اکٹھا کریں گے۔

عثمانی مناظر۔

کافروں کا یہ عقیدہ تھا کہ دوبارہ زندہ نہیں ہونا۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

جی ہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دوبارہ زندہ ہونا ہے جو عذاب ہوگا قیامت کے بعد وہ جسم اور روح دونوں کو ہوگا۔

عثمانی مناظر۔

عذاب والی بات نہیں ہے، بات یہ ہے کہ کافروں کا عقیدہ ہے کہ دوبارہ زندہ نہیں ہونا قیامت والے دن۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ آپ نے زندہ ہونا ہے قیامت والے دن۔

اور یہ آیت آپ نے پڑھی ہے کہ آج آپ کو ظلم کا عذاب ہوگا، آج مرنا ہے۔ لیکن قبر میں گل جانا ہے۔ اور اب آج والا لفظ تو ختم ہو جاتا ہے۔ ان کے جو خواب ہیں وہ تو سچے ہوتے ہیں ہمارے تو خواب خیال ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

یہودیوں والی بات نہ کریں۔ کہ ایک بات مانی ہے ایک نہیں مانی۔ یہ کام تو یہودیوں کا تھا۔ اب آپ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ ان باتوں کو پہلے ہی صاف کر گئے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے اس عذاب کے نام ہی دور کھے ہیں۔

نمبر ا۔

ایک رکھا ہے عذاب میت، اس وقت عذاب شروع ہے خواہ قبر میں گیا ہے یا نہیں۔

نمبر ۲۔

اور دوسرا نام ہے عذاب قبر، زیادہ عرصہ وہ قبر میں ہوگا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ قبر سے پہلے ہوگا ہی نہیں عذاب اس جسم کو۔ باقی جس طرح فرعون کا تو جسم ابھی تک باہر ہے، لیکن عذاب تو ہو رہا ہے۔ یہ کہنا کہ ہمیں نظر نہیں آ رہا، یہ بات غلط ہے۔

عذاب کا نام ہی عذاب میت اور عذاب قبر ہے، اسی طرح دیکھیں مرتین ہم دو عذاب پہلے دیں گے۔

﴿ثم یردون الی عذاب الیم﴾

پھر بڑے عذاب کی طرف بھیجیں گے۔ پہلا عذاب تو قتل کا ہے، اس عذاب میں بھی جسم شریک رہا ہے ناں روح کے ساتھ۔ دوسرا عذاب قبر کا اور تیسرا عذاب جو ہے وہ قیامت کا ہے۔ ان تینوں عذابوں میں جسم اور روح دونوں شریک رہیں گے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ قبر میں مردے کو بٹھایا جاتا ہے اس سے سوال توحید کا کیا جاتا ہے، اور وہ پھر کہتا ہے۔

اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد رسول الله.

فرمایا قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

﴿امنوا بالقول﴾.

اللہ تعالیٰ مومنوں کو اس بات پر لگا رکھیں گے۔ وہاں قبر میں بھی جس طرح دنیا میں ایمان لائے تھے، توحید اور کلمہ پڑھا تھا۔ اور اسی جسم سے پڑھا تھا۔ اور قبر میں بھی اسی جسم سے سوال ہوگا کہ تیرا رب کون ہے؟۔ تیرا رسول کون ہے؟۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قبر میں پوچھا جائے گا، اس آیت کا مطلب یہی ہے کہ اسی جسم

سے سوال ہوگا اور اسی قبر میں ہوگا جس میں یہ رکھا گیا ہے۔ جو کہتے ہیں عذاب ہوتا ہے اس کا ذکر نہیں ہے یہاں پر، آگے فرمایا جو کافر مارے گئے تھے بدر میں حضور پاک نے فرمایا جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے فتح دیں گے اب وہ وعدہ پورا ہوگیا ہے۔ کافروں نے دیکھ لیا ہے جو آپ سے وعدہ تھا، آپ کو عذاب ہوگا۔ اور تم وہ میرے کہنے پر نہیں مانتے تھے اب سمجھ آئی ہے یا نہیں؟۔ اب عذاب ہو رہا ہے یا نہیں؟۔ [1] اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ یہ بات حضرت ﷺ نے تیسرے دن جا کر کہی تھی۔ تیسرا دن تھا لاشیں پھٹ گئی تھیں۔ کہا کہ لاشیں تو

---

(۱). حدثنی عبدالله بن محمد سمع روح بن عبادة قال حدثنا سعيد بن ابی عروبة عن قتادة قال ذكر لنا انس بن مالك عن ابی طلحة ان نبی الله ﷺ امر يوم بدر باربعة و عشرين رجلا من صناديد قريش فقذفوا فی طوی من اطواء بدر خبيث مخبث وكان اذا ظهر على قوم اقام بالعرصة ثلث ليال فلما كان ببدر اليوم الثالث امر براحلته فشد عليه رحلها ثم مشى واتبعه اصحابه وقالوا ما نرى ينطلق الا لبعض حاجته حتى قام على شفة الركى فجعل يناديهم باسمائهم واسماء ابائهم يا فلان بن فلان و يا فلان بن فلان ايسركم انكم اطعتم الله ورسوله فانا قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا فهل وجدتم ما وعد ربكم حقا قال فقال عمر يا رسول الله ما تكلم من اجساد لا ارواح لها فقال النبی ﷺ والذی نفس محمد بيده ما انتم باسمع لما اقول منهم قال قتادة احياهم الله حتى اسمعهم قوله توبيخاً وتصغيراً ونقمة وحسرة وندماً. (بخاری ص ۵۶۶ ج ۲)

پھٹ گئی ہیں کہا کہ یہ اب بھی سن رہے ہیں؟۔

آپ ﷺ نے فرمایا یہ آپ سے زیادہ سن رہے ہیں، کیونکہ جس طرح نیند میں حس تیز ہو جاتی ہے۔ قبر میں جا کر بھی زیادہ ہو جاتی ہے چنانچہ پہلے بھی بتایا ہے حضور ﷺ نے حدیث میں۔ کہ ابھی قبر والے قبر میں جاتے ہیں اور ادھر فرشتے آ جاتے ہیں، اب دیکھیں اس کی سننے کی قوت کتنی تیز ہے کہ فرشتے کی باتیں سن رہا ہے۔ اور پھر دنیا کی آوازیں سن رہا ہے۔

اس طرح معلوم ہوا کہ عذاب یہاں ہو رہا ہے، یہ کہتے ہیں کہ قبر میں جا کر ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نبی نے بتایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں عذاب یہاں ہو رہا ہے، ادھر دنیا کی آواز آ رہی ہے اور وہ سن رہا ہے۔ وہاں جا کر فرشتے اس سے سوال جواب کرتے ہیں۔

حضور ﷺ دو قبروں کے نزدیک سے گزرے۔ حدیث میں ہے کہ فرمایا ان کو عذاب ہو رہا ہے اور آپ ﷺ نے دو ٹہنیوں کو لے کر قبروں پر رکھا کہ شاید اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کر دے۔[1] اور پھر فرمایا کر کہ ان میں سے ایک کو اس لئے عذاب ہو رہا ہے کہ وہ پاک نہیں رہتا تھا

(۱) حدثنا عثمان قال حدثنا جرير عن منصور عن مجاهد عن ابن عباس قال مر النبی ﷺ بحائط من حيطان المدينة او مكة فسمع صوت انسانين يعذبان فی قبورهما فقال النبی ﷺ يعذبان وما يعذبان فی كبيرهم ثم قال بلی كان احدهما لا يستتر من بوله و كان الاخر يمشی بالنميمة ثم دعا بجريدة فكسرها كسرتين فوضع علی كل قبر منهما كسرة فقيل له يا رسول الله ﷺ لم فعلت هذا قال لعله ان يخفف عنهما ما لم تيبسا.
(بخاری ص ۳۵ ج ۱)
حدثنا قتيبه قال حدثنا جرير عن الاعمش عن مجاهد عن طاؤس

پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔ اور دوسرے کو اس لئے ہو رہا ہے کہ وہ چغلیاں کیا کرتا تھا۔ اسی قبر میں عذاب ہو رہا تھا ناں۔ اور اس طرح معلوم ہوا کہ جب تک شاخ سبز رہتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتی رہتی ہے، خشک ہوتی ہے اور ختم ہو جاتی ہے تو ذکر بند ہو جاتا ہے۔

یہاں سے دوسرا مسئلہ یہ نکالا کہ شاخ سے قبروں کو فائدہ ہوتا ہے۔ تو اگر پچھلے پڑھ کر بخشیں تو اس کا بھی ان کو فائدہ ہوگا۔ اب شاخ بالکل ان قبروں پر رکھی گئی ہیں کہ ان پر عذاب ہو رہا ہے۔ یہ بتایا آپ ﷺ نے حضرت فرما رہے ہیں۔ دیکھا چاروں طرف کہ کیا ہے؟۔ چھ قبریں نظر آئیں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان پوری چھ قبروں پر عذاب ہو رہا ہے۔ اور فرمایا کہ خچر کو سنا تھا اس لئے کھڑا ہو گیا۔ اب دیکھیں کہ خچر کو بھی علم ہے کہ اس قبر کو عذاب ہو رہا ہے؟۔ اور قبر میں بھی

عن ابن عباس قال مر النبی ﷺ علی قبرين فقال انهما ليعذبان وما يعذبان من كبير ثم قال بلیٰ اما احدهما فكان يسعیٰ بالنميمة و اما احدهما فكان لا يستتر من بوله قال ثم اخذ عودا رطبا فكسره باثنين ثم غرز كل واحد منهما علی قبر ثم قال لعله يخفف عنهما مالم ييبسا. (بخاری ص ۱۸۴ ج ۲)
حدثنا زهير بن حرب وهناد قالا ثنا و كيع ثنا الاعمش قال سمعت مجاهدا يحدث عن طاؤس عن ابن عباس قال مر النبی ﷺ علی قبرين فقال انهما يعذبان وما يعذبان فی كبير اما هذا فكان لا يستنزه من البول و اما هذا فكان يمشی بالنميمة ثم دعا بعسيب رطب فسقه باثنين ثم غرس علیٰ هذا واحدا وعلی هذا واحدا وقال لعله يخفف عنهما مالم ييبسا قال هناد يستتر مكان يستنزه. (ابو داؤد ص ۵، نسائی

عذاب ہوتا ہے۔

لیکن عثمانی نہیں مانتا کہ اس قبر میں عذاب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ بار بار فرما رہے ہیں کہ اس قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔ مگر جس نے نہیں ماننا اس کا علاج ہمارے پاس نہیں ہے۔ ضد جو ہے ناں اس کا علاج نہیں ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دن تیز دوڑتے جا رہے تھے پیچھے دیکھتے اور پھر تیز بھاگتے، کسی نے دیکھا اور پیچھے بھی نظر دوڑائی لیکن نہ ہی کوئی جانور تھا نہ ہی کوئی انسان۔ پھر بھی معلوم نہیں کہ حضرت یوں دوڑے جا رہے ہیں۔ وہ آدمی بھاگ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا اور پوچھا کہ آپ کیوں آج اتنے تیز دوڑ رہے ہیں؟

تو حضرت نے فرمایا کہ آج ایک بندے سے میں اس لئے بھاگ رہا ہوں کہ کہیں میں یہاں پر نہ رہ جاؤں اور اس کی ضد کی وجہ سے اس پر خدا کا عذاب آ جائے، اس آدمی نے کہا کہ پہلے سوال کی تو سمجھ آ گئی ہے کہ اب دوسرے کا جواب دیں کہ آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے اسم اعظم دیا ہے وہ اگر آپ پڑھ کر مردے پر پھونک ماریں تو وہ زندہ ہو جاتا ہے، اور آپ اسم اعظم پڑھ کر پھونک مارتے تو اس کی ضد ٹوٹ جاتی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جو ضد ہے ناں۔ یہ خدا کے قہر کی علامت ہے، اس لئے ضد کا تو دنیا میں علاج کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس جسم سے روح نکل رہی ہے عذاب بھی اس کو ہی ہو رہا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ نہیں۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اس دنیا میں جس میں مردے دفن ہیں، دنیا کی آواز بھی یہیں سنتے ہیں۔ اور فرشتوں سے سوال و جواب بھی یہیں ہو رہا ہے۔ پھر جہاں رکھی وہاں بھی یہی فرمایا کہ یہاں بھی ان کو عذاب ہو رہا ہے۔ پھر حضرت ﷺ نے یہ فرمایا کہ صبح شام یہ پیش ہوتا ہے

﴿اذا وضع فی قبرہ﴾

صبح شام اسے جنت دوزخ دکھایا جاتا ہے۔

﴿الی یوم القیامۃ﴾۔ ﴿ان المیت لیعذب فی قبرہ﴾۔

کہ قبر میں جو میت ہے، روح کو میت کوئی نہیں کہتا، کہتے ہیں کہ میت کو غسل دے رہے ہیں۔ جسم کو دے رہے ہیں یا روح کو دے رہے ہیں؟ پھر میت کو قبر میں ڈال رہے ہیں۔ کس کو ڈال رہے ہیں میت کو ڈال رہے ہیں؟ یہی جو میت ہے، اس کو عذاب ہوگا، اسی جسم کو۔

اور عذاب روح کے بغیر نہیں ہو سکتا، اس لئے وہ پوشیدہ تعلق ہے۔ جو نیند تھی اس پر آدھی چیز جو تھی وہ کھلی تھی اور آدھی جو تھی وہ چھپی ہوئی تھی، مثلاً اس نے سائیڈ تبدیل کی ہمیں نظر آیا۔ اس نے ٹانگ سیدھی کی وہ ہمیں نظر آئی ہے۔ لیکن وہ خواب میں دیکھ رہا ہے کہیں نماز پڑھ رہا ہوں، وہ رکوع میں ہے لیکن ہمیں سیدھا نظر آتا ہے۔ وہ ہوائی جہاز میں سوار ہے لیکن ہمیں سیدھا لیٹا ہوا نظر آ رہا ہے۔ اور نیند میں حالت یہ ہے کہ آدھی باتیں ہمیں نظر آتی ہیں آدھی نہیں آتیں۔

لیکن موت کی حالت میں ساری پر پردہ ہو جاتا ہے، اب وہاں جو بھی عذاب ہو رہا ہے، ثواب ہو رہا ہے، بچھو ہیں، جو کچھ ہیں، یہ سب برحق ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے بتائے ہیں۔ لیکن فرمایا ہے کہ اگر ہمیں نظر آ جائیں تو ہمارا ایمان پھر غائبانہ نہ رہا۔ ایمان کی ساری قیمت ہوتی ہے۔

یہ قرآن مجید پڑا ہے، یہ کتاب پڑی ہے ان سے ایمان نہیں، ہاں فرشتوں کو ماننا ایمان ہے، کیونکہ وہ ہمیں نظر نہیں آ رہے۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کے ہیں، کراماً کاتبین تو دو فرشتے ہیں، نہ ہم نے ان کی بات سنی نہ ہم ان کو آنکھوں سے دیکھیں، نہ ہاتھ سے پکڑ سکیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے کہنے پر ہمیں پکا یقین ہے، کہ دو فرشتے کراماً کاتبین ساتھ ہیں۔

اگر وہ نظر آ جائیں تو پھر ایمان نظر پر ہے، نبی پر نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ پر نہ ہوا۔ اس وقت غیبی چیزیں جو ہیں وہ ہمارا ایمان ہے۔ اس طرح جب مغرب کی طرف سے سورج نکل آئے گا تو پھر توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اب وہ جو کچھ مانے گا دیکھ کر مانے گا، جس طرح فرعون نے دیکھ لیا

اور کہا

﴿ انا من المسلمین ﴾

میں بھی مسلمان ہوتا ہوں۔ اور جبرئیل نے فرمایا اب مسلمان ہوتے ہو؟۔

اس طرح حضرت حدیث پاک میں آیا ہے جس طرح چرخہ چلتا ہے، سائیکل چلتا ہے، اور جس وقت کھڑا ہوتا ہے تو الٹا چکر لگاتا ہے، اور اس طرح الٹے چکر سے معلوم ہوجاتا ہے کہ اب یہ کھڑا ہونے والا ہے۔ اسی طرح نظام شمسی چل رہا ہے۔ جس وقت چکر الٹا ہوگا سورج مغرب سے نکلے گا تو یہ کھلی نشانی ہوگی کہ قیامت آگئی ہے۔ جب مغرب سے سورج نکلے گا تو توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا۔ کیونکہ آخرت کی علامات نظر آنا شروع ہوجائیں گی۔

.اور اللہ تعالیٰ نے پردہ رکھا ہوا ہے اس پر کہ جو کچھ عذاب وثواب ہے وہ پردہ میں ہو رہا ہے۔ اور وہ ہمیں نظر نہیں آرہا۔ ہمیں نظر نہ آنے سے عذاب کی نفی نہیں ہوجاتی۔ یہ بھی کہیں گے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نظر نہیں آرہے، فرشتے نظر نہیں آرہے اس لئے یہ بھی نہیں ہیں، عذاب اس جسم کو اور اس روح دونوں کو ہو رہا ہے۔

البتہ اس بیداری میں ہم جاگتے ہیں تو اس طرح یہاں جسم کو اولیت حاصل ہے، جسمانی کہتے ہیں کیونکہ اگر کسی کو دکھ دینا ہے تو جسم کو تھپڑ ماریں گے۔ پھر اس کی روح کو تکلیف پہنچے گی۔ جسم میں جلتا ہوا پانی ڈال دیں گے تو روح جلے گی، ٹھنڈا پانی ڈال دیں تو روح ٹھنڈی ہوجائے گی۔ لیکن نیند میں پہلے روح بعد میں جسم۔ اسی طرح قبر میں ہوتا ہے، نیند میں روح ساری کاروائی کرتی ہے آخر میں جسم بھی ناپاک ہوجاتا ہے۔ اگر جسم شریک ہی نہیں تھا اس کاروائی میں تو پھر کس طرح ناپاک ہوا۔ آخر جسم شریک تھا تو ناپاک ہوا۔ لیکن وہ کاروائی پہلے ہوتی رہی۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ روح کے پہلے احکام ہیں، اس کے بعد جسم میں آخر میں پہنچی، ہم بھی مانتے ہیں کہ پہلے روح کو عذاب ہوتا ہے، اس کے بعد جسم پر ہوتا ہے۔ لیکن جسم کو عذاب و ثواب میں سے نکالنا۔ انہوں نے لکھا ہے کہ جو عذاب وثواب قبر کا انکار کرتا ہے وہ مذہباً مسلمان

نہیں کافر ہے۔ (۱)

عثمانی مناظر۔

ہم عذاب

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

لیکن عذاب۔ اب ایک آدمی کہتا ہے کہ میرے سر میں درد ہے، لیکن یہ معلوم کرنا ہے کہ میرے میں یا اس کے میں؟۔ دیکھیں یہ لفظ شرارت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ اس کا نام عذاب قبر رکھتے ہیں، یہ کہتے ہیں کہ عذاب ہے، قبر میں نہیں، عذاب ہے قبر میں نہیں ہے۔ جوان کی قبر ہے وہ اس کے بارہ میں نہ تو معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے نہ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہے کیونکہ نہ قرآن میں اس کا تذکرہ ہے نہ حدیث میں۔

دیکھیں نہ ہم تو آیتیں پڑھتے ہیں، اس قول کے لئے یہ قبر جو ہے اس کو جانور بھی مانتے ہیں۔ دیکھیں ناں کوا جو ہے اس نے جو قبر نکالی وہ بھی زمین میں ہی نکالی نہ کہ علیین سجین میں۔

(درمیان والی عبارت نہیں ملی اس لئے ربط نہیں ہے۔ از مرتب) اسماء الرجال کی کتابیں جلدی

---

(۱)۔ صاحب فتح القدیر علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں و لا تجوز الصلوة خلف منکر الشفاعة والروية وعذاب القبر والكرام الكاتبين لانه كافر لتوارث هذه الامور عن الشارع ﷺ. (فتح القدیر ص ۲۴۷ ج ۱)

محقق علامہ عبدالشکور السالمی لکھتے ہیں فاما عذاب القبر للمؤمنين من الجائزات وللكافرين من الواجبات والله تعالى يقول النار يعرضون عليها غدوا وعشيا يعني فرعون و قومه دل انه كان صحيحا في اى موضوع وعلى اى حال ومن انكر هذا يصير كافراً.

(کتاب التمہید ص ۱۲۵)

نہیں ملتی۔ خیر المدارس بہت بڑا مدرسہ ہے، لیکن یہاں اسماء الرجال کی کتب میں نے اپنی لا کر رکھی ہوئی ہیں۔ کیونکہ جب کراچی میں مجھے ان سے واسطہ پڑا تو میں نے یہ ساری کتابیں خریدیں۔

اصل بات یہ تھی کہ اس کے پاس جو میزان ہے وہ تین جلدوں والی ہے، ہمارے پاس چار جلدوں والی ہے۔ بعض لوگوں کو جب صفحے نہ ملے تو وہ شبہے میں پڑ گئے، میں نے کہا یہ تو آسان ہے جیسے لغت کی کتابیں حروف تہجی کے اعتبار سے ہوتی ہیں اسی طرح اسماء الرجال کی کتب بھی حروف تہجی کے اعتبار سے ہوتی ہیں، تو مل جائے گا۔

نیز وہ زندہ ہے اور آ بھی رہا ہے اسے کہا کہ کتابیں لیتا آئے، تا کہ انہی کتابوں میں اسے دکھا دیا جائے۔ جب اسے پتا چلا، تو اس نے پروگرام ہی کینسل کر دیا۔ تو عثمانی نے اپنے رسالوں میں سوائے دھوکے اور فریب کے کچھ بھی نہیں کہا۔ میں نے خود عثمانی کو بھی کہا کہ اگر بات کرنی ہے تو آ کر بات کر، تو نے قرآن پر بھی جھوٹ بولے ہیں اور احادیث پر بھی۔

جب وہ تنگ آ گیا تو تنگ آ کر مجھے کہنے لگا کہ آپ میرے ساتھ مباہلہ کر لیں، میں نے کہا مباہلہ کر لیتے ہیں اور اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ ہم دونوں کو کشتی میں ڈال کر سمندر میں چھوڑ دیں، ایک مہینے کے بعد دیکھ لیں کہ کون زندہ بچا ہے اور کون مر گیا ہے۔ اس نے کہا یہ نہیں ہوگا۔ مدینہ منورہ جا کر روضہ پاک پر جا کر قسم کھائیں۔ میں نے کہا کہ تیرے ہاں تو وہ کوئی چیز ہی نہیں (کیونکہ عثمانی حیات النبی ﷺ کا منکر ہے) جبکہ میرے نزدیک حضور ﷺ حیات ہیں۔

میں نے کہا چلو چلتے ہیں، کیونکہ سمندر کے چیلنج سے بھاگ کر تو اس چیلنج پر آیا ہے۔ اس لئے آنے جانے کا کرایہ تیرے ذمے ہوگا، لیکن وہ اس سے بھی بھاگ گیا۔ اس نے جو مسئلے چھیڑے ہیں ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ وہ صوفیائے کرام کا نام لے کر یہودی کہتا ہے۔ چنانچہ اپنی کتاب توحید خالص، اب اس کا نام ایمان خالص رکھ دیا ہے، اس میں اس نے اولیائے کرام کے نام لکھ کر ان کو یہودی اور کافر کہا ہے۔ لکھتا ہے۔

اس دنیا میں تیرہ سو سال گزرے۔ چنانچہ اس نے چودہ سو سال کے اولیاء کی فہرست دی

ہے۔ یہ جن لوگوں کا نام لیا ہے اب ان میں سے کسی کا بھی کوئی یہ عقیدہ نہیں جو یہ بیان کر رہا ہے۔ اور الزام لگاتا ہے کہ سارے اولیاء اللہ۔ حلول کے قائل ہیں، کہ اللہ تعالیٰ اگر بندوں میں حل ہو جاتا ہے، جیسے ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ رام چندر میں خدا آ گیا تھا۔ اس پر اس نے ابن عربی کا حوالہ دیا ہے۔

آج کل عثمانی کے ساتھ اس عقیدے میں ابوالخیر اسدی بھی شامل ہو گیا ہے۔ جب میں وہاں گیا تو اس نے کہا ابن عربی حلول کا قائل ہے۔ میں نے کہا کہ یہ جھوٹ ہے انہوں نے تو صاف لکھا ہے۔

اما القول بالحلول فهو من مقالات اهل الكفر والجهول

کہ جو حلول کا قائل ہے وہ کافر ہے۔ (1)

لیکن عثمانی اور اسدی نے ان بزرگوں کے ذمے یہ عقیدہ لگا دیا ہے۔ اور ان بزرگوں کو کافر اور یہودی قرار دے دیا ہے۔ آپ حضرات کو اس کے جو عقیدے اچھے لگتے ہیں وہ بتائیں کہ کون کون سے ہیں۔

عثمانی مناظر۔

آج کل مزاروں پر جو کچھ ہو رہا ہے اس کا ان کے ساتھ کوئی تعلق ہے؟

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

یہ تو جاہلوں کی باتیں ہیں ان کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایک یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام ان قبروں میں حیات ہیں۔ یہ عقیدہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے، قبر کا عذاب قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔

(1)۔ وحدۃ الوجود کا مسئلہ ''انوارات صفدر'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس میں سب سے پہلا مسئلہ یہی ہے کہ جس کے بارے میں میں نے سب سے پہلے اسی سے بات کی تھی۔ اس نے اپنے رسالہ عذاب برزخ میں قبر کا معنی بدل دیا ہے۔ اس میں یہ قرآن کی آیت۔

﴿قتل الانسان ما اکفرہ﴾

مارا جائے انسان کتنا ناشکرا ہے۔

ساتھ ساتھ یہ بات سمجھتے جائیں کہ جو انسان ناشکرا ہے وہ اسی جسم (جسد عنصری) والا ہے یا خواب خیال والا ہے۔ اسی جسم والا ہے۔

﴿من ای شیءٍ خلقه﴾

اللہ تعالیٰ نے کس چیز سے پیدا کیا۔

﴿من نطفة﴾

ایک بوند سے۔

جو بوند سے جسم بنایا ہے وہ یہ ہے، نہ کہ خواب خیال والا۔ وہ یہی ہے۔

﴿خلقه فقدرہ﴾

اللہ تعالیٰ نے ماں کے پیٹ میں جسم کو بنایا اور اندازے سے بنایا۔

دونوں آنکھیں ایک جیسی، دونوں کان ایک جیسے بنائے۔ دونوں پاؤں ایک جیسے بنائے۔ اب ماں کے پیٹ میں جو جسم بنایا گیا ہے وہ یہی جسم ہے نہ کہ خواب خیال والا۔ یہی ہے۔

﴿ثم السبیل یسرہ﴾

پھر اللہ تعالیٰ نے ماں کے پیٹ سے پیدائش کا راستہ آسان کر دیا۔

ماں کے پیٹ سے جو جسم پیدا ہوا وہ یہی پیدا ہوا نہ کہ خواب خیال والا۔ یہی پیدا ہوا۔

﴿ثم اماته﴾

پھر اللہ تعالیٰ نے اس جسم کو موت دی۔

موت بھی اسی جسم کو آتی ہے نہ کہ خواب خیال والے جسم کو۔

﴿فاقبرہ﴾

اسکو قبر میں رکھنے کا حکم دیا۔

﴿ثم اذا شاء انشرہ﴾

پھر اللہ تعالیٰ جب چاہیں گے اس کو قبر سے اٹھالیں گے۔

دیکھو اس آیت مبارکہ میں یہ بات صاف طور پر موجود ہے کہ قبر وہ جگہ ہے کہ جہاں وہ جسم رکھا جاتا ہے جو خون سے بنا، وہ جسم رکھا جاتا ہے جو ماں کے پیٹ میں اللہ تعالیٰ نے تیار کیا، وہ جسم رکھا جاتا ہے جو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا، وہ جسم رکھا جاتا ہے جس پر موت آتی ہے، وہ جسم رکھا جاتا ہے جو قیامت کو قبر سے اٹھایا جائے گا۔

اب عثمانی نے دھوکہ کیا دیا کہ سارا ترجمہ ٹھیک کیا لیکن اس نے اقبرہ کا ترجمہ غلط کر دیا۔ ایک ہے قبر یقبر (لازمی) ایک ہے اقبر یقبر (متعدی)، قبر کا معنی ہے قبر دینا۔ اقبر کا معنی ہے قبر میں رکھنے کا حکم دینا۔ اب عثمانی نے اقبر کا ترجمہ غلط کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو قبر دی (جو کہ لازمی کا ترجمہ ہے، حالانکہ اقبر متعدی ہے) یہ ترجمہ غلط کر کے ساری آیت بگاڑ دی۔ کہ یہ قبر جو انسان بناتا ہے یہ قبر نہیں ہے، قبر کوئی اور چیز ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ جیسے نزل کا معنی ہے اترا یہ لازمی ہے۔ اور انزل کا معنی ہے اتارا۔ یہ متعدی ہے، اس نے متعدی کا ترجمہ لازمی والا کر دیا۔

ایک عثمانی پروفیسر میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ عثمانی کہتے ہیں کہ کسی کا ترجمہ لے لو۔ میں نے بریلویوں کا ترجمہ، غیر مقلدوں کا ترجمہ اور دیوبندیوں کا ترجمہ اس کے سامنے رکھ دیا۔ میں نے کہا سب نے اس کا ترجمہ قبر میں رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ میں نے کہا سب نے یہ ترجمہ کیا ہے۔ اور عثمانی نے سب کے خلاف ترجمہ کیا ہے، گویا اللہ تعالیٰ خود قبریں کھودتا ہے۔ اور ساری جگہ دوسرا جسم مراد تھا لیکن آخر میں اس نے نتیجہ کیا نکالا کہ مرنے کے بعد ہر مرنے والے کو

اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبر ملتی ہے۔ جو جسم مثالی ہوتا ہے، یہی وہ اصلی قبر ہے جہاں روح کو دوسرے برزخی جسم میں ڈال کر قیامت تک رکھا جائے گا۔

اب قرآن تو اسی کو قبر کہتا ہے جہاں مردہ دفن ہوتا ہے۔ قرآن کہتا ہے۔

﴿حتی زرتم المقابر﴾

تم نے قبروں کی زیارت کی۔

﴿لا تقم علی قبرہ﴾

منافق کی قبر پر کھڑے نہیں ہونا۔

حالانکہ نبی اقدس ﷺ قبر پر کھڑے ہونے کے لئے سجین تو نہیں گئے تھے؟۔ قرآن میں جہاں بھی قبر کا لفظ آیا ہے اسی قبر کے لئے آیا ہے۔ (۱)

اب عثمانی آپ کو تو یہ کہتا ہے کہ میں قرآن سناتا ہوں، لیکن حقیقت میں وہ قبر والی ساری آیات کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ قبر، قبر نہیں ہے۔ قبر جسم مثالی ہے۔ جیسے خواب میں روح نکل جاتی ہے اور ایک جسم خواب میں نظر آتا ہے روح اس جسم میں پھرتی رہتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ اس جسم سے روح نکال کر جسم مثالی برزخی میں ڈال دیتا ہے، وہی اس کی قبر ہے۔ اب سوال یہ کہ وہ جسم کہاں ہوتا ہے؟۔ کیونکہ ہمارے ہاں تو یہ قبر ہے۔ یہاں جسم کو عذاب وثواب ہو رہا ہے وہ کہتا ہے کہ جیسے حضور ﷺ نے ایک کنویں میں سب کو عذاب ہوتے دیکھا تو جسم مثالی کو اس کنویں میں عذاب دیا جاتا ہے۔

عثمانی مناظر۔

یہ معراج کا واقعہ ہے۔

(۱)۔ قبر سے مراد یہی زمین والی قبر ہے۔ اس پر مزید دلائل ''تسکین الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

یہ معراج کا واقعہ نہیں ہے، یہ اس کا جھوٹ ہے۔ یہ خواب کا واقعہ ہے۔ یہ واقعہ بخاری شریف میں دو جگہ ہے۔

(۱) کتاب الرؤیا میں۔

(۲) کتاب الجنائز میں۔

عثمانی اس کو دھوکہ دے کر معراج بنا دیتا ہے۔ لیکن یہ مانتا ہے کہ وہ جگہ نہ جنت تھی، نہ دوزخ۔ پھر اگلے صفحے پر جا کر لکھتا ہے کہ حضرت ابراہیم نبی اقدس ﷺ کے صاحبزادے جب فوت ہوئے، وہ جنت میں ہیں۔ اور جنت میں ایک دودھ پلانے والی ان کو دودھ پلا رہی ہے۔ عمر بن لُحَی خزاعی جس نے سب سے پہلے مکے میں شرک پھیلایا اس کو دیکھا کہ وہ دوزخ میں ہے۔ (۱)

کبھی کہتا ہے کہ جسم مثالی دوزخ میں رکھا جاتا ہے اور کبھی کہتا ہے کہیں اور رکھا جاتا ہے۔

(۱)۔ حدثنا محمد بن ابی یعقوب ابو عبداللہ الکرمانی قال حدثنا حسان بن ابراھیم قال حدثنا یونس عن الزھری عن عروۃ عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ ﷺ رأیت جھنم یحطم بعضھا بعضا رأیت عمرو یجر قصبہ وھو اول من سیب السوائب.
(بخاری ص ۶۶۵ ج ۲)

حدثنا موسیٰ بن اسماعیل قال حدثنا ابراھیم بن سعد عن صالح بن کیسان عن ابن شھاب عن سعید بن المسیب قال البحیرۃ التی یمنع درھا للطواغیت فلایحلبھا احد من الناس والسائبۃ الذی کانوا یسیبونھا لالھتھم لا یحمل علیھا شیء قال وقال ابوھریرۃ قال رسول اللہ ﷺ رأیت عمرو بن عامر الخزاعی یجر قصبہ فی النار . الخ

اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ جن پر قرآن نازل ہوا، انہوں نے قبر کے بارے میں جتنی باتیں بتائی ہیں اسی قبر کے بارے میں ہیں۔ فقہ میں قبر کے جتنے مسائل ہیں وہ سارے اسی قبر کے بارے میں ہیں، کہ اتنی لمبی ہونی چاہئے، اتنی چوڑی، اتنی کشادہ ہونی چاہئے، اتنی گہری ہونی چاہئے۔ لیکن عثمانی قرآن کا بھی پکا منکر ہے اور احادیث متواترہ کا بھی انکار کر رہا ہے۔

عثمانی کو چیلنج۔

جب عثمانی سے میری بات ہوئی تو میں نے قرآن پاک کی نو آیات اس قبر کے بارے میں پڑھیں، پھر میں نے کہا کہ تو ایک آیت پڑھ کہ جس میں ہو کہ قبر جسم برزخی کو کہتے ہیں اس میں روح کو رکھ کر عذاب دیا جاتا ہے۔

میں نے پچیس احادیث پڑھی ہیں، تو ایک حدیث پڑھ کہ قبر جسم برزخی کو کہتے ہیں میں اس سے بے شمار مسئلے پیش کر رہا ہوں کہ قبر یہی قبر ہے۔ تو بھی کوئی جزئیہ پیش کر کہ قبر جسم برزخی ہے۔ اس پر بھی وہ خاموش رہا تو میں نے کہا کہ تو نہ قرآن کو مانتا ہے، نہ حدیث کو، نہ فقہ کو۔ میں دعا کرتا ہوں عثمانی اس قبر کو قبر نہیں مانتا، اس لئے اے اللہ! اس کو یہ قبر نصیب نہ کرنا۔ اس پر وہ کہنے لگا کہ تو بددعائیں کرتا ہے۔

یہاں ملتان میں ہم نے ایک پمفلٹ شائع کیا تھا کہ عثمانیوں کی قبر کہاں ہے؟۔ اللہ تعالیٰ نے جس کو قبر کہا ہے عثمانی اس کو قبر نہیں مانتے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے جس کو قبر کہا ہے، عثمانی اس کو قبر نہیں مانتے اب قرآن کا انکار عثمانی نے کیا یا ہم نے؟۔ قرآن پاک کی صاف اور صریح آیات ہیں کہ قبر یہی جگہ ہے اور عثمانی کہتا ہے کہ قبر جسم مثالی ہے۔

عثمانی مناظر۔

سورۃ مومنون کی آیت نمبر سولہ ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تم اس کے بعد مر جاؤ گے، پھر قیامت کے روز اٹھائے جاؤ گے، اور وہ بھی اسی جسم کے لئے ہے۔ جس کو علقہ بنایا پھر مضغہ بنایا پھر پیدا کیا تو پھر اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿ثم انكم بعد ذالك لميتون ثم انكم يوم القيامة تبعثون﴾

کہ تم اس کے بعد مر جاؤ گے پھر قیامت کے روز اٹھائے جاؤ گے۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

وہاں بھی اس نے دھوکہ دیا ہے۔ قرآن پاک میں کہیں بات مفصل ہوتی ہے کہیں بات مختصر۔ بات وہاں سے لینی چاہئے جہاں مفصل ہو، سب سے پہلے، پہلے پارے کی آیت دیکھیں۔

﴿كيف تكفرون بالله و كنتم امواتاً فاحياكم ثم يميتكم ثم يحييكم ثم اليه ترجعون﴾

پھر کس طرح تم خدا سے کافر ہوتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے۔

یہ اس وقت کا ذکر ہے جب دنیا میں ہم پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ کیا اس وقت عالم ارواح میں روحیں زندہ تھیں یا نہیں؟

عثمانی مناظر۔

زندہ تھیں۔

مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

معلوم ہوا کہ روح اگر زندہ بھی ہو لیکن اس کا اس جسم سے تعلق نہ ہو تو اس کو موت کہتے ہیں نہ کہ زندگی۔

﴿فاحياكم﴾

پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو زندگی دی۔

﴿ثم يميتكم﴾

پھر تمہیں اللہ تعالیٰ موت دے گا۔

﴿ ثم یحییکم ﴾

پھر اللہ تعالیٰ زندگی دے گا۔

﴿ ثم الیه ترجعون ﴾

پھر تم اللہ تعالیٰ کی جانب لوٹائے جاؤ گے۔

عثمانی مناظر۔

اس میں دو زندگیوں کا بیان ہے اور دو موتوں کا۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

جی۔ وہ دو زندگیاں کون سی ہیں اور دو موتیں کونسی ہیں؟۔ پہلے آپ فرما دیں پھر میں عرض کرتا ہوں۔ یہ جو ہے۔

﴿ ثم یمیتکم ﴾

پھر تم کو موت آئے گی۔

﴿ ثم یحیکم ﴾

پھر تم کو زندہ کیا جائے گا۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ اس میں دوسری زندگی سے کیا مراد ہے۔ صحابہ کرام کی جو تفسیر ہے وہ تو یہ ہے کہ اس سے قبر کی زندگی مراد ہے۔ کہ قبر میں جو سوال و جواب ہوگا وہ زندگی دے کر کیا جائے گا۔ اور

﴿ ثم الیه ترجعون ﴾

میں آخرت کی زندگی مراد ہے۔ لیکن زمخشری ایک مفسر گزرا ہے جو معتزلی تھا عذاب قبر کا انکار کرتا تھا۔ وہ چونکہ قبر کی زندگی کا منکر تھا اس نے کہا کہ

﴿ ثم یحییکم ﴾

سے آخرت کی زندگی مراد ہے، اور قبر کے زندگی کا اس آیت میں کوئی اثبات ہے نہ نفی

ہے۔ پھر اس کا علماء نے جواب دیا جس طرح فاحیاکم میں یہ زندگی مراد ہے لیکن ماں کے پیٹ والی زندگی بھی اس میں داخل ہے۔ مثلاً آپ کی عمر کتنی ہے؟۔

عثمانی مناظر۔

بیالیس سال۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

آپ ان بیالیس سال کو اس وقت سے شمار کرتے ہیں کہ جب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے، لیکن ماں کے پیٹ میں بھی کچھ ماہ یقیناً آپ زندہ رہے، اس زندگی کا اس آیت میں ذکر ہے یا نہیں؟۔

عثمانی مناظر۔

اس زندگی کا ذکر ہونا تو چاہئے۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

اگر ﴿ فاحیاکم ﴾ میں پیٹ والی زندگی کا ذکر ہے، تو اس کا نہیں ہے اور اگر اس کا ہے تو پیٹ والی زندگی کا نہیں ہے۔

عثمانی مناظر۔

اس اور اُس (یعنی پیٹ والی زندگی کا) ذکر اسی آیت میں ہے۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

ہم یہی کہتے ہیں کہ ﴿ فاحیاکم ﴾ میں اس کھلی زندگی اور ماں کے پیٹ میں چھپی زندگی کا ذکر آ گیا۔ کیونکہ اس زندگی سے پہلے ماں کے پیٹ میں چھپی زندگی تھی جو بچے کو تو پتا تھا کہ میں زندہ ہوں، لیکن ہمیں پتا نہیں تھا کہ وہ زندہ ہے۔

اسی طرح قبر کی زندگی کی نسبت آخرت کی زندگی کے ساتھ وہی ہے جو اس (ظاہری

زندگی) کے ساتھ ماں کے پیٹ والی زندگی کی ہے۔جس طرح ﴿فاحیاکم﴾ سے ماں کے پیٹ والی زندگی کی نفی نہیں ہوتی بلکہ وہ اس زندگی کا مقدمہ اور دیباچہ ہونے کی وجہ سے ﴿فاحیاکم﴾ میں داخل ہے۔اسی طرح ﴿ثم یحییکم﴾ سے اگر آخرت کی زندگی مراد لی جائے تو قبر چونکہ آخرت کے لئے پیٹ کی حیثیت رکھتی ہے اس لئے وہ زندگی ﴿ثم یحییکم﴾ میں ہی داخل ہے۔اب وہاں چلتے ہیں جو اٹھارویں پارے کے شروع میں ہے۔آیت مبارکہ ہے۔

﴿ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظاماً فکسونا العظٰم لحماًثم انشأنٰه خلقاً اخر فتبٰرک الله احسن الخالقین﴾

اب۔

﴿کیف تکفرون بالله و کنتم امواتاً﴾الخ.

میں موت اور حیات کے درمیان کسی منزل کا ذکر نہیں تھا۔یہاں کئی منزلوں کا ذکر ہے۔وہاں نہ نطفہ کا ذکر تھا، نہ علقہ کا۔کہ تم خون تھے، نہ مضغۃ کہ تم گوشت تھے۔اب کوئی یہ کہے کہ وہاں چونکہ ان کا ذکر نہیں تھا اس لئے میں ان کو نہیں مانتا۔تو اس کی یہ بات انصاف کے خلاف ہے۔کیونکہ اگرچہ وہاں ان باتوں کا ذکر نہیں تھا لیکن نفی بھی تو نہیں تھی۔آگے ہے

﴿ثم انکم بعد ذالک لمیتون ثم انکم یوم القیٰمة تبعثون﴾

آپ یہی آیت پیش کرنا چاہتے تھے۔تو جیسے یہ پانچ باتیں وہاں نہیں تھیں، یہاں ہیں۔اسی طرح یہاں قبر کی حیات کا ذکر نہیں ہے، لیکن اس آیت میں ہے۔اس لئے یہاں ذکر نہ ہونے سے اس کی نفی نہیں ہوتی۔

جیسے قرآن پاک میں قوم نوح کے بارے میں آتا ہے

﴿فادخلوا ناراً﴾

ان کو نار میں داخل کر دیا گیا۔

تو اب یہاں عذاب کا ذکر آ گیا۔تو اب یہاں اس عذاب کے عدم ذکر سے نفی لازم نہیں آتی۔عذاب وثواب کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے، خود عثمانی بھی آیت لکھتا ہے۔

عثمانی مناظر۔

یہاں اس آیت مبارکہ میں تو یہ مذکور ہے کہ قیامت میں اٹھائے جائیں گے۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

اس آیت مبارکہ میں موت کے بعد قیامت کا ذکر ہے۔موت کے بعد موت اور قیامت کے درمیان کیا کچھ ہوگا؟۔اس کے بارے میں یہ آیت مبارکہ خاموش ہے۔اس میں تفصیل نہیں ہے، مگر دوسری آیات میں تفصیل آ گئی ہے۔اب آیت مبارکہ

﴿اغرقوا فادخلوا ناراً﴾

آل فرعون کو اللہ تعالیٰ نے غرق کر دیا، اور وہ عذاب میں مبتلا ہو گئے۔اب ایک عذاب تھا غرق کرنے کا، یہ عذاب بھی جسم اور روح دونوں کو ہوا۔آیت مبارکہ میں

﴿النار یعرضون علیها غدوا و عشیا﴾.

اب یہ آگ ان پر صبح شام پیش کی جا رہی ہے۔یعنی آگ سے ان کو تپایا جا رہا ہے۔آگ میں داخل نہیں کئے گئے، یہ ہے دوسرا عذاب۔پھر جب قیامت آئے گی

﴿و یوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب﴾.

کہ اب فرعون کو اس آگ میں داخل کر دیا جائے گا۔

قبر میں آگ کی گرمی پہنچائی جا رہی ہے، آگ میں داخل نہیں کیا گیا۔قیامت میں

دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا۔

اب اس آیت مبارکہ میں تین عذابوں کا ذکر ہے، تینوں میں جسم اور روح دونوں شامل ہیں، اس آیت مبارکہ میں قیامت سے پہلے اور موت کے بعد درمیان والے عذاب کا ذکر آ گیا اور جو آیت آپ کہہ رہے تھے، اس میں اس عذاب کی نفی نہیں ہے۔ جب یہاں اس عذاب کا ذکر آ گیا تو اس کو ماننا پڑے گا۔

جیسے اس آیت میں یعنی

﴿کیف تکفرون باللہ﴾ الخ.

میں علقہ کا ذکر نہیں ہے، مضغہ کا ذکر نہیں ہے، عظاماً کا ذکر نہیں ہے لیکن جب اس آیت

﴿فخلقنا العلقة مضغة﴾ الخ

میں ان کا ذکر آ گیا ہے لہذا اس کو مانا جائے گا۔

عثمانی مناظر۔

آپ نے فرمایا تھا، کہ قبر کی لمبائی چوڑائی ہوتی ہے، لیکن فرعون والے مسئلے میں تو وہ مذکور نہیں ہے۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

ایک ہے فرعون، ایک ہے آل فرعون، ان کے لئے عذاب کا ذکر آ گیا ہے۔ آپ کو جو اشکال ہے وہ پیش کریں۔

عثمانی مناظر۔

اشکال یہ ہے کہ پہلے ان کو غرق کر دیا پھر عذاب میں ڈال دیا گیا۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

وہ نوح کی قوم کا ذکر ہے۔

عثمانی مناظر۔

اب پہلے ان کو غرق کیا گیا پھر آگ میں ڈالا۔ کیا آگ زمین کے نیچے ہے، کیونکہ وہ تو بقول آپ کے ان قبروں میں رکھے گئے ہیں۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب

یہ دونوں قرآن کی آیتیں ہیں، آل فرعون کو ابھی تک آگ میں ڈالا نہیں گیا، قیامت کے بعد آگ میں ڈال کر عذاب دیا جائے گا۔ اب جو عذاب ہو رہا ہے وہ آگ پر پیش کر کے دیا جا رہا ہے۔ وہاں یہ ہے

﴿ممّا خطیئٰتهم اغرقوا فادخلوا ناراً﴾

کہ اپنے گناہوں کی وجہ سے قوم نوح کے لوگ غرق کئے گئے اور اس وقت سے آگ میں داخل کر دئے گئے۔ اب یہاں

﴿یوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب﴾

کہ آگ کا عذاب قیامت کو ہوگا، اور وہاں ہے، ادخلوا ناراً. آگ میں داخل کر دئے گئے ہیں۔ تو بظاہر قرآن کی دونوں آیتوں میں تعارض ہے۔ قرآن پاک کی دو آیتوں میں جب بظاہر ٹکراؤ نظر آ رہا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ جنہوں نے خود اللہ تعالیٰ سے قرآن پڑھا ہے ان کو طرف رجوع کیا جائے گا۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ کبھی پیش کرنے کو بھی داخل کرنا کہہ دیتے ہیں۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوتی ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔ کیونکہ دوزخ کی آگ کی لپٹیں اس قبر میں آ رہی ہیں۔ اس لئے اس کو دخول نار سے تعبیر کر دیا گیا۔

دوسری آیت میں بتا دیا کہ دخول نار بعد میں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے کلام میں حقیقی ٹکراؤ تو ہوتا

نہیں، اس لئے اس کی تشریح جو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ نے فرمادی کہ جب یہ قبر دوزخ کا گڑھا ہے تو اس میں داخل ہونا بھی گویا ایک لحاظ سے دوزخ میں داخل ہونا ہے، اور یہ جنت کا باغ ہے کیونکہ جنت کی ہوائیں یہاں آرہی ہیں، تو اس میں داخل ہونا بھی گویا جنت میں داخل ہونا ہے۔

ایک ہے حقیقتاً جنت دوزخ، وہ تو قیامت کے حساب وکتاب کے بعد ملے گی اور قبر چونکہ جنت کا باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ تو پہلے اسی میں رکھا جاتا ہے۔ اب ہم دونوں آیتوں کو اسی طرح مانتے ہیں جس طرح رسول اقدس ﷺ نے سمجھایا۔ آپ نے کہا تھا کہ عذاب کا ذکر نہیں ہے ان دونوں آیتوں میں عذاب کا ذکر آگیا ہے، جب کہ وہاں آیت اس بارے میں خاموش تھی، لہذا عذاب کو ماننا پڑے گا۔ رہا یہ کہ ایک آیت میں ہے کہ عذاب عرض نار سے ہو رہا ہے اور دوسری آیت میں ہے کہ دخول نار سے عذاب ہو رہا ہے۔

اب حضور ﷺ نے اس کو واضح فرمادیا کہ چونکہ قبر میں جنت کی ہوائیں بھی آتی ہیں اور دوزخ کی ہوائیں بھی اس لئے فرمادیا کہ یا تو قبر دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ اب جہاں دخول نار کا ذکر ہے وہاں اسی قبر میں داخل ہونے کا ذکر ہے۔

عثمانی مناظر۔

روح اور جسم کا ملاپ کب ہوتا ہے۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

جب روح نکل جاتی ہے تعلق اس وقت بھی باقی رہتا ہے، جیسے نیند میں بھی روح نکل جاتی ہے۔ لیکن تعلق باقی رہتا ہے۔ عثمانی نے جو آپ علیہ السلام کا لمبا خواب ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ نے خواب میں جنت کی سیر کی اور آپ ﷺ کو دوزخ کی سیر کروائی گئی۔ اس خواب میں جب روح جنت کی سیر کر رہی تھی تو جسم کے ساتھ اس کا تعلق باقی تھا۔ یہاں سانس چل رہا تھا۔ نبض حرکت کر رہی تھی کروٹ بدلی جارہی تھی، قلب مبارک حرکت کر رہا تھا، غذا ہضم ہو رہی تھی،

رگوں میں خون ویسے ہی دوڑ رہا تھا جیسے بیداری کی حالت میں دوڑتا ہے۔

تو یہ روح جنت میں جا کر بھی اس جسم سے تعلق رکھ سکتی ہے، اور دوزخ میں جا کر بھی اس جسم سے تعلق رکھ سکتی ہے۔ عذاب وثواب قبر احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور عذاب وثواب کے لئے تعلق روح کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ اگر تعلق روح نہیں ہے، تو پھر عذاب وثواب نہیں ہوگا۔

جیسے دھوپ کو دیکھ کر سورج کا یقین ہو جاتا ہے، اور دھوئیں کو دیکھ کر آگ کا یقین آ جاتا ہے۔ اگر چہ آگ نظر نہ آرہی ہو، اسی طرح عذاب وثواب اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں جسم کے ساتھ روح کا تعلق ہے۔

عثمانی مناظر۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ مردوں کے بارے میں فرماتے ہیں۔

﴿اموات غیر احیاء﴾

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

﴿والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئاً و هم یخلقون﴾۔

وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ غیر کو پکارتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے وہ خود گھڑے ہوئے ہیں۔

﴿اموات غیر احیاء﴾

وہ بت ایسے مردہ ہیں جنہوں نے کبھی زندگی دیکھی تک نہیں۔

﴿وما يشعرون ايان يبعثون﴾ (1)

تم کہتے ہو کہ وہ ہماری سفارش کریں گے۔ ان کو تو یہ بھی پتا نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔

دیکھیں مثال کے طور پر ایک آدمی کو آپ اپنا وکیل بناتے ہیں کہ آپ کی طرف سے عدالت میں جا کر مقدمہ لڑے۔ اب اس وکیل کو یہ بھی پتا نہیں کہ مقدمہ کی تاریخ کب ہے تو وہ آپ کا ساتھ کیسے دے گا؟۔

تو ان بتوں کو نہ تو قدرت ہے، نہ ہی علم ہے۔ تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یہ ہمارا ساتھ دیں گے؟۔ ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ قیامت کی تاریخ ہے کب؟۔ جو ایسے جاہل ہیں ان پر تم اعتماد کرتے ہو۔

عثمانی مناظر۔

تم اور جن کو تم پکارتے ہو، تم دونوں قیامت کے دن اکٹھے کئے جاؤ گے۔ بت تو اکٹھے کئے جائیں گے، پھر ان کو کیسے معلوم نہیں۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

بت اکٹھے کئے جائیں گے اور جہنم میں ڈال دئے جائیں گے، اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ ان کو یہ بھی معلوم ہو کہ قیامت کب آنی ہے؟۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔

ان بتوں کو قیامت کے دن جہنم میں کفار کے ساتھ اس لئے ڈالا جائے گا کہ جن کو تم خدا یا مشکل کشا سمجھتے تھے وہ بھی تمہارے ساتھ دوزخ میں پڑے ہیں اور تمہارا تو کچھ کر نہیں سکتے۔ اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ ان میں کچھ ہے۔

عثمانی مناظر۔

(۱)۔ النحل آیت نمبر ۲۰۔۲۱

ابھی آپ فرما رہے تھے کہ اس وکیل کا کیا فائدہ کہ جس کو تاریخ کا بھی پتا نہ ہو، تو تاریخ کا تو آپ کو بھی پتا نہیں کہ قیامت کب آئے گی۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

یہاں پہلے یخلقون کا لفظ آیا ہے۔ کہ وہ گھڑے جاتے ہیں اور نبی کو نہیں گھڑا جاتا بلکہ بت کو گھڑا جاتا ہے۔

عثمانی مناظر۔

قرآن پاک میں ہے

﴿ان الذين تدعون من دون الله عباد امثالكم﴾ (1)

جن کو تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ پکارتے ہو وہ بھی تمہاری مثل ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ کافر اور مشرک یا تو پیغمبروں کی تصویریں بناتے یا اولیاء اللہ کی اور ان کو پوجتے تھے۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

قرآن نے خود فرمایا ہے۔

﴿و يغوث و يعوق و نسرا﴾.

یہ سارے بتوں کے نام ہیں۔ اب ان بزرگوں کی قبریں تو عراق میں تھیں اور بت تھے بیت اللہ میں، ان بتوں کے ساتھ تو ان کی روحوں کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ روح کا اگر تعلق ہے تو وہ تو قبر میں ہے، جہاں عذاب وثواب ہو رہا ہے۔ اس بت کے ساتھ تو روح کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ آپ کی بات تو تب ثابت ہو کہ اگر بت کے ساتھ بھی روح کا تعلق ہو، اور وہ نہ سنتا ہو، اور اسے شعور نہ ہو۔

عثمانی مناظر۔

(۱)۔ الاعراف آیت ۱۹۴

آخر وہ بت بھی تو بندوں کے بت تھے۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

ایک ہے آپ اور میں۔ایک ہے ہمارا بت۔آپ کے بارے میں سب کو معلوم
آپ زندہ ہیں، آپ قریب سے سنتے ہیں، دور سے نہیں۔اور جو میرا یا تمہارا بت ہوگا وہ نہ قریب
سے سنے گا، نہ دور سے۔اس کو بھی سارے مانتے ہیں۔

اب آپ کیوں سن رہے ہیں؟۔کیا اس لئے کہ آپ خدا ہیں؟۔ ہرگز نہیں۔آپ اس
لئے سن رہے ہیں کہ آپ کے ساتھ روح کا تعلق ہے۔معلوم ہوا کہ سننا خدائی کی وجہ سے نہیں، بلکہ
تعلق روح کی وجہ سے ہے۔اور بت اس لئے نہیں سن رہا کہ اس کے ساتھ روح کا تعلق نہیں

اب اختلاف ہوگیا ہے قبر کے بارے میں۔اگر تو قبر میں روح کا تعلق ثابت ہو جائے
سننا ثابت ہو جائے گا، اور اگر تعلق ثابت نہ ہو تو سننا ثابت نہ ہوگا۔اب جب کہ عذاب وثواب
قبر ثابت ہو گیا، تو روح کا تعلق خود بخود ثابت ہو گیا۔کیونکہ تعلق روح کے بغیر عذاب وثواب
ہی نہیں۔وہ کہتے ہیں کہ جب چلی گئی تو سب کچھ اپنے ساتھ لے گئی، اب نہ آدمی سنتا ہے
ہے۔

ہم یہی کہتے ہیں کہ جب روح واپس آ گئی ہے، تو پھر ننگی ہو کر کیوں آئی ہے؟۔اب
سننا اور دیکھنا ساتھ لے کر آئی ہے۔ سننے اور نہ سننے کا تعلق شرک وتوحید کے ساتھ نہیں ہے۔اس کا
تعلق اس سے ہے کہ زندہ آدمی سنتا ہے، جیسے آپ میری بات سن رہے ہیں، لیکن قریب سے
رہے ہیں، نہ کہ دور سے۔لیکن آپ کا بت نہ قریب سے سنتا ہے، نہ دور سے۔

تو سننے کی وجہ خدا ہونا نہیں ہے، سننے کی وجہ روح کا تعلق ہے۔آپ میں روح موجود
آپ کے سننے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے، اور اگر آپ نہیں سنیں گے تو یہی کہا جائے گا کہ
ہونے کی وجہ سے نہیں سن رہا اصل یہ تھا کہ سنتا۔

اب جھگڑا قبر کا ہے۔اگر قبر کے اندر سے جسم سے روح کا تعلق ثابت ہو جائے گا تو

بھی ثابت ہو جائے گا، اور وہ عذاب وثواب قبر سے ثابت ہو جاتا ہے تو جس طرح ہم سننے سے خدا
نہیں بن جاتے، اسی طرح قبر والے سننے سے خدا نہیں بنتے۔ایک آدمی مجھے کہنے لگا کہ اگر مردہ
سن لے تو شرک ہوگا۔میں نے کہا کہ شرک کس کے ساتھ۔شرک تو تیرے ساتھ ہوگا کہ تو بھی سن
رہا ہے اور وہ بھی۔خدا کا شریک نہیں ہوگا، کیونکہ خدا کا شریک جس طرح زندہ آدمی سننے کی وجہ
سے نہیں بن جاتا، اسی طرح مردہ آدمی بھی سننے کی وجہ سے خدا کا شریک نہیں بنتا۔جب عذاب و
ثواب قبر مان لیا جائے گا تو روح کا تعلق لازمی ماننا پڑے گا۔جب روح کا تعلق مانا تو روح کے
ادراکات بھی ماننے پڑیں گے۔

عثمانی مناظر۔

وہ بتوں کو پکارتے تھے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جن کو تم پکارتے ہو وہ تم جیسے بندے ہیں۔تو
معلوم ہوا کہ وہ بتوں سے بھی بندوں کو پکارتے تھے۔اور ان بندوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ
فرماتے ہیں ﴿اموات غیر احیا﴾ کہ ان میں روح نہیں ہے، وہ مردہ ہیں۔

جیسے ایک آدمی دربار پر کھڑے ہو کر آواز دیتا ہے تو وہ دربار کو تو نہیں پکار رہا ہوتا بلکہ جو قبر
کے اندر ہے اس کو پکار رہا ہوتا ہے، اسی طرح کافر اگرچہ بتوں کو پکارتے تھے، لیکن اصل میں ان
بزرگوں کو پکارتے تھے جن کے نام پر انہوں نے بت بنائے ہوتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں کے
بارے میں اموات فرمادیا کہ وہ مردہ ہیں، جب وہ مردہ ہیں تو ان میں روح تو نہ ہوئی۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

مشرکین مکہ بت بنا کر پکارتے تھے اور جن بزرگوں کے بت تھے ان کی قبریں عراق میں
نہیں۔یہ ایسے ہے جیسے آپ تو یہاں ملتان میں بیٹھے ہیں، اور آپ کو کوئی پکارے سرائے سدھو
سے، تو آپ اس کی بات یقیناً نہیں سنیں گے۔آپ کے اس نہ سننے سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ آپ
میری بات بھی نہیں سن رہے۔

عثمانی مناظر۔

وہ انبیاء کی قبروں کو بھی تو پکارتے تھے، جس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

مدینے کے قریب کچھ یہودی تھے جو اپنے بزرگوں کی قبروں کو پکارتے تھے، لیکن
کوئی بھی قبر پرست نہیں تھا، سارے ہی بت پرست تھے۔ یہ آیات مکی ہیں، بتوں کے بارے
ہیں۔

بت تو جرائیل اور عزرائیل کے بھی بنائے ہوئے تھے، اب جرائیل اور عزرائیل
موجود نہیں تھے۔ اور ان بتوں کے ساتھ روح کا تعلق نہیں ہے۔ جب کہ قبر میں جسم کے ساتھ
کا تعلق ہے۔ عثمانی نے روح کے تعلق کا انکار کرنے کے لئے عذاب قبر کا بھی انکار کر دیا اور اس
بھی انکار کر دیا۔ اور کہا کہ قبر یہ نہیں بلکہ جسم مثالی ہے۔ اب جسم تو وہ بھی مانتا ہے ہم بھی۔ ہم
ہیں کوئی قرآن کی آیت یا حدیث پیش کرو جس میں اس قبر کا ذکر ہو۔

ابوداؤد شریف میں حدیث ہے۔

تعاد روحه فی جسده [1]

(۱) حدثنا عثمان بن ابی شیبة نا جریر ح ونا هناد بن السری قال نا ابو معاویة وهذا لفظ هناد عن الاعمش عن المنهال عن زاذان عن البراء بن عازب قال خرجنا مع رسول الله ﷺ فی جنازة رجل من الانصار فانتهینا الی القبر ولما یلحد فجلس رسول الله ﷺ وجلسنا حوله کانما علی رؤسنا الطیر وفی یده عود ینکت به فی الارض فرفع رأسه فقال استعیذوا بالله من

روح جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔

عذاب القبر مرتین او ثلثا زاد فی حدیث جریر ههنا وقال وانه لیسمع خفق نعالهم اذا ولوا مد برین حین یقال له یا هذا من ربک وما دینک ومن نبیک قال هناد قال ویأتیه ملکان فیجلسانه فیقولان له من ربک فیقول ربی الله فیقولان له ما دینک فیقول دینی الاسلام فیقولان له ما هذا الرجل الذی بعث فیکم قال فیقول هو رسول الله ﷺ فیقولان وما یدریک فیقول قرأت کتاب الله فامنت به وصدقت زاد فی حدیث جریر فذالک قول الله تعالیٰ یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة .الآیة. ثم اتفقا قال فینادی مناد من السماء ان صدق عبدی فافرشوه من الجنة والبسوه من الجنة وافتحوا له بابا الی الجنة قال فیأتیه من روحها وطیبها قال ویفتح له فیها مد بصره قال وان الکافر فذکر موته قال وتعاد روحه فی جسده ویأتیه ملکان فیجلسانه فیقولان من ربک فیقول هاه هاه لا ادری فیقولان له ما دینک فیقول هاه هاه لا ادری فیقولان ما هذا الرجل الذی بعث فیکم فیقول هاه هاه لا ادری فینادی مناد من السماء ان کذب فافرشوه من النار والبسوه من النار وافتحوا له بابا من النار قال فیأتیه من حرها و سمومها قال ویضیق علیه قبره حتیٰ تختلف فیه اضلاعه زاد فی حدیث جریر قال ثم یقیض له اعمی ابکم معه مرزبة من حدید لو ضرب بها جبل لصار ترابا قال فیضربه بها ضربة یسمعها ما بین المشرق والمغرب الا

چیز لوٹائی وہاں جاتی ہے جہاں سے نکالی گئی ہو۔ معلوم ہوا جس جسم سے نکالی جاتی

الثقلین فیصیر ترابا قال ثم تعاد فیه الروح . (ابو داؤد ص ۶۵۴)

ترجمہ۔ سند کے بعد۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں ہم نبی اقدس ﷺ کے ساتھ انصار میں سے ایک آدمی کے جنازہ میں نکلے پس ہم قبر کے قریب پہنچ گئے جب قبر کھودی گئی تو نبی اقدس ﷺ تشریف فرما ہوئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ارد گرد بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندہ ہے اور نبی اقدس ﷺ کے دست مبارک میں لکڑی تھی جس کے ساتھ آپ ﷺ زمین کو کرید رہے تھے۔ پس آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا اللہ سے عذاب قبر سے پناہ مانگو آپ ﷺ نے دو یا تین مرتبہ فرمایا۔ اور جریر کی حدیث میں اس جگہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ان کی جوتیوں کی کھٹکھٹاہٹ کو سنتا ہے جب وہ لوٹ رہے ہوتے ہیں اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ اور ھناد کہتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اسے اٹھا بٹھاتے ہیں، اور اس سے کہتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے، وہ کہتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے، پس وہ کہتے ہیں وہ شخص کون ہے جو تمہاری طرف بھیجا گیا؟ پس وہ کہتا ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، پس وہ کہتے ہیں کہ تجھے کیسے معلوم ہوا؟ پس وہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی، میں اس پر ایمان لایا، اور اس کی تصدیق کی اور جریر کی حدیث میں یہ زائد ہے کہ یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے قول **یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوٰة الدنیا وفی الآخرة.** پھر دونوں (راوی) متفق ہو جاتے ہیں۔ فرمایا آواز دیتا ہے آواز دینے والا آسمان سے اگر میرے بندے نے سچ کہا تو اس کے لئے جنت کا بستر بچھا دو جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دو، فرمایا پس آتی ہیں اس کے پاس جنت کی ہوائیں اور خوشبوئیں، فرمایا کشادگی کر دی جاتی ہے اس کے لئے قبر

اس جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔ کیونکہ ایک جگہ سے نکال کر دوسری جگہ رکھنے کو لوٹانا نہیں کہتے، اب عذاب وثواب قبر روح کے تعلق سے ہوتا ہے۔ جب روح کا تعلق ثابت ہو گیا تو سننا اور دیکھنا بھی ثابت ہو گیا۔

عثمانی مناظر۔

روح کا جسم سے تعلق ہے؟۔ تعلق ثابت کرو۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

جب عذاب وثواب ہے تو روح کا تعلق ضروری ہے، اس کے بغیر عذاب وثواب ہو ہی نہیں سکتا، یہ بات ساری دنیا مانتی ہے۔ اور پھر شہداء کے بارے میں تو خاص حیات کا لفظ بھی آ گیا۔

میں تا حد نگاہ۔ فرمایا اور بے شک کافر اور ذکر کیا اس کی موت کا اور فرمایا کہ اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے اور آتے ہیں اس کے پاس دو فرشتے اور اس کو بٹھا لیتے ہیں پس اس کو کہتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے ھاہ ھاہ میں نہیں جانتا۔ پس اسے کہتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے ھاہ ھاہ میں نہیں جانتا۔ پس اسے کہتے ہیں کہ یہ شخص کون ہے جو تمہاری طرف بھیجا گیا پس وہ کہتا ہے ھاہ ھاہ میں نہیں جانتا۔ پس آسمان سے ندا دینے والا ندا دیتا ہے اگر اس نے جھوٹ بولا ہے تو اس کے لئے آگ کا بستر بچھا دو اور اس کو آگ کا لباس پہنا دو اور اس کے لئے آگ کی طرف دروازہ کھول دو۔ فرمایا پس آتی ہے اس کے پاس جہنم کی گرمی، اور اس کی ہوائیں، فرمایا اور تنگ ہو جاتی ہے اس پر اس کی قبر یہاں تک کہ گھس جاتی ہیں اس کی پسلیاں۔ جریر کی حدیث میں زیادہ کیا ہے، پھر فرمایا مقرر ہو جاتا ہے اس کے ساتھ ایک ساتھی جو اندھا ہوتا اور گونگا ہوتا ہے اس کے پاس لوہے کا گرز ہوتا ہے کہ اگر اس کے ساتھ پہاڑ کو ماریں تو وہ بھی مٹی ہو جائے فرمایا پس وہ اس کو اس کے ساتھ ایسا مارتا ہے کہ جسے مشرق اور مغرب کے درمیان تمام مخلوق انسانوں اور جنوں کے علاوہ سنتی ہے پس

عثمانی مناظر۔

قرآن پاک کی آیت

﴿ثم انکم یوم القیمة تبعثون﴾

میں تو قبر میں زندہ ہونے کا ذکر تو نہیں ہے۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

میں نے اس لئے دو آیتیں پڑھی تھیں کچھ باتیں ایک آیت میں تھیں کچھ دوسری میں تھیں۔جیسے

﴿کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتاً فاحیاکم﴾

میں موت اور پھر اس کے بعد حیات کا ذکر ہے۔درمیان میں ماں کے پیٹ میں جو حالات گزرے ان کا کوئی ذکر نہیں۔جب کہ دوسری آیت میں نطفہ،علقہ،مضغہ وغیرہ کا ذکر ہے۔اب ایک آیت میں یہ باتیں نہیں ہیں تو دوسری میں آ گئیں،تو ان کو ماننا چاہئے،انکار نہیں کرنا چاہئے۔اس طرح ایک آیت میں اس حیات کا ذکر نہیں،لیکن دوسری آیت ﴿ثم یحییکم﴾ میں اس کا ذکر آ گیا تو اس کو ماننا چاہئے۔

عثمانی مناظر۔

اس میں قبر کی زندگی کا تو ذکر نہیں ہے۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

جس طرح فاحیاکم میں ماں کے پیٹ والی زندگی آ گئی،کہ وہ چھپی زندگی تھی اور یہ زندگی کھلی۔تو جب اس زندگی کا ذکر ہوا تو وہ بھی اس کے ضمن میں آ گئی،اسی طرح قبر کی زندگی بھی آخرت کی زندگی کا دیباچہ ہے اور مقدمہ۔تو اگر یحییکم سے آخرت کی زندگی کو بھی مراد لے لیا جائے تب بھی اس قبر والی زندگی کا ذکر اس کے ضمن میں آ جائے گا۔

کیونکہ قبر والی زندگی کا آخرت والی زندگی سے ایسا تعلق ہے جیسے اس زندگی کے ساتھ ماں کے پیٹ والی زندگی کا۔جس طرح ماں کے پیٹ والی زندگی کے لئے علیحدہ لفظ لانے کی ضرورت نہیں پڑی،بلکہ فاحیاکم میں ہی وہ زندگی بھی مذکور ہو گئی۔اس طرح قبر والی زندگی کے لئے علیحدہ لفظ لانے کی ضرورت نہیں ہے،بلکہ یحییکم میں آخرت کی زندگی کے ساتھ قبر والی زندگی بھی داخل ہو گئی۔

عثمانی مناظر۔

آپ ماں کے پیٹ والی زندگی اور قبر والی زندگی کو ایک ہی سمجھتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

ہم ماں کے پیٹ والی زندگی اور اس زندگی کو ایک سمجھتے ہیں۔کیونکہ وہ اس زندگی کا دیباچہ ہے۔

عثمانی مناظر۔

ماں کے پیٹ میں تو آدمی مردہ بھی ہوتا ہے اور زندہ بھی۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

بچے کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ماں کے پیٹ میں اس کے اندر روح ڈالی ہے اور اسے زندگی حاصل ہوئی ہے،اس زندگی کے لئے کیا کوئی علیحدہ آیت ہے؟۔

عثمانی مناظر۔

جب ماں کے پیٹ میں روح ڈالی گئی اس وقت سے یہ زندگی شروع ہوگئی۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

تو اس زندگی کے دو حصے ہو گئے۔ایک یہ کھلی زندگی اور ایک ماں کے پیٹ میں چھپی زندگی۔اسی طرح اگر یحییکم سے آخرت کی حیات بھی مراد لے لی جائے تو قبر کی زندگی چھپی

زندگی ہے اور آخرت کی کھلی۔ تو قبر والی زندگی اس آخرت والی زندگی کے ضمن میں داخل ہوگئی۔ اس لئے علیحدہ آیت لانے کی ضرورت نہیں۔ جیسے ماں کے پیٹ والی زندگی کے لئے علیحدہ آیت لانے کی ضرورت نہیں۔

عثمانی مناظر۔

قرآن میں ہے کہ قیامت کو اٹھائے جاؤ گے۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

قیامت کی زندگی سے قبل جو زندگی قبر کی چھپی زندگی ہے اس کے بارے میں یہ آیت خاموش ہے۔ دوسری آیت وہ ثابت ہے۔

عثمانی مناظر۔

قبر والوں کے بارے میں تو اموات غیر احیاء کہا گیا ہے۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

اس آیت کا قبر کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ یہ تو بتوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ آپ اس کو قبروں پر فٹ کر رہے ہیں جو یہودیوں کا کام تھا

﴿ یحرفون الکلم عن مواضعه ﴾۔

عثمانی مناظر۔

یہودی عزیر علیہ السلام کو پکارتے تھے نہ کہ ان کے بت کو۔ عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو پکارتے تھے نہ کہ ان کے بت کو۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

وہ بتوں کو سامنے رکھ کر ہی پکارتے تھے۔ اور یہ بت قبر سے کہیں دور تھے، قبر تو قریب تھی ہی نہیں۔

عثمانی مناظر۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جن کو تم پکارتے ہو وہ بندے ہیں تم جیسے اور وہ سنتے نہیں۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

آپ بندے ہیں آپ کیوں سنتے ہیں؟۔ پھر وہاں سننے کی نفی ہی نہیں ہے۔

﴿ عباد امثالکم ﴾

اس آیت میں بندوں کا ذکر ہے۔ یہاں سننے کی نفی نہیں۔ جس آیت میں سننے کی نفی ہے اس میں بندوں کا ذکر نہیں ہے بلکہ بتوں کا ذکر ہے۔

عثمانی مناظر۔

اگرچہ کفار بتوں کو پکارتے تھے لیکن سناتے تو ان انبیاء یا اولیاء کو تھے۔ اور انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ اموات غیر احیاء ﴾۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

تین چیزیں ہیں ایک یہ کہ آدمی خود بیٹھا ہے، ایک ہے اس کا بت، ایک ہے اس کی قبر۔ اب یہ آدمی جو زندہ بیٹھا ہے یہ بالاتفاق قریب سے سنتا ہے دور سے نہیں سنتا۔ اب اگر کوئی کہے (زندہ آدمی کے بارے میں) کہ حدیث سے دکھائیں کہ کتنے فٹ سے سنتا ہے۔ یہ سوالات شرارت کے لئے ہوتے ہیں، یہ زندہ آدمی قریب سے سنتا ہے دور سے نہیں سنتا۔ کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ کتنے فٹ اور کتنے انچ سے سنتا ہے اور کتنے سے نہیں۔

عثمانی آج کل اس قسم کی شرارتیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اجی! مردہ کتنے فٹ سے سنتا ہے اور کتنے انچ سے سنتا ہے؟۔ روح کا تعلق کب ہوتا ہے؟۔ کتنے گھنٹے اور کتنے منٹ کے بعد روح کا تعلق ہوتا ہے؟۔ جب عذاب وثواب ہوگا تو روح کا تعلق تو ہوگا۔

اب جو اس زندہ آدمی کا بت ہے وہ نہ قریب سے سنتا ہے نہ دور سے سنتا ہے۔ اختلاف

قبر میں ہو گیا۔ اب جو زندہ آدمی سن رہا ہے وہ کیا اس لئے سن رہا ہے کہ وہ خدا ہے؟۔ یقیناً خدا ہونے کی وجہ سے نہیں سن رہا بلکہ وہ سن اس لئے رہا ہے کہ اس میں روح ہے۔ اس کے سننے کا تعلق توحید وشرک سے نہیں ہے۔ اسی طرح قبر میں سننے کا تعلق توحید وشرک سے نہیں ہے۔ اگر تو روح کا تعلق ہے وہ سنتا ہو گا، اگر تعلق نہیں تو سننے کی بھی نفی ہو گی۔ اور روح کا تعلق عذاب وثواب قبر کے لئے ماننا پڑے گا۔ جب روح کا تعلق مانا جائے گا تو سننا بھی ماننا پڑے گا۔

اب یا تو عذاب وثواب قبر کا انکار کر دو۔ عثمانی عذاب وثواب قبر کا انکار کرتا ہے لیکن کھل کر نہیں کرتا۔ خود لکھتا ہے کہ جو عذاب وثواب قبر کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ اب خود اس نے کیا کیا کہ قبر کا معنی بدل دیا، اور کہا کہ قبر جسم مثالی کو کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس میں روح کو رکھتے ہیں اور اس کو قیامت تک عذاب ثواب ہوتا رہے گا۔ ہم کہتے ہیں کہ اس کا جسم مثالی کو قبر کہنا قرآن کا واضح انکار ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ قبر یہی ہے،

﴿ لا تقم علی قبرہ ﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تم منافق کی قبر پر کھڑے نہ ہونا۔ آنحضرت ﷺ قبر پر کھڑے ہونے کے لئے نہ علیین میں جا رہے تھے نہ سجین میں۔ نیز عثمانی اپنے رسالے میں لکھتا ہے کہ قبر میں دیا نہیں جلانا چاہئے دیا تو اس قبر پر جلایا جاتا ہے۔ تو عثمانی خود اس قبر کو قبر مان چکا ہے۔ کہتا ہے کہ قبروں کو سجدے نہیں کرنے چاہئیں۔ کیا لوگ جسم مثالی کو جا کر سجدے کرتے ہیں؟۔ کہتا ہے کہ قبر پختہ نہیں ہونی چاہئے۔ تو کیا لوگ علیین یا سجین میں جا کر قبر پختہ بناتے ہیں؟۔ یہ تمام باتیں عثمانی اسی قبر کے بارے میں لکھتا ہے اور اسی قبر کو قبر مانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جھوٹے آدمی کے جھوٹ کو واضح کرتے ہیں۔ چنانچہ اس کے جھوٹ کو بھی واضح کر دیا، چنانچہ یہ اپنے دوسرے رسالے میں لکھتا ہے کہ قبر یہی ہے۔ جب یہ بات متفق ہو گئی کہ قبر یہی ہے، تو عذاب وثواب اسی قبر میں ہو گا اور اس قبر میں یہی جسم ہوتا ہے۔ تو عذاب وثواب بھی

اسی جسم کو ہوتا ہے۔

اسی طرح قوم نوح کے متعلق ہے مما خطیئٰتھم اب ھم ضمیر کا مرجع قوم نوح ہے، وہ پہلے اجسام کے ساتھ خطائیں کرتے تھے یا جسم مثالی کے ساتھ؟۔ پہلے جسم سے خطائیں کرتے تھے۔ اغـرقـوا جب غرق ہوئے تو انہی جسموں کے ساتھ غرق ہوئے جو پہلے تھے۔ وہی جسم جو غرق کئے گئے انہی کے بارے میں ہے فـادخلوا ناراً اللہ تعالیٰ نے ان کو آگ میں داخل کر دیا ہے۔ اب غرق ہونے کے بعد جو عذاب شروع ہوا اس عذاب کا ذکر تو قرآن میں ہے، لیکن یہ مذکور نہیں کہ اس عذاب کا نام کیا ہے۔ نبی اقدس ﷺ نے اس عذاب کے دو نام رکھے ہیں

نمبر ۱۔ عذاب قبر

نمبر ۲۔ عذاب میت۔

ایک نام رکھا عذاب قبر، تا کہ پتا چلے کہ اس قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔ دوسرا نام رکھا عذاب میت۔ میت جسم مثالی کو کوئی نہیں کہتا ہے، نہ کوئی روح کو میت کہتا ہے۔ میت اسی جسم کو کہتے ہیں، تو اس دوسرے نام سے یہ بتا دیا کہ میت کو عذاب ہو رہا ہے۔ جس پر موت واقع ہوئی تھی اب جب عذاب مان لیا تو روح کا تعلق ماننا بھی لازمی ہے۔

عثمانی مناظر۔

بسا اوقات پوسٹ مارٹم کے لئے قبر کو اکھیڑا جاتا ہے تو جسم ویسے ہی مردہ پڑا ہوتا ہے، کیا روح پھر نکل جاتی ہے۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

اس بات کو بھی سمجھ لیں۔ اب جبکہ ہم بیدار ہیں اس وقت روح کی تین ذمہ داریاں ہیں

نمبر ا۔

تکلیف شرعی۔ ہم منہ سے جو بات نکالیں گے گورنمنٹ بھی پکڑے گی کہ کیا بات کی ہے اور شریعت بھی پکڑے گی۔

نمبر ۲۔

دوسری ذمہ داری جو روح پر ہے وہ ہے احساس۔ آپ میری طرف دیکھ رہے ہیں پیچھے سے ایک چیونٹی پاؤں پر چڑھ گئی تو پٹھے دماغ کو فوراً اطلاع دیں گے کہ چیونٹی آ گئی ہے، دماغ دل کو بتائے گا دل ہاتھ کو حکم دے گا جو جا کر چیونٹی کو مار دے گا۔ تو یہ احساس بھی روح کی ذمہ داری ہے۔

نمبر ۳۔

تیسری ذمہ داری جو روح پر ہے وہ ہے تدبیر بدن۔ روح نے کھانا ہضم کرنا ہے پھر جسم کو پٹرول فراہم کرنا ہے اور پھر مزید کھانے کا مطالبہ کرنا ہے۔

تو بیداری کی حالت میں روح کی تین ذمہ داریاں ہیں، جب ہم سو جائیں گے تو روح سے ایک ذمہ داری ساقط ہو جائے گی۔ وہ ہے تکلیف شرعی۔ سو کر آدمی نہ شریعت کا پابند رہتا ہے نہ حکومت کا۔

مثلاً اب اگر ہم کسی غیر عورت کو دیکھیں گے تو گناہ ہوگا، لیکن خواب میں سارا کام بھی کر لیں تو کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ ہم وہاں شریعت کے مکلّف نہیں ہیں۔ سونے کی حالت میں تکلیف شرعی نہیں رہی۔ البتہ باقی دو ذمہ داریاں باقی ہیں۔

نمبر ا۔

تدبیر بدن۔ کھانا کھا کر سوئے تو وہ ہضم ہو رہا ہے۔

نمبر ۲۔

احساس۔ اس کو حرکت دیں گے تو اٹھ بیٹھے گا۔

اب نیند اور بیداری میں کئی فرق ہو گئے۔ بیداری میں دیکھنے کے لئے آنکھ کے محتاج ہیں جبکہ نیند کی حالت میں آنکھیں بند ہوتی ہیں۔ روح پھر بھی خواب دیکھتی ہے۔ اب ان کا مشرق کی طرف منہ ہے تو مغرب کی طرف نہیں دیکھ سکتے، لیکن اگر یہ اسی طرح سو جائیں اور اٹھ کر کہیں کہ خواب میں بیت اللہ کی زیارت ہوئی ہے، میں طواف کر رہا تھا۔

اور اندھا بھی خواب دیکھتا ہے۔ بلکہ اس کے خواب دوسروں کی نسبت بڑے عروج پر ہوتے ہیں۔ گونگا خواب میں باتیں کرتا ہے جس کی دونوں ٹانگیں نہیں ہیں وہ خواب میں سب سے آگے آگے بھاگ رہا ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ خواب میں روح ان حواس کی محتاج نہیں ہے۔ یہ آنکھ ہو یا نہ ہو روح پھر بھی دیکھتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ روح پر سے ایک ذمہ داری ہٹ جانے کی وجہ سے جو کہ تکلیف شرعی ہے روح کا احساس تیز ہو گیا ہے۔ جو چیزیں ہم بیداری میں نہیں دیکھ سکتے وہ ہمیں خواب میں نظر آ رہی ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ روح کے لئے فاصلہ نہیں ہوتا اور نہ ہی رکاوٹ ہوتی ہے۔ اب ہم بیدار ہیں کمرے سے نہ جسم نکل سکتا ہے نہ روح، لیکن نیند کی حالت میں روح نکل کر کراچی کی سیر کر رہی ہوتی ہے۔ اس لئے روح کے لئے نہ فاصلے ہیں نہ رکاوٹیں ہیں، نہ ہی حواس کی ضرورت ہے۔ عثمانی یہ شبہات ڈالتا ہے کہ آنکھ تو ریزہ ریزہ ہو گئی ہے اب کیسے دیکھے گی؟ کان گل سڑ گیا اب کیسے سنے گا؟ جیسے سونے والا آدمی سرے سے اس کان کا محتاج ہی نہیں رہا، بہرا بھی سنتا ہے، آنکھ کا بھی محتاج نہیں رہا، اندھا بھی خواب دیکھتا ہے، پاؤں کا بھی محتاج نہیں رہا، لنگڑا بھی بھاگتا ہے۔ جب آدمی قبر میں چلا گیا تو اب اس روح پر سے دو ذمہ داریاں ختم ہو گئیں۔

نمبر ا۔ تکلیف شرعی۔

نمبر ۲۔ تدبیر بدن۔

اب روح پر صرف ایک ذمہ داری رہ گئی ہے وہ ہے احساس۔ یہ احساس شدید ہو جائے گا کیونکہ روح پوری طرح احساس کی طرف متوجہ ہو چکی ہوگی۔ اس لئے ہم وہاں کے عذاب وثواب کو دنیا میں تصور بھی نہیں کر سکتے۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے کہ وہ عذاب کتنا سخت ہوگا۔ اس لئے کہ یہاں روح کی توجہ تقسیم ہے تکلیف شرعی، تدبیر بدن، احساس کے درمیان وہاں پوری توجہ ہی احساس کے درمیان ہوگی۔

عثمانی مناظر۔

ایک آدمی کو قبر ہی نہیں ملتی اس میں روح کب آئے گی۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

جس کو قبر ملی ہے اس کو تو مان لو۔

عثمانی مناظر۔

اس کو مان لیا ہے۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب۔

جس کو مل گئی اس کو اگر مان لیا ہے تو جسے نہیں ملی اب اس کے بارے میں بھی سن لیں۔ بخاری شریف میں حدیث ہے [1] کہ بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا جب موت کا وقت قریب آیا تو

(۱) حدثنا ابوالوليد قال حدثنا ابو عوانة عن قتادة عن عقبة بن عبدالغافر عن ابی سعيد عن النبی ﷺ ان رجلا كان قبلكم رغسه الله مالا فقال لبنيه لما حضر ای اب كنت لكم قالوا خير اب قال انی لم اعمل خيرا قط فاذا مت احرقونی ثم اسحقونی ثم ذرونی فی يوم عاصف ففعلوا فجمعه الله عز و جل فقال ما حملك قال مخافتك فتلقاه رحمة و قال معاذ حدثنا شعبة عن قتادة سمع عقبة بن عبدالغافر سمعت ابا سعيدالخدری عن النبی ﷺ نحوه حدثنا مسدد قال حدثنا ابو عوانة عن عبدالملك بن عمير عن ربعی بن حراش قال قال عقبة لحذيفة الا تحدثنا ما سمعت من النبی ﷺ قال سمعته يقول ان رجلا حضره الموت لما ايس من الحياة اوصى اهله اذا مت

اس نے اپنے بیٹوں کو کہا کہ میں بہت گناہ گار ہوں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ تم میرے مرنے کے بعد مجھے جلا دینا پھر اس راکھ میں سے کچھ ہوا میں اڑا دینا، کچھ پانی میں بہا دینا۔ اب یہ سب کچھ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ذرات کو اکٹھا کر کے فرمایا اور روح پھونک کر پوچھا کہ یہ تو نے کیا کیا؟۔ اس نے عرض کیا یا اللہ آپ سے ڈر کر کیا تھا۔

اب رسول اقدس ﷺ نے اس واقعہ کو بیان کرتے وقت یہ نہیں فرمایا کہ جسم کو تو عذاب ہونا ہی نہیں تھا، وہ ویسے ہی عذاب دیتا رہا اور اس جسم کو جلوایا۔ نہ ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عذاب تو روح کو ہونا تھا نہ کہ جسم کو، تو نے خواہ مخواہ ہی جسم کو جلوایا۔ میں نے تو جسم کو عذاب دینا ہی نہیں تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ شروع سے سارے اثبات کے قائل تھے کہ عذاب میں جسم شریک ہوتا ہے۔ اب اس شخص کے ذرات کہاں کہاں پہنچے تھے؟۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر نہ نکل سکے۔ اگر عذاب میں نے یا آپ نے دینا ہو تو ہمارے ہاتھ سے تو زندہ آدمی بھی بھاگ جاتا ہے۔ لیکن انسان اللہ تعالیٰ کی قدرت سے نہیں نکل سکتا۔ اس کے ذرات جہاں کہیں بھی پہنچ جائیں اللہ تعالیٰ اسے عذاب وثواب دے گا اور روح کے تعلق سے دے گا۔

قرآن پاک میں واقعہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک دن سیر کرتے کرتے سمندر کی طرف جا نکلے وہاں کیا دیکھا کہ ایک انسانی لاش پڑی ہے، اسے مچھلیاں اور مگرمچھ بھی کھا رہے ہیں، کوے اور چیلیں بھی کھا رہے ہیں، اور کچھ ذرات زمین میں بھی ملتے جا رہے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے سوچا کہ یہ قیامت کے دن کیسے زندہ ہوگا؟۔ اور اس کا حساب کتاب ہوگا؟۔ اس

فاجمعوا الی حطبا كثيرا ثم اوقدوا نارا حتی اذا اكلت لحمی وخلصت الی عظمی فخذوها فاطحنوها فذرونی فی اليم فی يوم حار اور راح فجمعه الله فقال لم فعلت قال من خشيتك فغفرله قال عقبة وانا سمعته يقول. (بخاری ص ۴۹۵ ج ۱)

پر حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا۔

﴿رب ارنی کیف تحی الموتیٰ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

﴿اولم تؤمن﴾

کیا تو ایمان نہیں رکھتا؟۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام عرض کیا۔

﴿بلا ولکن لیطمئن قلبی﴾

کہ یا اللہ ایمان تو ہے لیکن اطمینان قلب کے لئے سوال کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراھیم علیہ السلام سے فرمایا کہ چار پرندے لے لو انہیں ذبح کر لو ان کا قیمہ کر کے آپس میں ملا کر کچھ ایک پہاڑ پر رکھ دو کچھ دوسرے پر۔ چنانچہ رکھ دیا۔ پھر فرمایا آواز دو، جب آواز دی تو ذرات جہاں جہاں پڑے تھے بھاگتے آئے۔

تو اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی چیز بھی باہر نہیں ہے۔ جس کو قبر نہیں ملی جہاں جہاں اس کے ذرات گئے، وہاں وہاں ہی روح کا تعلق قائم ہوگا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو عذاب قبر سے محفوظ فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

مناظر اہلسنت — مولانا امین صفدر اوکاڑوی رحؒ

مناظر اہل بدعت — یونس نعمانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

الحمد للہ و کفٰی والصلوٰۃ والسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی. اما بعد.

یہ لوگ اہلسنت والجماعت سے خارج ہیں اس پر علماء کے دستخط موجود ہیں۔ اسلیئے یہ مناظرہ اہلسنت والجماعت اور دوسرے حضرات کا ہے۔ یہ لوگ عذاب وثواب قبر کے منکر ہیں اور عذاب وثواب قبر کا منکر قطعاً اہلسنت والجماعت سے خارج ہے۔

ہم اہلسنت والجماعت اس بات کے قائل ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر بھی موت طاری ہوئی۔ جس موت کا وعدہ ہے قرآن میں۔ مگر اس کا تحقق اور وقوع قرآن پاک میں مذکور نہیں۔ اس کا وقوع خطبہ صدیق اکبرؓ سے معلوم ہوتا ہے۔ جیسے،

﴿کل نفس ذائقة الموت﴾

میں ہماری موت کا وعدہ قرآن پاک میں ہے۔اب کوئی اس آیت کو لے کر کہے کہ سب لوگ مر چکے ہیں یہ اس آیت کا غلط ترجمہ ہوگا۔اس طرح حضرت ﷺ کے بارے میں بالکل قرآن پاک میں نہیں ہے کہ حضرت وصال فرما چکے ہیں۔نہ ہی حضرت ﷺ نے اپنی کسی حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ میں فوت ہو چکا ہوں اور مجھے غسل کفن دیکر قبر میں دفن کر دیا گیا ہے۔

جو آدمی آپ ﷺ کی موت کا وقوع قرآن وحدیث میں مانے گا وہ قرآن اور حدیث پر جھوٹ بولے گا۔

مولوی محمد یونس نعمانی۔

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم. اما بعد.

آج جو مسئلہ ہمارے درمیان چل رہا ہے وہ مسئلہ ہے حیات النبی۔سب سے پہلے یہ سمجھنا چاہیے کہ ہمارے درمیان مسئلہ اختلافی ہے کیا؟ ہمارا نظریہ کیا ہے؟ اور ان حضرات کا نظریہ کیا ہے؟۔

جب تک نظریہ کی وضاحت نہ ہو تو فائدہ نہ ہوگا۔مجھے بھی چاہیے کہ اپنے عقیدے کی وضاحت کروں اور مولوی صاحب بھی اپنے عقیدے کی وضاحت کریں۔پہلے عقیدہ واضح کریں پھر یہ دیکھا جائے گا کہ اہلسنت والجماعت کا نام کس عقیدے کے لیے ٹھیک ہے، کس عقیدے والوں کے لیے ٹھیک نہیں ہے۔

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ پر موت واقع ہوئی اور آپ ﷺ کی روح مبارک آپ ﷺ کے جسم عنصری سے نکل گئی۔آپ ﷺ پر موت واقع ہوئی اور خداوند قدوس کا وعدہ جو اس نے اپنی کلام مقدس میں فرمایا تھا وہ پورا ہوا، اور صحابہ کرام نے اس بات پر اجماع کیا کہ آپکا مبارک وجود میت ہو چکا ہے۔اس لیے میت سمجھ کر صحابہ نے قبر میں دفن کیا۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

الحمد لله وکفٰی والصلوٰة والسلام علی عباده الذین اصطفٰی. اما بعد.

میرے دوستو اور بزرگو، میں نے یہ بات عرض کی تھی کہ ہمارا اہلسنت والجماعت ہونا مسلم ہے۔جس پر میں نے حوالہ جات پیش کیے تھے۔اس کا مولوی یونس نے نہ کوئی جواب دیا ہے نہ انکار کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ وہ ہمیں اہلسنت والجماعت مان چکے ہیں ورنہ اعلان کرتے پچاس علماء کے خلاف کہ آپ اہلسنت والجماعت نہیں ہیں۔

میں نے یہ بات عرض کی تھی کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ نبی اقدس ﷺ کی موت کا وقوع قرآن میں ہے یہ بات غلط ہے۔الحمد للہ پہلی ہی بار یہ بات مان لی ہے۔مولانا نے یہ مان لیا کہ موت اجماع سے ثابت ہے۔جب موت اجماع صحابہ سے ثابت ہے تو مولانا اس اجماع کے بعد بھی اجماع کو مانیں گے یا اس اجماع کو ماناہے بعد میں اجماع کو نہیں مانیں گے۔

یہ بات ذہن میں رکھیں کہ مولانا نے جو یہ لکھا تھا کہ میں قرآن وحدیث سے باہر نہ جاؤں گا وہ پہلی تقریر ہی میں قرآن وحدیث سے نکل گئے تھے۔اور انہوں اجماع کو بھی مانا کہ وقوع موت ثابت ہے۔

یہ جماعت جو قرآن وحدیث کہتی تھی مولوی صاحب پہلی باری میں ہی چھوڑ گئے، کیونکہ وقوع موت کو اجماع سے ثابت کیا ہے۔قرآن سے ثابت نہیں کر سکتے اللہ کے نبی ﷺ کی حدیث سے ثابت نہیں کر سکتے۔

انہوں نے کہا کہ مولوی صاحب نے عقیدہ واضح نہیں کیا۔ ہمارا عقیدہ کتابوں کے حوالے سے چھپ چکا ہے، لوگوں کے پاس جا چکا ہے۔میں نے یہ کہا تھا کہ اسکا عقیدہ بدلتا رہتا ہے، میں نے یہ الزام لگایا تھا کہ اس کے عقیدے کی بات جنڈانوالہ میں اور تھی دریا خان میں اور تھی

اور یہاں اور ہے اور جو اپنا عقیدہ بدلتا ہے وہ کسی اور کا راہنما نہیں بن سکتا۔ اگر میری یہ بات غلط تھی تو مولانا مجھے ابھی جھوٹا کرتے۔ اور ٹیپ کر کے تحریر کر کے سامنے رکھ دیتے کہ یہ بات میں نے جنڈانوالہ میں کی تھی اور یہی بات میں نے دریا خان میں کی تھی۔ اور اس پر میں نے یہاں دستخط کئے ہیں۔ اور مولانا نے تسلیم کرلیا ہے کہ میرا عقیدہ ہر شہر میں جدا ہوتا ہے۔

اب میں اپنا عقیدہ تمہیں پڑھ کر سناتا ہوں، پہلی بات تو انہوں نے بھی مانی کہ وقوع موت اجماع سے ثابت ہے۔ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔ جو جماعت قرآن وحدیث کہا کرتی تھی ان کا مناظر پہلی ہی باری میں قرآن وحدیث کو چھوڑ چکا ہے۔ آگے میں نے لکھا تھا کہ اس وقوع موت کے بعد روضہ پاک میں آپ ﷺ کو حیات حاصل ہے۔ یہ اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے۔

(القول البدیع ص ۱۲۵ رسالہ مدینہ ص ۱۴۱۔ اشعۃ اللمعات ج ا ص ۶۱۳۔ مظاہر الحق ج ا ص ۴۴۵۔ انوار محمود شرح ابی داؤد ج ا ص ۶۱۰، الفتاوی الکبریٰ ابن حجر مکی)۔

میں نے اپنا عقیدہ ان ساری کتابوں سے پیش کیا ہے۔ اور ان ساری کتابوں میں اجماع کا لفظ موجود ہے۔ اتفاق کا لفظ موجود ہے۔ مولوی یونس صاحب سے یہ میرا مطالبہ ہے۔ کہ ان کی کس کتاب میں اجماع یا اتفاق کا لفظ ہے۔ کسی ایک محدث نے لکھا ہو کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں نماز نہیں پڑھتے۔ صرف ایک حوالہ دے دیں ورنہ ان کو اہل سنت والجماعت کی کتابوں سے کوئی تعلق نہیں۔

مولوی محمد یونس نعمانی۔

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم. اما بعد.

مولوی صاحب نے یہ کہا کہ وقوع موت اجماع سے ثابت ہے۔ قرآن یا حدیث سے ثابت نہیں کر سکے۔ ان کا یہ کہنا کہ وقوع موت قرآن یا احادیث سے دکھائیں (1) یہ مطالبہ انتہائی

(1)۔ حضرت اوکاڑویؒ نے تو مولوی یونس سے قرآن وحدیث کا مطالبہ اس لئے کیا تھا

غلط ہے۔ کیونکہ جب آپ پر وقوع موت ہو چکا تو پھر آپ پر کوئی آیت نہیں اتری۔ جب تک اللہ کا نبی ﷺ زندہ رہا قرآن اترتا رہا، وحی آتی رہی۔ جب روح نکل گئی تو کوئی ایک آیت بھی نازل نہیں ہوئی۔

استغفر اللہ کہنے والوں سے میں کہوں گا کہ اپنے مناظر کو کہیں کہ ذرا پڑھیں تو سہی کہ کون سی آیت نازل ہوئی۔ جب نبی اقدس ﷺ کی روح مبارک جسم سے نکل گئی اور جسم مبارک کو قبر میں دفن کر دیا گیا۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ آپ روح کو جسم کے اندر داخل مانتے ہیں اور آپ اپنا عقیدہ متعین کیجئے۔ میں آپ سے پوچھوں گا کہ اس جسم کے ساتھ روح کا تعلق ہے یا نہیں۔

اگر ایسا تعلق مانتے ہو کہ روح تو ہے جنت الفردوس میں، اور اس کا جسم کے ساتھ ایسا تعلق ہے کہ جسم میں قیام کرنے کی اور رکوع اور سجود کرنے کی طاقت پیدا ہو جائے۔ تو میں آپ سے مطالبہ کروں گا کہ آپ اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت کیسے کہتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت وہ ہے جو نبی اقدس ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کو ماننے والے ہیں۔ میں مطالبہ کروں گا کہ اجماع تو دور کی بات ہے، کہ کسی ایک صحابی سے یہ ثابت کر دیں کہ اس نے کہا ہو کہ نبی اقدس ﷺ کے جسم سے روح کا تعلق ہو گیا تھا، وہ زندہ ہو گیا، رکوع سجود کرنے لگا، سلام کا جواب دینے لگا۔ کسی ایک صحابی سے ثابت کر دیں۔ میں خدا کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں میں پوری جماعت کی طرف سے یہ اعلان کر دوں گا کہ ہم اس عقیدے کو تسلیم کرتے ہیں۔

لیکن نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

کیونکہ اس نے خود یہ کہا تھا کہ قرآن وحدیث پیش ہوگا۔ چنانچہ مولوی یونس قرآن و حدیث سے وقوع موت ثابت کرنے سے عاجز آ گیا اور اجماع سے ثابت کر کے اپنے دعوے سے خود ہی منحرف ہو گیا۔ حضرت اوکاڑویؒ کا یہ مطالبہ بجا ہے اور مولوی یونس کے دعویٰ کی بنا پر ہے غلط نہیں ہے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

الحمد للہ وکفی والصلوٰۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی. اما بعد.

میرے دوستو اور بزرگو، مولوی صاحب نے یہ مانا کہ آنحضرت ﷺ کا وصال ہو چکا ہے اور یہ بھی مانا کہ وقوع موت نہ قرآن سے ثابت ہے، نہ حدیث سے بلکہ اجماع سے ثابت ہے۔ اب جب اجماع سے ایک عقیدہ ثابت مانا جائے دوسرا بھی مانا جائے گا یا نہیں؟۔

یہ تو نہیں ہے کہ ایک عقیدہ تو اجماع سے مانا جائے اور دوسرا نہ مانا جائے۔ چلتے ہوئے مولانا نے یہ کہا کہ جب تک حضرت ﷺ زندہ رہے آیتیں نازل ہوتی رہیں۔ میں اپنے مدمقابل مناظر سے کہتا ہوں کہ بعد میں جو آیتیں نازل ہوئیں میں مولانا سے پوچھتا ہوں کہ حجۃ الوداع کے بعد آپ ﷺ پر کتنی آیات نازل ہوئیں۔ آپ ﷺ زندہ رہے پیش کریں۔ یا یہ کہیں کہ جس دن یہ آیت نازل ہوئی تھی اس دن آپ ﷺ کا وصال ہو گیا تھا۔ اس کے بعد آیت نازل نہیں ہوئی۔

اس کے بعد مولوی صاحب نے اجماع کو پیش کیا۔ یہ کہہ کر کہ یہ مسئلہ قرآن سے ثابت نہیں حدیث سے ثابت نہیں۔ میں اس لئے اجماع پیش کر رہا ہوں۔ مجھے کہہ رہے ہیں کہ آپ صحابہ ؓ کا قول پیش کریں۔ میں کہتا ہوں کہ آپ اپنے قول کو بھول گئے۔ صحابہ ؓ کا قول اس وقت پیش کیا جائے گا جب حدیث میں یہ نہ ملے۔

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون.

اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں کے اندر زندہ ہیں، وہ نمازیں پڑھتے ہیں۔ اللہ کے نبی ﷺ کہتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں نمازیں نہیں پڑھتے۔ یہ اللہ کے نبی ﷺ کی مخالفت ہے۔ اس نے کہا میں نے اجماع پیش کیا ہے۔ ان کے پاس اجماع تو کیا ایک صحابی کا قول بھی نہیں ہے۔

علامہ سخاوی فرماتے ہیں نبی اقدس ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور قبر مبارک میں جو آپ ﷺ کا جسم ہے وہ دنیا والا ہے۔ اور کوئی نہیں۔ مولانا یہ بتائیں کہ جسم روح کے تعلق کے بغیر زندہ ہوتا ہے یا نہیں۔ مولانا کو زندگی اور موت کا معنی نہیں آتا اور نہ یہ بیان کریں گے۔

اگر انہوں نے حیات کو مان لیا تو روح جسم میں ہو اس کو حیات کہتے ہیں یا روح کا جسم سے تعلق ہو اس کو حیات کہتے ہیں، کسی مسلمان نے تو کجا کسی عیسائی نے بھی یہ تعریف نہیں کی کہ نہ روح کا تعلق ہو نہ داخل ہو اور جسم کو حیات حاصل ہو۔

جب حیات حاصل ہے زندہ ہیں، اب اس کے بعد یہ پوچھنا کہ روح کہاں ہے۔ یہ سوال بالکل لایعنی ہے۔

مولانا یہ کس طرح انبیاء علیہم السلام کے بارے میں کہتے ہیں۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ یہ حیات کے معنی نہیں بتائیں گے۔ کیونکہ اگر انہوں نے حیات کا معنی بتا دیا تو پھر یہ ان کا سوال ختم ہو جائے گا۔

مولوی محمد یونس نعمانی۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم. اما بعد.

میں نے مولوی صاحب سے یہ پوچھا تھا کہ روح کا جسم پاک سے نکل جانا تو آپ کے ہاں بھی مسلم ہے۔ اب آپ کسی ایک صحابی کا قول پیش کریں کہ جس میں یہ ہو کہ روح نبی ﷺ کے جسم مبارک کے اندر داخل ہو گئی۔

مولانا نے حدیث پیش کی میں کہتا ہوں کہ رسول اکرم ﷺ کی ایک صحیح حدیث، صرف ایک صحیح حدیث جس میں نبی اقدس ﷺ نے فرمایا ہو کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو قبر کے اندر رکھ دیا جاتا ہے تو روح ان کے اندر آ جاتی ہے۔

یا ایک حدیث پیش کر دیں کہ روح کا حیات والا تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ میں خدا کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں اگر ایک حدیث پیش کر دیں یہ، ہم تسلیم کر لیں گے۔

انہوں نے کہا کہ حیات پر اجماع ہے۔ صحابہ ؓ نے موت کے بارے میں اجماع کیا۔ اب وہ پھر زندہ ہوگئے ہیں تمام صحابہ کا اس پر اجماع ہوتا ہم تسلیم کر لیتے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

الحمد للہ وکفی والصلوۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی. اما بعد.

میں مولوی صاحب سے کہتا ہوں کہ جس خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے آپ نماز پڑھتے ہیں اس کا نقشہ نہ قرآن میں ہے، نہ حدیث میں ہے۔ امت کے اجماع سے ہم اس کو خانہ کعبہ مانتے ہیں۔ اس قرآن پاک کو ہم امت کے اجماع سے مانتے ہیں کہ یہ وہی قرآن پاک ہے جو حضور ﷺ پر نازل ہوا۔

میں نے مولوی صاحب کو کہا کہ حیات کا معنی کریں مولوی صاحب نے کہا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ روح جسم کے اندر نہ ہو پھر بھی حیات ہوتی ہے۔ یہ مولوی (یونس نعمانی) نے اللہ کے نبی ﷺ پر جھوٹ بولا ہے۔

مولوی صاحب ایک حدیث میں دکھا دیں کہ حضرت ﷺ نے فرمایا ہو کہ شہداء کے جسموں میں روح نہیں ہوتی۔ یہ مولوی صاحب نے بالکل جھوٹ بولا ہے یہ فقرہ نہیں دکھا سکتے۔

ہم نے اللہ کے نبی ﷺ کی حدیث پیش کی ہے۔

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون.

یہ وہ حدیث ہے کہ صاحب نظم المتناثر فرماتے ہیں کہ وہ حدیثیں جو اللہ کے نبی ﷺ سے متواتر ہیں ان میں ایک یہ حدیث بھی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (1)

(1). احادیث حیات الانبیاء فی قبورھم قال الحافظ السیوطی فی مرقات الصعود تواترت بها الاخبار ونص علی ذالک ایضاً

مولوی صاحب نے پوچھا تھا کہ روح کہاں ہے، میں نے مولوی صاحب سے پوچھا تھا کہ آپ زندہ ہیں، آپ کی روح کہاں ہے؟۔ جب انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں تو ان کی روح وہاں ہی ہوگی۔

مولوی یونس کی روح جسم کے اندر ہو تو زندہ اللہ کے نبی ﷺ کی روح جسم سے باہر ہو تو زندہ۔ اس پر ایک حدیث مولوی صاحب پیش کر دیں، اس نے اللہ کے نبی ﷺ پر جھوٹ بولا کہ شہداء کی ارواح جسم میں نہیں ہیں۔ یہ اللہ کے نبی ﷺ پر جھوٹ ہے۔

کسی ایک حدیث میں بھی یہ بات موجود نہیں ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان سنو۔

وتعاد روحه فی جسده.

کہ روح جو ہے وہ جسم کے اندر لوٹا دی جاتی ہے۔ (1)

فی انبا الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء .

(النظم المتناثر ص ۹۹)

امام سیوطی انباالاذکیاء میں فرماتے ہیں

اقول حیات النبی ﷺ فی قبرہ ھو وسائر الانبیاء معلومة عندنا علما قطعیاً ، لما قام عندنا من الادلة فی ذالک وتواترت به الاخبار الدالة علی ذالک .

ترجمہ۔ میں کہتا ہوں کہ نبی اقدس ﷺ کی قبر میں حیات اور باقی تمام انبیاء کی ہمیں قطعی طور پر معلوم ہے کیونکہ ہمارے ہاں اس پر دلائل قائم ہیں اور جو روایات اس پر دلالت کرتی ہیں وہ متواتر ہیں۔

(انباء الاذکیاء ص ۱)

(۱). الاحادیث الصحیحة المتواترة تدل علی عود الروح الی

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بھی متواتر ہے۔ ابن قیم کتاب الروح میں فرماتے ہیں۔[1] کہ جس طرح میں نے لفظ پیش کئے تعاد، اعادہ اسے کہتے ہیں جس جسم سے روح نکلے وہیں لوٹ کر آئے۔ جسم مثالی میں روح لوٹنے کو اعادہ نہیں کہتے۔ یہ حدیث متواترات سے ہے۔

انہوں نے جو یہ کہا کہ شہداء کی ارواح جسموں میں نہیں ہیں۔ یہ اللہ کے نبی ﷺ پر جھوٹ ہے۔ میں نے جو حدیث پڑھی ہے وہ وہ ہے جس کو محدثین متواترات میں شمار کررہے

البدن وقت السوال. (شرح حديث النزول ص ٥١)

احاديث عود الروح للبدن وقت السوال قال ابن تيميه ان الاحاديث بذالك متواترة. (النظم المتناثر ص ٩٨)

(١). هذا حديث مشهور مستفيض صححه جماعة من الحفاظ ولا نعلم احدا من ائمة الحديث طعن فيه بل رووه في كتبهم و تلقوه بالقبول وجعلوه اصلا من اصول الدين في عذاب القبر ونعمه و مسئلة منكر و نكير وقبض الارواح وصعودها الى بين يدى الله ثم رجوعها الى القبر.

ترجمہ۔ یہ حدیث درجہ شہرت کو پہنچی ہوئی ہے اور خبر مستفیض ہے، حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اور ہم نہیں جانتے کہ آئمہ حدیث میں سے کسی نے اس پر طعن کیا ہو بلکہ انہوں نے اس کو اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے اور اسے قبول کیا ہے اور اسے اصول دین میں سے قبر کے عذاب وثواب اور منکر نکیر کے سوال و جواب اور قبض ارواح اور ان ارواح کے اللہ کے حضور حاضر ہونے اور پھر سے قبر میں لوٹ آنے کے باب میں اصل قرار دیا ہے۔ (کتاب الروح ص ۵۹)

ہیں۔

مولوی محمد یونس نعمانی۔

نحمده ونصلى على رسوله الكريم. اما بعد.

یہ جو حدیث پڑھی ہے اس میں حجاج بن اسود راوی ہے، مجہول ہے۔[1] اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ شہداء رب سے کہتے ہیں کہ ہماری ارواح کو جسم میں لوٹا دو۔[2] اللہ فرماتے ہیں کہ تمہیں واپس نہیں بھیجا جائے گا۔

مولوی صاحب نے کہا ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے۔ مولوی صاحب متواتر حدیث کی تعریف کردیں اور اس تعریف کو اسی حدیث الانبیاء احیاء فی قبورهم پر منطبق کردیں۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

(١). قال احمد ثقة ورجل صالح وقال ابن معين ثقة وقال ابو حاتم صالح الحديث وذكره ابن حبان في الثقات.

نیز اس اعتراض کا ایک اہم جواب تسکین الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲)۔ مولوی یونس یہاں بھی دھوکہ دے رہا ہے۔ شہداء کے بارے میں جو یہ منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہماری ارواح کو واپس لوٹا دو وہ اس معنی میں ہے کہ جس طرح ظاہری زندگی پہلے حاصل تھی کہ ہم تلوار اٹھاتے تھے دشمن کے سامنے آتے تھے ان سے قتال کرتے تھے، جہاد کرتے تھے، اس طرح کی حیات عطا فرمادے تاکہ ہم جہاد کرسکیں۔ مطلقاً اعادہ روح مراد نہیں وہ تو ہر میت کی قبر میں لوٹا دی جاتی ہے اور اتنا تعلق روح کا جسم کے ساتھ قائم رہتا ہے جس سے اسے عذاب وثواب کا ادراک ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ بات واضح ہوگئی کہ مولوی یونس دلائل سے خالی ہے اس لئے اب دھوکہ دینے پر تلا ہوا ہے۔

الحمد للہ و کفی والصلوٰۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی. اما بعد.

میرے دوستو بزرگو، مولوی صاحب نے یہ مان لیا کہ عام میت میں روح واپس آتی ہے یہ حدیث سے ثابت ہے مولوی صاحب کی یہ بات یاد رکھیں۔ آئندہ آپ کے کام آئے گی۔ کہ جو عام لوگوں کے بارے میں حدیثیں ہوں گی۔ وہ نبی کے بارے میں پیش نہیں کی جاسکیں گی۔

یہ تو آپ کو میت کے بارے میں کہتے ہیں اور خود یہ بتوں والی نبیوں پر چسپاں کررہے ہیں۔ یہ قاعدہ اب یاد رکھنا۔ مولوی صاحب نے یہ بات مان لی ہے کہ جو حدیث پیش کرنی ہے صاف نبی ﷺ کے بارے میں پیش کرنی ہے۔ باقی مولوی صاحب نے ایک بہت بڑی بات کہی ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی بھی کہا کرتا تھا کہ حضرت انس ؓ جو صحابی ہیں نہ عادل ہیں، نہ فقیہ ہیں، نہ اس کو دین کی سمجھ تھی۔ پہلے تو یہ کہا کرتے تھے۔ کہ ہم ان حدیثوں کو اس لئے نہیں مانتے کہ اس میں سدّی ہے اس میں فلاں ہے۔ اب پتا چلا کہ نبی ﷺ کے صحابہ ؓ کے منکر ہیں۔

اور یہ یونس نعمانی اپنے بارے میں یہ بات تقریر میں کھڑے ہو کر کبھی نہیں کہے گا کہ میں دین میں بے سمجھ ہوں۔ یہ اپنے بارے میں کبھی نہیں کہے گا کہ میں عادل نہیں ہوں فاسق ہوں۔ لیکن حضرت انس ؓ کے بارے میں اس نے وہ بات کہی ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی کہا کرتا تھا۔[1] اور یہ بات اس کے استاد (محمد حسین نیلوی) نے لکھی ہے۔ یہ ندائے حق صفحہ ۱۳۵ ہے اب پتا چلا کہ ادھر ادھر کا نام تو ویسے لیتے تھے اصل میں یہ صحابہ ؓ کے دشمن ہیں۔ جب صحابہ کے دشمن

(۱)۔ مرزا قادیانی صحابہ کے بارے میں نازیبا زبان استعمال کیا کرتا تھا، چنانچہ لکھتا ہے جو شخص قرآن شریف پر ایمان لاتا ہے اس کو چاہئے کہ ابو ہریرہ ؓ کے قول کو ردی متاع کی طرح پھینک دے۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ ص ۴۱۰ ج ۵، خزائن ص ۴۱۰ ج ۲۱) دوسری جگہ لکھتا ہے۔ بعض کم تدبر کرنے والے صحابی جن کی درایت اچھی نہیں تھی (جیسے ابو ہریرہ ؓ)۔ (حقیقۃ الوحی ص ۳۴، خزائن ص ۳۶ ج ۲۲)

ہیں تو اب آپ کون سی حدیث مانیں گے۔

انہوں نے یہ کہا ہے کہ متواتر کی تعریف کرو۔ دیکھو انہوں نے لکھ کر دیا ہے کہ بات محدثین کی مانی جائے گی۔ جب سنار ایک سونے کو کھرا کہ دے تو سنار کو کھرے کے معنیٰ آتے ہیں یا نہیں، جب ایک محدث حدیث کو متواتر کہ دیتا ہے، مجھ جیسے ہزاروں کی سمجھ میں اگرچہ نہیں آیا تو کیا، ان پڑھوں کی بات کوئی سنے گا؟۔ کوئی نہیں سنے گا۔

میں نے جو عبارت پیش کی تھی کہ محدثین نے متواتر کہا ہے۔ اس کا جواب تو یہ تھا کہ مولوی صاحب کہتے کہ محدثین نے یہ نہیں کہا ہے۔ یہ عبارت نہیں ہے۔ اگر محدثین نے کہا ہے تو اس کے بعد ہر بات پر یہ باتیں کرنا کہ تعریف کرو۔ حدیث پڑھی ہے تو صحیح کی تعریف کرو۔ یہ سنت ہے، اب سنت کی تعریف کرو۔ یہ وقت کو ضائع کرنا ہے۔

محدثین اس فن کے ماہر ہیں۔ یہ کہ دے کہ محدثین کو متواتر کا معنیٰ نہیں آتا مجھے آتا ہے۔ اور چونکہ انکو متواتر کی قسمیں نہیں آتیں اس لئے بے چارے پریشانی میں پڑے ہوئے ہیں۔ میں عرض کررہا ہوں قرآن میں آیا ہے۔

﴿ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتاً﴾

ان لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں مارے گئے، قتل ہو گئے ان کو مردہ نہ کہنا۔

بعض نادان صحابی جن کو درایت سے کچھ حصہ نہ تھا۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ ص ۲۸۵ ج ۵، خزائن ص ۲۸۵)

جیسا کہ ابو ہریرہ ؓ جو غبی تھا اور درایت اچھی نہیں رکھتا تھا۔ (اعجاز احمدی ص ۱۸، خزائن ص ۱۲۷ ج ۱۹)

مرزا قادیانی کے یہ چند حوالے بطور نمونہ کے نقل کئے ہیں ان صحابہ میں حضرت انس ؓ بھی داخل ہیں ممکن ہے کہ صراحتاً بھی کسی جگہ مرزا نے یہ نازیبا کلمات حضرت انس ؓ کے متعلق استعمال کئے ہوں، بندہ کو نہیں ملے۔ از مرتب۔

اب دیکھو قتل ہونا مان لیا اور کہتا ہے کہ میں دیکھوں گا کہ قتل کے بعد حیات کہاں سے آتی ہے۔ قتل کے بعد کے بارہ میں کہا ہے۔ کہ ان کو مردہ نہ کہنا بل احیاء بلکہ وہ زندہ ہیں۔ ولکن لا تشعرون. فرق یہ ہے کہ شہید ہونے سے پہلے کی زندگی تمہیں نظر آتی تھی۔ تمہارے شعور میں آتی تھی۔ اب جو ان کی زندگی ہے، اس کا تعلق شعور سے نہیں، خدا کے کہنے پر مان لو۔ یہ جو زندگی ہے اسے کافر بھی مانتا ہے اور وہ جو زندگی ہے اسے صرف مسلمان مان سکتا ہے، اور کوئی نہیں مان سکتا۔

شہداء کو یہ زندگی ملی نبی ﷺ کی تابعداری میں اس لئے انبیاء علیہم السلام کی زندگی موت کے بعد ان سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔ اور قرآن پاک کی اس آیت سے اہل سنت والجماعت نے استدلال کیا ہے۔

مولوی محمد یونس نعمانی۔

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم. اما بعد.

میرے دوستو میرے بھائیو۔ اس تقریر میں مولوی صاحب نے ایک بہت بڑی زیادتی کی ہے۔ کہ میری طرف یہ نسبت کی کہ صحابی ؓ کے بارے میں میں نے یہ کہا کہ وہ عادل نہیں وہ فاسق تھے۔ میں نے نور الانوار اور اصول شاشی کا حوالہ دے کر یہ بات کی تھی کہ وہاں لکھا ہوا ہے،

غیر معروف الفقه والاجتهاد.

اب چاہئے تو یہ تھا کہ مولوی صاحب مجھ سے ثبوت مانگتے۔ میں دکھا دیتا کہ دیکھو وہاں لکھا ہے۔ لیکن انہوں نے عوام کو مشتعل کرنے کے لئے جو جھوٹے لوگوں کا طریقہ ہوتا ہے انہوں نے میرے خلاف اب یہ طریقہ استعمال کرنے کی کوشش کی ہے۔

اگر کوئی غیر مقلد یہ کرتا تو کوئی بات نہیں تھی، حیرانی یہ ہے کہ ایک آدمی اپنے آپ کو حنفیت کا مبلغ کہنے کے باوجود ایسا اعتراض کر رہا ہے جو اصول فقہ حنفیہ میں اعتراض ہوا۔ میں نے کہا غیر معروف الفقه والاجتهاد اگر یہ بات نکل آئے کہ میں نے یہ بات کہی ہو کہ حضرت انس ؓ عادل نہیں تھے، وہ فاسق تھے۔ اگر یہ الفاظ نکل آئیں میں یہاں اپنی ہار لکھ کر دینے کو تیار

ہوں۔

لیکن آپ خواہ مخواہ کی بات کیوں کرتے ہیں؟۔ اصول فقہ حنفیہ جو آپ کے ہاں بھی مسلم ہے، اس میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ حضرت انس ؓ غیر معروف الفقه والاجتهاد راوی ہیں۔ اور ان کی روایت اگر مخالف قیاس ہوگی تو وہاں قیاس کو ترجیح دی جائے گی۔ نور الانوار اور اصول شاشی میں یہ بات لکھی ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ۔

الانبیاء احیاء فی قبورهم.

کو حدیث متواتر کہتے ہیں۔ علامہ ذہبی مانا ہوا محدث اسماء الرجال کا امام، وہ کہتا ہے حجاج بن اسود منکر اور میں نے کہا تھا کہ آپ بات کریں اصول حدیث کی۔ یہ مناظرہ ہے عقیدہ کا، اور عقیدہ قطعی دلیل سے ثابت ہوا کرتا ہے، ظنی دلیل سے ثابت نہیں ہوا کرتا۔ آپ قطعی دلیل سے ثابت کریں۔

اور یہ بات ذہن نشین کرلیں اب یہ کہ رہے ہیں الانبیاء احیاء کو میں متواتر ثابت نہیں کرسکتا۔ فلاں نے یوں کہا ہے فلاں نے یوں کہا ہے۔ حالانکہ انہوں نے بھی یہ لفظ نہیں کہا هذا حدیث متواتر. یا تو کہیں میں اصول حدیث کو نہیں مانتا جب اصول حدیث میں متواتر کی تعریف لکھی ہوئی ہے، اس تعریف کو ذرا لوگوں کے سامنے بیان کر دیجئے۔ ہم ماننے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن آپ یہ ثابت نہیں کرسکتے۔ [1]

اور پھر اس روایت میں بھی ان کے اس عقیدے کی کوئی وضاحت نہیں ہے۔ میں نے اس وقت کہا ہے کہ اپنا عقیدہ بتاؤ ابھی تک اپنا عقیدہ یہ نہیں بتا سکے۔ کہ اجسام عنصریہ کے اندر روح

(۱)۔ مولوی یونس محدثین کی بات ماننے کے لئے تیار نہیں بلکہ اپنی بات پر بضد ہے کہ متواتر کی تعریف کرو اور اس پر منطبق کرو۔

داخل ہے یا علیین کے اندر یا جنت الفردوس کے اندر روح ہے۔[1] کوئی ایک مقام تو متعین کیجئے۔ میں ہزار زور لگاؤں تب بھی آپ متعین نہیں کریں گے۔ جو آدمی اپنا عقیدہ نہیں بتا سکتا وہ وہ مناظرہ کیا کرے گا۔[۲]

اور آگے فرماتے ہیں تعاد روحہ فی جسدہ کو انہوں نے مان لیا۔ وہ تو میں نے علی وجہ التسلیم بات کی تھی اور آپ کو الزام دیا تھا۔ اور الزام دیتے ہوئے کہا تھا کہ یا تو اموات کی طرح نبی کو مانیں، پھر اس روایت سے استدلال کریں۔ قرآن پاک کی آیت ہے کہ جب موت آجایا کرتی ہے

﴿فیمسک التی قضی علیها الموت﴾

جس کو موت آگئی اللہ اس کی روح کو اپنے پاس روک لیتا ہے۔ اور دس مفسرین لکھ رہے ہیں کہ معنی یہ ہے کہ لا یرد الی البدن کہ وہ لوٹ کر نہیں آئے گی۔ اب قرآن تو کہے کہ موت کے بعد روح لوٹ کر بدن میں نہیں آئے گی۔ اور کیا پیغمبر ﷺ کبھی قرآن کے خلاف بات کر سکتے

(۱)۔ مولوی یونس کا یہ کہنا کہ تعلق کیسا ہے آیا روح آنحضرت ﷺ کے جسد اطہر کے اندر ہے یا باہر سے اس کا تعلق ہے۔ یہ مسئلہ کیفیت تعلق روح کے متعلق ہے اس کا تعلق حقائق سے ہے نہ کہ عقائد سے۔ عقیدہ کے ساتھ تو اس کا یہی تعلق ہے کہ نبی اقدس ﷺ (اور دیگر انبیاء علیہم السلام) کا جسد اطہر جو روضہ مقدسہ میں ہے اس میں روح کے تعلق سے حیات ہے یا نہیں۔ کیفیت تعلق روح کی بحث چھیڑ کر مولوی یونس اصل موضوع سے فرار ہونا چاہتا ہے۔

(۲)۔ مولوی یونس کا یہ اعتراض بھی بے جا ہے اس لئے کہ حضرتؒ نے پہلے فرما دیا تھا کہ حیات مانو۔ آگے حیات دخول روح سے ہے یا تعلق روح سے یہ دونوں اہل سنت کے اقوال ہیں۔ لیکن مولوی یونس کو یہ بات سمجھ ہی نہیں آرہی یا ضد کی وجہ سے جہالت کا مظاہرہ کر رہا ہے۔

ہیں قطعاً ایسا نہیں ہے۔ کہ قرآن کچھ کہے اور پیغمبر اس کے خلاف کچھ کہیں۔ اور باقی رہا

﴿ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتا﴾.

ہم اس کو ماننے کے لئے تیار ہیں لیکن پندرھویں صدی کے مولوی کی تفسیر نہیں مانیں گے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

الحمد للہ وکفٰی والصلوٰۃ والسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی. اما بعد.

مولوی صاحب کو اردو نہیں آتی اس لئے کہتے ہیں میں نے مانا نہیں، میں نے علی وجہ التسلیم کہا ہے۔ تسلیم کا کیا معنی ہے؟۔ اس کا معنی بھی تو ماننا ہے۔ ابھی سے مولوی صاحب کا یہ حال ہو گیا ہے۔

اب یہ کہتا ہے کہ پندھرویں صدی کا مولوی جو تفسیر کرے گا اس کو نہیں مانوں گا۔ یاد رکھیں اس نے جو قرآن پاک سے استدلال کیا ہے اس آیت کے تحت چودہ صدیوں میں کسی ایک مفسر نے لکھا ہو کہ انبیاء علیہم السلام قبروں میں حیات نہیں۔ صرف ایک۔ اب اس نے آیت پڑھی قرآن کی، اور کہا مفسرین کہتے ہیں۔ جن مفسرین نے یہ لکھا ہے انہی مفسرین کی تفاسیر اٹھائیں۔

﴿یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت﴾

اسی کے تحت تعاد روحہ فی جسدہ. کی روایتیں سارے نقل کر رہے ہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اس دنیا کی زندگی کی طرح دوبارہ زندگی نہیں ہوگی۔ لیکن قبر میں روح لوٹے گی۔ یہ انہوں نے ثابت کیا ہے۔[1]

(۱)۔ اس آیت کے تحت جن مفسرین کرام نے اعادہ روح کا ذکر فرمایا ہے ان کی تفاسیر کو "تسکین الاذکیاء فی حیات الانبیاء" میں ملاحظہ فرمائیں۔

﴿ یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت ﴾

کے تحت۔

مولوی صاحب اسی کو کہتے ہیں یہودیوں کی طرح **یحرفون الکلم عن مواضعہ** بات کسی موقع کی ہو بتائی کسی اور موقع پر۔

ہم بھی مانتے ہیں کہ خرق عادت کے علاوہ کوئی آدمی یہاں دنیا میں آکر آباد نہیں ہوتا۔ یہ مسئلہ زیر بحث نہیں ہے۔ مولوی صاحب جن مفسرین کی تفسیریں اٹھاتے ہیں انہیں مفسرین کی تفسیریں اٹھا کر یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت دیکھیں۔ انہوں نے حدیثوں سے ثابت کیا ہے۔ اور ان احادیث کو متواتر لکھا ہے۔ کہ روح کے واپس آنے کی حدیثیں متواتر ہیں۔

مولوی صاحب کہتے ہیں کہ میں نے جو کہا ہے وہ نور الانوار اور اصول شاشی میں ہے، اور کوئی غیر مقلد کہتا تو اور بات تھی۔ مولوی صاحب آپ کہتے ہیں کہ یہ مسلمہ بات ہے، یہ جھوٹ ہے۔ فقہ حنفیہ نے اس کا رد کر دیا ہے۔ اور فقہ حنفیہ میں لکھا ہے کہ کسی مرجوح قول پر فتویٰ دینے والا جاہل ہے اجماع کا مخالف ہے۔ [1] یہ جو قول حضرت انس ؓ کے بارے میں لکھا ہے یہ قطعاً راجح قول نہیں ہے۔ یہ مرجوح قول ہے۔ اور جو اس قسم کے مرجوح قول ہوا کرتے ہیں۔ احناف اس کی تردید کرتے ہیں۔ اور یہ بیچارے کھوٹے سکے لے کر ہمارے سامنے مناظرے کے لئے آگئے۔

یہ بات تو آپ نے دیکھ لی کہ یہ لوگ صحابہ ؓ کی عظمت اپنے دل میں نہیں رکھتے۔ اللہ کے نبی حضرت محمد ﷺ فرما رہے ہیں کہ جمعہ کے دن مجھ پر درود زیادہ پڑھا کرو صحابہ ؓ نے پوچھا حضرت جب آپ کا وصال ہوگا۔ فرمایا اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ نبیوں کے جسموں کو

(1). ان الحکم والفتیاء بالقول المرجوح جھل وفرق للاجماع وان الحکم الملفق باطل بالاجماع. (درمختار ص ۵۱ ج ۱)

کھائے اور زمین پر حرام کر دیا گیا ہے کہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔ [1]

اس سے پتا چلا کہ ہمیشہ درود پاک روضہ اقدس پر پیش ہو رہا ہے۔ اور یہ حدیث ابن ماجہ میں موجود ہے۔ ابوداؤد میں بھی ہے اور ابن ماجہ میں دوسری حدیث حضرت ابو درداء ؓ کی موجود ہے۔ [2]

(1). اخبرنا اسحق بن منصور قال حدثنا حسین الجعفی عن عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس عن النبی ﷺ قال ان افضل ایامکم یوم الجمعة فیه خلق آدم علیه السلام وفیه القبض وفیه النفخة وفیه الصعقة فاکثروا علی من الصلوة فان صلوتکم معروضة علی قالوا یا رسول اللہ ﷺ کیف تعرض صلوتنا علیک وقد ارمت ای یقولون قد بلیت قال ان اللہ عز وجل قد حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء علیهم السلام. (نسائی ص ۲۰۳ ج ۱)

حدثنا ابوبکر بن ابی شیبه ثنا الحسین بن علی عن عبد الرحمن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن شداد بن اوس قال قال رسول اللہ ﷺ ان من افضل ایامکم یوم الجمعة فیه خلق آدم وفیه النفخة وفیه الصعقة فاکثروا علی من الصلوة فیه فان صلوتکم معروضة علی فقال رجل یا رسول اللہ ﷺ کیف تعرض صلوتنا علیک وقد ارمت یعنی بلیت فقال ان اللہ قد حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء. (ابن ماجه ص ۷۶ ج ۱)

(2). حدثنا عمرو بن سواد المصری ثنا عبداللہ بن وهب عن عمرو بن الحارث عن سعید بن ابی هلال عن زید بن ایمن عن عباده بن نسی عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ ﷺ اکثروا الصلوة علی یوم الجمعة فانه مشهود

ونبی اللہ حی یرزق.

اللہ کے نبی ﷺ زندہ ہیں اور اورانہیں رزق دیا جاتا ہے۔

دیکھئے بذل المجہود میں بھی لکھا ہے کہ،

ان نبی اللہ حی فی قبرہ کما ان الانبیاء احیاء فی قبورھم.

کیا بذل المجہود والے محدث ہیں یا نہیں۔ ہم ان محدثین سے استدلال کر رہے ہیں جو اہل سنت والجماعت ہیں اور ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ صرف ایک حدیث پیش کریں کہ نبی اپنی قبروں میں زندہ نہیں ہیں۔ یہ قیامت تک ایسی کوئی حدیث پیش نہیں کرسکتا۔

رہا یہ کہ جوانہوں نے کہا کہ آیت شہداء کا مطلب یہ نہیں یہ بات تو بالکل واضح تھی۔ قتل جسم ہوتا ہے یا روح ؟۔ جب جسم قتل ہوتا ہے تو موت بھی اسی کو آئی تو حیات بھی اسی جسم کو حاصل ہوئی۔ اس لئے اس آیت سے جسم کی حیات ثابت ہوگئی۔

مولوی محمد یونس نعمانی۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم. اما بعد.

میں ابتداء سے اب تک اس بات کا مطالبہ کر رہا ہوں کہ آپ اپنے عقیدے کی وضاحت کریں کہ آپ کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کی ارواح ان کے اجسام مبارکہ کے اندر داخل ہوتی

تشھدہ الملائکۃ وان احدا لن یصلی علی الاعرضت علی صلوتہ حتی یفرغ منھا قال قلت وبعد الموت قال وبعد الموت ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق. (ابن ماجہ ص ۱۱۸ ج ۱)

ہیں یا جنت الفردوس میں ہوتی ہیں۔ ایک مقام متعین کیجئے۔ [۱]

اب تک مولوی صاحب نے اس بات کی وضاحت نہیں کی۔ جو آدمی اپنا عقیدہ واضح طور پر بتا نہیں سکتا وہ اپنے دلائل کس طرح پیش کرے گا۔ جن بزرگوں کے اقوال پیش کر رہے ہیں، وہ اقوال پیش کریں کہ جن کے اندر کہا گیا ہو کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح مبارکہ ان اجسام عنصریہ میں داخل ہو جاتی ہیں، یا ان کے تعلق سے حیات پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ مسئلہ ہے عقیدے کا۔ [۲]

میں قرآن پاک کی آیت پیش کر رہا ہوں کہ جب موت آجائے تو جسم کے اندر روح نہیں رہتی۔ اور جب اللہ نکال لیتے ہیں تو پھر روح جسم کے اندر لوٹ کر نہیں آیا کرتا۔ یہ قرآن کریم نے بیان کیا ہے۔ میں اپنی طرف سے معنی نہیں کر رہا ہوں، بلکہ میں مفسرین کا کیا ہوا معنی بیان کر رہا ہوں۔

مفسرین کہتے ہیں کہ فیمسک التی کا معنی یہی ہے کہ لا یردہ الی البدن اللہ رب العزت روح کو لوٹاتا نہیں ہے۔

اب مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ چودہ سو سال میں کسی ایک مفسر نے اس آیت کے

(۱)۔ مولوی یونس کی ضد ملاحظہ فرما کر آپ لوگ بھی حیران ہو رہے ہوں گے کہ حضرتؒ کے بار بار یہ بات فرمانے کے باوجود کہ عقیدہ حیات متفقہ ہے۔ آگے کیفیت حیات کے دونوں قول اہل سنت ہی کے ہیں۔ لیکن مولوی صاحب اپنی ضد پر برقرار رہ کر ”زمین جنبد نہ جنبد گل محمد“ کا مصداق بنے ہوئے ہیں۔ ہم اس پر یہی کہہ سکتے ہیں۔

پسند اپنی اپنی نصیب اپنا اپنا

(۲)۔ ہمارا عقیدہ صراحتاً روایات سے ثابت ہے لیکن مولوی صاحب کو خدا جانے کیوں سمجھ نہیں آ رہا؟

تحت یہ لکھا ہو کہ نبی قبر میں زندہ نہیں ہے۔ بات لمبی ہو جائے گی۔ قرآن کریم قانون کی کتاب ہے۔ قانون بیان کرتا ہے، اللہ کا اعلان ہے۔

اللہ یتوفی الانفس.

انفس کے اندر نبی داخل ہیں یا نہیں؟۔ انبیاء علیہم السلام ہوں، اولیاء ہوں اور لوگ ہوں، سب کے متعلق قانون یہ ہے کہ روح کو موت کے وقت سے نکال لیا جاتا ہے۔ روح جسموں کے اندر لوٹ کر نہیں آیا کرتا۔

اب ان کو چاہئے تھا کہ یہ کسی ایک مفسر کا حوالہ پیش کرتے کہ اس نے یہ لکھا ہو کہ فیمسک التی قضی علیها الموت سے نبی خارج ہیں۔ باقیوں کی روح لوٹ کر آیا نہیں کرتی لیکن نبیوں کی روح جسموں میں لوٹ کر آجایا کرتی ہے۔ میں علی الاعلان دعوٰی کروں گا کہ یہ کسی ایک مفسر سے بھی نبیوں کا استثناء ثابت نہیں کر سکتے۔

اور آگے کہتے ہیں کہ غیر معروف الفقه والاجتهاد والی بات جو ہے وہ جاہل کر سکتا ہے۔ مولوی صاحب آپ خود نور الانوار اور اصول شاشی والے کو جاہل کہہ دیں، میں تو جاہل نہیں کہہ سکتا۔ (1)

آگے کہا کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام قبور میں محفوظ ہوتے ہیں۔ دیکھنے میں بھی زندہ، آپ بھی زندہ، ہمارے اجسام بھی محفوظ ہیں۔ اگر انبیاء علیہم السلام کے جسموں کے اندر روح داخل ہو، اور پھر انبیاء علیہم السلام کے جسم محفوظ ہوں، تو یہ انبیاء علیہم السلام کی خصوصیت تو نہ ہوئی۔ خصوصیت تب ہوئی کہ باقی مردوں کے جسموں کو مٹی کھا جائے اور انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو مٹی نہ کھا سکے۔ خصوصیت تب ہوگی، جب مانو گے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام عنصر یہ اپنی

(1)۔ حضرتؒ نے صاحب نور الانوار اور اصول شاشی والے کو جاہل تو نہیں کہا بلکہ حوالہ دیا کہ شاذ اقوال پیش کرنا جہالت ہے، جس کا مظاہرہ مولوی یونس نے کیا ہے۔

قبروں کے اندر میت ہوتے ہیں۔

اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ نبی اقدس ﷺ کے جسم مبارک کو جس طرح رکھا گیا تھا آج بھی اسی طرح موجود ہے۔ آپ ﷺ کے جسم میں روح موجود نہیں ہے۔ جس طرح اس وقت مردہ تھا آج بھی مردہ ہے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ

الحمد لله وكفى والصلوة والسلام على عباده الذين اصطفى. اما بعد.

میرے دوستو بزرگو۔ میں اللہ کے نبی ﷺ کی احادیث پڑھتا جا رہا ہوں مولوی صاحب سے میں نے مطالبہ کیا تھا کہ آیت اللہ یتوفی الانفس کے تحت یہ کسی مفسر نے لکھا ہو کہ انبیاء علیہم السلام حیات نہیں۔

ساری باتیں ادھر ادھر کی کیں لیکن ایک حوالہ بھی پیش نہیں کر سکا۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

پہلے یہ کہتا تھا کہ عام باتیں پیش ہی نہیں کرنی اب انہوں نے عام خود پیش کر دیں۔ دیکھیں اس میں جو بات ہے وہ صرف موت کی ہے، اور موت کے آنے کا تو کوئی بھی انکار نہیں کرتا۔

کبھی کہتے ہیں کتنے دنوں بعد آئی۔ دنوں کی بات کیا ہے؟۔ مسلم شریف میں حدیث موجود ہے آپ ﷺ دفن سے فارغ ہوئے اور فرمایا اس کے لئے استغفار کرو کیونکہ اس سے سوال و جواب ہو رہا ہے۔

اور بخاری شریف میں حدیث موجود ہے اللہ کے پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ کہ قبر پر جو

کھڑے ہیں وہ ان کی جوتیوں کی آواز سن رہا ہوتا ہے اور اس سے سوال و جواب ہو رہا ہوتا ہے۔ [1]

(۱) حدثنا عیاش بن الولید قال حدثنا الاعلی حدثنا سعید عن قتادة عن انس بن مالک انه حدثهم ان رسول اللہ ﷺ قال ان العبد اذا وضع فی قبره وتولی عنه اصحابه انه یسمع قرع نعالهم اتاه ملکان فیقعدانه فیقولان ماکنت تقول فی هذا الرجل لمحمد فاما المؤمن فیقول اشهد انه عبدالله ورسوله فیقال له انظر الی مقعدک من النار قد ابدلک الله به مقعدا من الجنة فیراهما جمیعا قال قتادة وذکر لنا انه یفسح له فی قبره ثم رجع الی حدیث انس قال واما المنافق او الکافر فیقال له ماکنت تقول فی هذا الرجل فیقول لا ادری کنت اقول ما یقول الناس فیقال لا دریت ولا تلیت ویضرب بمطارق من حدید ضربة فیصیح صیحة یسمعها من یلیه الثقلین .

ترجمہ۔ بیان کیا ہمیں عیاش بن ولید نے انہوں نے فرمایا بیان کیا ہمیں اعلی نے انہوں نے فرمایا بیان کیا ہمیں سعید نے قتادہ سے انہوں نے انس بن مالک سے کہ انہوں نے ان کو حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس سے واپس لوٹتے ہیں وہ ان کی جوتیوں کی آہٹ بھی سن رہا ہوتا ہے۔ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھاتے ہیں اور اسے کہتے ہیں کہ تو اس شخص محمد کے بارے میں کیا کہتا ہے پس جو مومن ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں پس کہا جاتا ہے اس کو کہ اپنے اس ٹھکانے کی طرف دیکھ لے جو جہنم میں تیرا ٹھکانہ تھا اللہ نے اس کے بدلے

مولوی صاحب نہ مہینوں کی باتیں ہیں، نہ دنوں کی۔ اور مولوی صاحب کے نزدیک اللہ کے نبی کو اللہ یتوفی الانفس کا معنیٰ نہیں آتا تھا۔ اس لئے آیتیں بھی پڑھتے تھے اور ساتھ روح کے لوٹنے کا ذکر بھی اللہ کے پیغمبر ﷺ فرما رہے ہیں۔ تو کیا یہ اللہ کے قرآن کو اللہ کے نبی ﷺ سے بھی زیادہ جانتے ہیں۔

میں نے نورالانوار والے کو جاہل نہیں کہا۔ میں نے کہا جیسے حدیثیں ضعیف ہوتی ہیں ضعیف اقوال بھی کتابوں میں لکھے ہوتے ہیں ان کو بیان کرنے والا جاہل ہوتا ہے۔ میں نے نورالانوار والے کو جاہل نہیں کہا۔ جو ضعیف حدیثیں پڑھے اور صحیح کو چھوڑ جائے اس کو جاہل کہا جاتا ہے۔ اس لئے جس نے اس ضعیف قول کو پیش کیا وہ جاہل ہے۔ اجماع کا مخالف ہے۔

اب انہوں نے یہ کہا کہ شہداء کی حیات کا ذکر ہے ہم مان گئے۔ الحمدللہ یہ تو مان گئے۔ اب بات صرف اتنی اٹکی ہوئی ہے کہ کتنے دنوں بعد، کتنے مہینوں بعد روح آتی ہے۔ یہ کچھ بھی نہیں۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کی روح کتنے دنوں کے بعد ماں کے پیٹ میں آئی تھی۔ آپ یہ نہیں بتا سکتے کہ میری روح اتنے دنوں کے بعد آئی تھی لیکن پھر بھی اپنے آپ کو زندہ تو مانتے ہیں، بات یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں کے اندر زندہ ہیں۔ جو حدیثیں میں پڑھ رہا ہوں یہ ان کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ کبھی صحابہ ؓ کا انکار کر رہے ہیں، کبھی نبی ﷺ کی حدیث کا

تجھے جنت کا ٹھکانہ عطا فرمایا ہے پس وہ ان دونوں کو دیکھتا ہے۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ ہمیں بیان کیا گیا کہ اس کی قبر وسیع کر دی جاتی ہے پھر قتادہ حضرت انس کی حدیث کی طرف لوٹے اور کہا کہ جو منافق یا کافر ہوتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے کہ تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں تو وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے پس اسے کہا جاتا ہے کہ نہ تو خود جانتا ہے نہ تو نے کسی جاننے والے کی بات مانی اور اسے لوہے کے گرز سے ایسا مارا جاتا ہے کہ اس کی چیخوں کو جن وانس کے علاوہ ہر مخلوق سنتی ہے۔ (بخاری ص۱۸۳ ج۱)

انکار کیا جا رہا ہے۔

اور میں بار بار کہہ رہا ہوں کہ صرف ایک حدیث، صرف ایک حدیث کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں حیات نہیں۔ اللہ یتوفی الانفس کے تحت صرف ایک مفسر، صرف ایک مفسر کہتا ہو کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں حیات نہیں ہیں۔ یہ قیامت تک پیش نہیں کر سکتے۔

پھر آدھی آیت پڑھ کر ترجمہ کیا ہے، پوری آیت پڑھ کر ترجمہ بھی نہیں کیا، تا کہ لوگ سمجھ نہ جائیں۔ مولوی صاحب پوری آیت کا ترجمہ کروتا کہ لوگ سمجھیں کہ بات کیا ہے۔ اور یہ بھی سمجھیں کہ روح کہاں ہوتی ہے۔ مولوی صاحب میں آپ سے یہ مطالبہ کرتا ہوں آپ یہ قرآن وحدیث سے ثابت کریں کہ روح کہاں ہے۔ روح موت کے بعد کہاں رہتی ہے، اور نیند میں نکل کر کہاں رہتی ہے۔

لیکن بات یا قرآن کی ہو یا اللہ کے نبی ﷺ کی حدیث کی۔ آپ اس میں کسی ایسے مفسر کی بات پیش نہ کرنا جنہوں نے حیات کا اثبات خود لکھا ہے۔ کیونکہ جب بات حیات کی آئے گی، کیونکہ مسئلہ حیات کا چلا ہوا ہے اس لئے ان کا حیات کا قول ہوگا۔ ہم جو مسئلہ بیان کر رہے ہیں وہ متفق علیہ ہے۔ حیات متفق علیہ ہے۔

مولوی محمد یونس نعمانی۔

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم. اما بعد.

میں نے کہا تھا کہ کیا آپ انبیاء علیہم السلام کی ارواح کو اجساد عنصریہ کے اندر داخل مانتے ہیں یا جنت الفردوس میں مانتے ہیں اب تک نہیں بتا سکے اور آخر تک بتائیں گے بھی نہیں۔

مولوی صاحب نے کہا پوری آیت نہیں پڑھی۔

﴿اللہ یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها فیمسک التی قضیٰ علیها الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی﴾.

موت میں بھی روح نکلی۔ میں جو آیت پڑھوں گا اس کے آگے مفسرین کے حوالے پیش کروں گا۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ نیند کے وقت روح کا تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن باطنی طور پر باقی رہتا ہے۔ جس سے نبض چلتی رہتی ہے سونے والے آدمی کی، اور سانس بھی وہ لیتا رہتا ہے۔ اور جب موت آجاتی ہے تو روح اور جسم کا تعلق ظاہراً اور باطناً جسم سے ختم ہو جاتا ہے۔ اور جسم کے اندر تصرف کرنے کی طاقت نہیں ہو سکتی۔ یہ اللہ یتوفی الانفس والی آیت کا معنی ہے۔

اس پر تفسیر کبیر وغیرہ موجود ہے۔ وہ آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ اب مولوی صاحب کو چاہئے کہ استثنا ثابت کریں۔

مولوی صاحب یہ کہتے ہیں کہ اس آیت کے تحت کسی مفسر نے یہ نہیں لکھا کہ نبی قبر میں زندہ نہیں ہے۔ میں نے قانون بتا دیا انبیاء علیہم السلام کا استثنا آپ ثابت کریں۔ ہم ماننے کے لئے تیار ہیں۔ آپ نے کہا حیات انبیاء علیہم السلام متفق علیہ ہے۔ جو حیات انبیاء علیہم السلام متفق علیہ ہے وہ حیات برزخیہ ہے۔ آپ قائل ہیں حیات دنیوی کے، کہ روح جسم کے اندر داخل ہو جاتا ہے۔ یہ مخصوص حیات ہے جس کا کوئی قائل نہیں۔

مفتی کفایت اللہ لکھتے ہیں کہ جمہور امت محمدیہ کا موقف یہ ہے کہ نبی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں، لیکن وہ کہتے ہیں کہ وہ زندگی ایسی ہوتی ہے کہ اس کے باوجود جسم کو میت کہا جا سکتا ہے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

الحمد للہ وکفی والصلوٰۃ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ. اما بعد.

ہوا ہے اچھا فیصلہ مدعی کا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود دامن پاک ماہ کنعاں کا

مولانا نے مان لیا کہ جمیع امت محمدیہ کا عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں

حیات ہیں۔اور قبروں میں جو جسم ہیں وہ دنیا والے ہیں، خواب وخیال والے نہیں۔ میں نے آیت پیش کی تھی کہ حیات انبیاء ثابت ہے۔انہوں نے کہا کہ برزخی کے معنی میں ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ یہ اس حدیث کی وضاحت میں ہے جس میں انبیاء علیہم السلام کے اجسام کے قبروں میں محفوظ ہونے کا ذکر ہے۔تو جس جسم کی حفاظت کا ذکر ہے اسی جسم کی حیات متفق علیہ ہے۔

حیرانی اس بات پر ہے مولوی صاحب نے آگے صاف لکھا تھا کہ حیات انبیاء علیہم السلام کے مسئلے میں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں ہے۔

مولوی صاحب میں نے جو احادیث پیش کیں ان کے مقابلے میں ایک حدیث پیش کر دیں۔اللہ تعالی فرماتے ہیں۔

﴿ ولقد آتینا موسی الکتب فلا تکن فی مریة من لقائه وجعلناه هدی لبنی اسرائیل ﴾

موسیٰ علیہ السلام پر جو کتاب نازل ہوئی وہ جسد عنصری پر ہوئی، تو ملاقات بھی اسی جسد عنصری کے ساتھ ہوئی۔

مولوی محمد یونس نعمانی۔

نحمده ونصلی علٰی رسوله الکریم. اما بعد.

قرآن پاک میں اللہ تعالی فرماتے ہیں اموات غیر احیاء. سنو میں اپنی بات نہیں کہتا، علامہ تھانویؒ، علامہ عثمانیؒ یہ سب لکھتے ہیں کہ یہ انبیاء علیہم السلام کو بھی شامل ہے۔اور معنی یہ ہے کہ وہ فی الحال اموات ہیں جن پر موت آچکی ہے، اور بعض وہ ہیں جن پر موت آئے گی، اور وہ بھی اموات غیر احیاء بن جائیں گے۔

جس طرح میں قرآن پاک کی آیت پیش کر رہا ہوں، اس طرح ایک آیت پیش کیجئے کہ جس میں انبیاء علیہم السلام کے متعلق تصریح ہو یا یہاں سے کسی مفسر نے انبیاء علیہم السلام کو مستثنیٰ کیا

ہو۔لیکن آپ نہیں پیش کر سکتے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

الحمد لله وکفٰی والصلوٰة والسلام علٰی عباده الذین اصطفٰی. اما بعد.

میرے دوستو اور بزرگو۔مولوی صاحب نے یہ کہا کہ احتمال ہیں، یہ ہے، وہ ہے۔لیکن ان احتمالوں کو بیان نہیں کیا۔کیوں کہ اگر یہ بیان کرتے تو میں بتاتا کہ اس طرح کے احتمال مرزائی قبل موته میں پیش کیا کرتے ہیں۔لیکن جب ہم وہاں حضرت ابوہریرہؓ کے قول سے موتہ کی ہ ضمیر کا مرجع متعین کرتے ہیں، تو باقی اقوال کا کوئی اعتبار نہیں رہتا۔اس لئے مرزائی بھی یہ کہیں گے کہ قبل موته والی آیت پیش نہ کرنا کیونکہ اس میں یہ احتمال ہیں۔

کون سی آیتیں ہیں جن میں احتمال نہ ہو؟۔اکثر آیات میں مفسرین نے احتمالات ذکر کیے ہیں۔تو مولوی صاحب نے یہ بات کہ کر سارے قرآن کو بھی آپ لوگوں سے چھڑوا دیا۔میں مولوی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ یہ جو اموات غیر احیاء والی آیت مولوی صاحب نے پڑھی ہے، اس میں مولوی صاحب نے کتنے احتمالات ذکر کیے ہیں؟۔کیوں اس بات کو چھپاتے ہو۔کسی صحابی نے، کسی مفسر نے یہاں نبیوں کا ذکر کیا ہی نہیں، کسی تابعی نے ذکر کیا ہی نہیں، کسی تبع تابعی نے ذکر کیا ہی نہیں۔

اور ان سے جو مراد ہے قتادہ وغیرہ سے وہ اثنین بت مراد ہیں۔یہ دھوکہ دیتے ہیں یہ اس میں اس مسئلہ کا کوئی ذکر نہیں۔اس میں صرف اتنا ہے کہ خدا کے علاوہ باقی سب کو موت آنے والی ہے۔

جو مطلب انہوں نے گھڑا ہے کہ جس کو خدا کے سوا پکارا جائے وہ مردہ ہے۔یہ بات غلط ہے۔دیکھو لوگ تعویزوں پر لکھتے ہیں یا جبرائیل ندا ہے یا نہیں؟۔تو کیا جبرئیل مر چکے ہیں؟۔کیا مولانا تھانوی نے یہاں فرشتوں کا ذکر نہیں کیا؟۔انہوں نے مولانا تھانوی کی پوری عبارت نہیں

پڑھی، مفتی صاحب کی پوری عبارت پیش نہیں کی۔

مولوی صاحب اگر آپ کو کوئی کہ دے مولوی صاحب بیٹا دے دو، آپ زندہ ہیں یا مردہ۔قرآن کی آیت کے ایسے غلط معنی آپ لوگوں کو بتا رہے ہیں جو بالکل ہی غلط ہیں۔

اور سنیں اللہ تعالی فرماتے ہیں

﴿ ولو انهم اذظلموا انفسهم جاء وک فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما﴾.

اللہ کے نبی کے پاس حاضر ہوں تو ان سے استغفار کی درخواست کرنی چاہیے۔مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں آج بھی روضہ اقدس پر حاضری کا یہی حکم ہے۔اس کی تائید میں لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہم جب حضور ﷺ کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک گاؤں والا آیا اور قبر شریف کے پاس آکر گر گیا۔اور وہاں اس آیت مذکور کا حوالہ دیا اور حوالہ دے کر عرض کیا کہ اللہ تعالی نے اس آیت مذکورہ میں وعدہ کیا ہے کہ اگر گناہ گار رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول پاک ﷺ اس کے لئے دعائے مغفرت کریں اس وقت جو لوگ موجود تھے ان کا خیال ہے کہ اس کے لئے روضہ اقدس کے اندر سے آواز آئی قد غفر لک تیری بخشش ہوگئی۔مفتی محمد شفیع نے اس کو استدلال میں پیش کیا ہے۔یہ تحریرات حدیث مولانا حسین علی صاحب کی کتاب ہے اس میں لکھا ہے نودی من القبر قبر سے آواز دی گئی۔

اب میں پوچھتا ہوں کہ آپ ساری عمر قرآن پاک کی ان آیات کا انکار ہی کرتے رہیں گے۔اور میں نے موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات والی آیت پیش کی اس کی تشریح میں نے صحیح مسلم کی حدیث سے پیش کی۔آپ سے مطالبہ ہے کہ صرف ایک حدیث دکھاؤ کہ جس میں لکھا ہو کہ نبی قبروں میں نماز نہیں پڑھتے۔لیکن قیامت تک ایسی حدیث نہیں دکھا سکتا، کسی مفسر کا قول نہیں دکھا سکتا، کسی صحابی کا قول نہیں دکھا سکتا، کسی تابعی کا قول نہیں دکھا سکتا۔

ساری امت کے خلاف اس نے نیا عقیدہ گھڑ لیا ہے یہ ایسے ہے جیسے مرزا قادیانی نے ساری امت کے خلاف یہ کہا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور ان کی قبر کشمیر میں ہے۔

جس طرح ہم مرزے کو جرأت سے کہتے ہیں کہ اپنے اس عقیدے کا کسی کتاب سے ثبوت پیش کرو۔اس طرح ہم اسے دعوے سے کہتے ہیں کہ کسی کتاب سے یہ ثابت کرو کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ نہیں ہیں۔نماز نہیں پڑھتے۔کسی ایک محدث سے ثابت کرو، کسی ایک مفسر سے ثابت کرو۔لیکن آپ کے پاس نہ کوئی حدیث ہے اور نہ کوئی اور قول موجود ہے۔

مولوی محمد یونس نعمانی۔

نحمده و نصلي على رسوله الكريم. اما بعد.

میں نے اموات غیر احیاء سے استدلال کیا اس پر مولوی صاحب نے یہ کہا کہ اس میں فرشتوں کا بھی ذکر ہے۔جو اس نے پیش نہیں کیا۔میں نے صاف کہا تھا کہ جن پر موت آچکی ہے وہ اموات ہیں فی الحال، جن پر موت نہیں آئی جب ان پر موت آئے گی وہ بھی اموات غیر احیاء ہو جائیں گے۔اور میں برملا یہ بات کہتا ہوں کہ اس آیت کے تحت کسی مفسر نے یہ بات ثابت کی ہو کہ اس آیت میں من دون اللہ میں نبی داخل نہیں ہیں۔اس سے نبی ﷺ کا استثناء کرو۔

قرآن پاک کی آیت ہے۔

﴿ فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینهم ﴾

اس میں صاف موجود ہے کہ اے میرے پیغمبر جب تک تجھ سے فیصلہ نہ کروائیں اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے۔

مولوی صاحب آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ یہ آیت حیات کے ساتھ مختص تھی۔اب آپ فیصلہ کروانے کیوں نہیں جاتے۔پیغمبر کا یہ جسم زندہ تسلیم کیا جائے اور پھر فیصلہ اوروں سے

کروایا جائے وہ مسلمان رہ نہیں سکتا۔ پیغمبر کو زندہ بھی مانتے ہیں اور فیصلہ بھی ان سے نہیں کرواتے۔ آپ کو تو چاہئے کہ فیصلہ پیغمبر سے جا کر کروائیں۔

اور یہ جو حضرت علیؓ کی روایت آپ نے معارف القرآن سے ثابت کی ہے اس کو صحیح ثابت کر دیجئے۔ ہم ہر پیغمبر کی بات ماننے کے لئے تیار ہیں صحابی کے فرمانوں کو ماننے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن اس کو ذرا صحیح تو ثابت کریں۔ آپ کے کہنے کے مطابق جھوٹی روایتوں کو تو صحیح نہیں مان سکتے۔

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے ہر مومن کا نسمہ ہے جو جنت کے اندر زندہ ہوتا ہے، قیامت کے دن اللہ اسے جسم کے اندر لوٹائے گا اس سے پہلے جسم کے اندر لوٹ کر آ سکتا نہیں ہے۔ قرآن کریم کی آیت ہے۔

﴿والسلم علی یوم ولدت و یوم اموت ویوم ابعث حیا﴾

تین سلامتیں ہیں ولادت کے وقت بھی سلامتی، موت کے وقت بھی سلامتی، اور جس دن جا کر میں زندہ ہوں گا۔ پیغمبر کی بات ہے، اور مفسرین لکھتے ہیں یوم ابعث ای یوم القیمة قیامت کے دن زندہ ہوگا۔ پیغمبر قبروں میں پڑا ہوا جسد عنصری قیامت سے پہلے زندہ نہیں ہوا کرتا یوم ابعث حیا۔ یوم البعث کہا جاتا ہے قیامت کے دن کو۔ قیامت کے دن زندہ ہونا ہے۔ یہی معنی حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے کشف الرحمٰن والے بزرگ نے، باقی کتابوں کے اندر بھی موجود ہے۔ میں یہاں پیش کر سکتا ہوں مفسرین یہ لکھ رہے ہیں۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

الحمد للہ و کفی والصلوۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی. اما بعد

اللہ تعالی فرماتے ہیں۔

﴿لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی﴾

مفتی محمد شفیع صاحب معارف القرآن میں اس پر فرما رہے ہیں علماء نے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کی قبر شریف کے سامنے بھی زیادہ آواز سے سلام وکلام کرنا ادب کے خلاف ہے۔

اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ سے شفاء السقام میں موجود ہے انہوں نے فرمایا کہ روضہ پاک کے پاس آواز بلند نہ کرنا۔ اس سے حضرت ﷺ کو ایذا پہنچتی ہے۔ کیا یہ آواز علیین میں جاتی تھی یا روضہ پاک میں۔ روضہ پاک میں جاتی ہے۔

شفاء السقام میں موجود ہے کہ ہمسائے کیل لگا رہے تھے۔ جس سے ٹھک ٹھک کی آواز آ رہی تھی ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اس سے حضرت ﷺ کو ایذا پہنچتی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ انہوں نے مستری کو اپنے کواڑ بنانے کے لئے فرمایا اور فرمایا کہ گھر سے دور جا کر بناؤ کھٹ کھٹ کی آواز سے ایذا پہنچتی ہے رسول اقدس ﷺ کو۔ کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں سے کسی کو بھی قرآن کی یہ آیتیں نہیں آتی تھیں جو مولوی یونس صاحب دو آیتیں پڑھ رہے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ والی اعرابی والی روایت جو میں نے نقل کی تھی وہ مدارج والے نے بھی نقل کی ہے۔ ابن کثیر نے بھی نقل کی ہے۔ شفاء السقام میں لکھا ہے حکایة مشهورة نیلوی صاحب لکھتے ہیں کہ عالمگیری بڑی معتبر کتاب ہے، پانچ سو علماء نے اسے مرتب کیا ہے۔ عالمگیری میں یہ لکھا ہے کہ قبر پر جا کر حضرت سے استغفار کی درخواست کرنی چاہئے۔ تو یہ پانچ سو علماء کی متفقہ کتاب ہے۔ نیلوی صاحب اس کو بڑی معتبر کتاب مانتے ہیں انہوں نے جو یہ کہا کہ اس کا حکم اب باقی نہیں رہا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے مرتدوں نے کہا تھا کہ زکوۃ کا حکم حضرت ﷺ کے زمانے میں تھا اب باقی نہیں رہا۔

مرتد بھی زکوۃ والی آیت کو مانتے تھے لیکن کہتے تھے کہ اس آیت کا حکم اللہ کے نبی ﷺ کے زمانے تک باقی تھا بعد میں نہیں رہا۔

مولوی صاحب اہل سنت والجماعت کی باتوں کو تو ماننے کے لئے تو تیار نہیں ہیں۔ انہوں نے مولانا تھانویؒ کا نام لیا کہ وہ حیات کے قائل نہیں تھے حالانکہ انہوں نے نشر الطیب میں مستقل فصل باندھی ہے حیات کے مسئلہ پر۔ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا۔ کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ کذا فی المواہب اور یہ تکلیفی نہیں بلکہ بطور تلذذ ہے۔

اور اس حیات سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ ﷺ کو ہر جگہ پکارنا جائز ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی کا نام اگر مولوی صاحب نے دھوکا دینے کے لئے نہیں لیا تو انہیں اٹھ کر اعلان کر دینا چاہئے مولانا نے جو عقیدہ اپنی کتابوں میں لکھا ہے میں اس کو ماننے کے لئے تیار ہوں۔

مولانا تھانوی کے دستخط المہند علی المفند پر بھی ہیں۔ مفتی کفایت اللہ صاحب کے دستخط بھی المہند پر موجود ہیں۔ لیکن مولوی یونس المہند پر دستخط کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ اس لئے علمائے دیوبند کا نام یہ دھوکہ کے لئے لے رہا ہے۔ ورنہ اس کے پاس اور کچھ بھی نہیں۔ اور یہ سیرت مصطفی میں لکھا ہے۔ تمام اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز وعبادت میں مشغول ہیں۔

حضرات انبیاء علیہم السلام کی یہ برزخی حیات اگر چہ ہمیں محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے۔ اس لئے کہ روحانی حیات تو عامۃ مومنین بلکہ ارواح کفار کو بھی حاصل ہے۔

یہ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی کا جو مولوی یونس صاحب کے استاد بھی ہیں اور اندازہ لگائیں استاد صاحب تو کہتے ہیں کہ اجماعی عقیدہ ہے۔ (1) اس میں کسی کا اختلاف نہیں اور

(۱)۔ حضرت لکھتے ہی۔ ’’تمام اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ یہ ہے کہ حضرات انبیاء وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز اور عبادت میں مشغول ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی یہ برزخی حیات اگر چہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات

مولوی صاحب بے موقع آیتیں پڑھتے جا رہے ہیں۔ کبھی یوم ابعث حیا پڑھتے ہیں۔ دیکھئے یہی آیت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی ہے۔ اور یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے یا نہیں؟۔ شہید ہوئے۔ اور شہیدوں کی حیات یہ مان چکا ہے۔ اب وہاں جو تاویل کرے گا پھر انشاء اللہ ہم بھی سمجھا دیں گے کیونکہ شہیدوں کی حیات موت کے بعد قرآن میں منصوص ہے۔

مولوی محمد یونس نعمانی۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد۔

میں مطالبہ کرتا چلا آرہا ہوں کہ مولوی امین صاحب جو لوگوں کے سامنے آپ عقیدہ بیان کیا کرتے ہیں وہ عقیدہ واضح طور پر آپ بتا دیں کہ انبیاء علیہم السلام کی روح کو آپ بالکل جسموں کے اندر داخل مانتے ہیں یا خارج مانتے ہیں۔

میں شروع سے مطالبہ کرتا آرہا ہوں لیکن مولوی امین صاحب یہ ہمت نہیں کر سکے کہ اپنا عقیدہ واضح طور پر بتا دیں۔ یہ میرا مطالبہ ہے اور یہ مطالبہ جاری رہے گا۔ آپ جو کہتے ہیں کہ جسم کے اندر روح داخل مانتے ہو تب بتاؤ، اگر روح کو علیین میں مانتے ہو، تب بتاؤ جنت الفردوس میں مانتے ہو تب بتاؤ۔

مولوی صاحب اپنے عقیدے پر پورے قرآن سے ایک قطعی آیت بھی پیش نہیں کر سکے۔ ایک حدیث جو ان کے عقیدے کی تائید کرنے والی ہو، نہ کسی صحابی کا قول پیش کر سکے۔ اور جن سلف صالحین کے اقوال انہوں نے پیش کئے میں نے بتایا کہ وہ اگر چہ حیات کے قائل ہیں۔

حسی اور جسمانی ہے اس لئے کہ روحانی اور معنوی حیات تو عامہ مؤمنین بلکہ ارواح کفار کو بھی حاصل ہے۔ احادیث صحیحہ اور صریحہ سے ثابت ہے کہ مردے سنتے ہیں مگر جواب نہیں دے سکتے۔ مقتولین بدر سے آپ ﷺ کا خطاب فرمانا صحیحین اور تمام کتب حدیث میں مذکور اور مشہور ہے۔ (سیرت مصطفیٰ ص ۲۴۹ ج ۳)

اس کے باوجود میت کے اطلاق کو وہ جائز سمجھتے ہیں۔ مردے ہونے کے اطلاق کو وہ جائز سمجھتے ہیں، لیکن مولوی صاحب جائز نہیں سمجھتے۔

وہ حیات برزخیہ مانتے ہیں یہ حیات دنیویہ مانتے ہیں۔ [1] حیات کی وضاحت کیجئے

(۱)۔ یہ بھی مولوی یونس اور دوسرے معتزلہ گجرات کا دھوکہ ہے۔ برزخیہ اور دنیاویہ میں ٹکراؤ پیدا کر کے پھر جن عبارات میں برزخیہ کا لفظ ہوتا ہے اس پر شور مچانا شروع کر دیتے ہیں کہ یہ ہمارے مذہب کے مطابق ہے۔ حالانکہ برزخ کا معنی ہے غیر محسوس پردہ (اس کی مزید تشریح ''تسکین الاذکیاء فی حیات الانبیاء'' میں ملاحظہ فرمائیں) اب دنیوی اور برزخی میں منافات نہیں ہیں، اس لئے کہ برزخی کا معنی یہ ہے کہ حیات پردے میں ہے ہمیں اس کا شعور نہیں اور دنیوی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ دنیا والا جسد اطہر فائز الحیات ہے۔ چنانچہ اس کی تائید مولانا کاندھلویؒ کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔ ''یہ برزخی حیات اگر چہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے''۔ اب مولانا برزخی حیات بھی فرما رہے ہیں اور ساتھ جسمانی بھی۔ برزخی بایں معنی کہ پردہ میں ہے، اور جسمانی کہ اس دنیا والے جسد اطہر کو حیات حاصل ہے۔ تو ہم بھی دنیوی اسی معنی میں کہتے ہیں کہ دنیا والے جسد اطہر کو حیات حاصل ہے۔ مولوی یونس برزخی سے مراد روحانی لیتا ہے اور جسمانی حیات کا انکار کرتا ہے، اس کی نفی تو خود اس کے استاد مولانا کاندھلویؒ فرما رہے ہیں۔ کیونکہ آگے حضرت فرماتے ہیں۔ ''اس لئے کہ روحانی اور معنوی حیات تو عامہ مومنین بلکہ ارواح کفار کو بھی حاصل ہے۔'' اب دیکھئے بات کیسے واضح ہوگئی کہ مولانا کاندھلویؒ کے نزدیک برزخی کا یہ معنی کہ صرف روحانی حیات ہے، دنیا والا جسد اطہر فائز الحیات نہیں یہ قطعاً نہیں۔ کیونکہ صرف روحانی حیات کی تو وہ نفی فرما رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ ایسی حیات تو عامہ مومنین بلکہ ارواح کفار کو بھی حاصل ہے۔ پس معلوم ہوا کہ حیات برزخیہ اور دنیویہ میں کوئی منافات نہیں۔ مولوی یونس اور

روح کے مستقر کی وضاحت کیجئے۔ اب انہوں نے۔

﴿لا ترفعوا اصواتکم﴾

یہ دلیل تو نہیں بن سکتے تھے اس لئے انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بے سند اقوال شروع کر دیئے۔ مولوی صاحب یوں بات نہیں بنا کرتی۔ قرآن کریم کی واضح آیت بیان کریں۔ جس طرح میں نے پیش کی ہے۔ اموات غیر احیاء کسی آیت میں ہو احیاء غیر اموات انبیاء علیہم السلام زندہ ہوتے ہیں اپنی قبروں میں۔ ان کے جسم زندہ ہوتے ہیں، کھڑے ہو کر نمازیں پڑھتے ہیں۔ اگر کوئی آیت ہے تو پیش کریں یا کوئی ایک حدیث ہو تو پیش کریں۔

میں نے کہا تھا کہ انہوں نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی تھی وہ غلط ہے۔ اس میں ھیثم ابن طائی راوی موجود ہے۔ جسے خود مولانا حسین علی صاحب نے تفسیر بے نظیر کے اندر خود فرمایا کہ وہ کذاب ہے۔ میرے پاس اسماء الرجال کی کتاب ہے میزان الاعتدال قال البخاری لیس بثقة کان یکذب یہ جھوٹ بولتا تھا۔ مولوی صاحب ایسے جھوٹے راویوں کی روایتیں ہم سے کیوں منواتے ہیں۔ کوئی صحیح روایت پیش کریں ہم ماننے کے لئے تیار ہیں۔

آگے یہ کہتے ہیں کہ المہند پر یہ دستخط نہیں کرتا۔ مولوی صاحب آپ بھی المہند کی کوئی عبارت پیش نہیں کر رہے۔ تو المہند میں بھی آپ کا عقیدہ واضح طور پر موجود نہیں ہے۔ اور یہ عقیدہ کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح اجسام کے اندر داخل ہوتی ہیں اور انبیاء علیہم السلام قیام وقعود سے نمازیں پڑھتے ہیں یہ المہند کے اندر موجود نہیں ہے۔

دوسرے معتزلہ گجرات کا ان کے درمیان تضاد پیدا کر کے عوام کو دھوکہ دینا، اس پر یہی کہا جا سکتا ہے۔

برایں عقل و دانش بباید گریس

آ گئے۔

﴿ولا تقولوا لمن يقتل فی سبیل الله اموات﴾

کو یہ بار بار چھیڑ رہے ہیں بات سمجھئے۔ یہ آیت کی تفسیر جو نبی کریم ﷺ نے فرمائی وہ یہ ہے ارواحھم فی اجواف طیر اس کی خود تشریح کی ہے۔ان کی ارواح زندہ ہوتی ہیں۔اور اس کے اندر یہ کوئی موجود نہیں ہے کہ جسم کے اندر روح داخل ہوتی ہے۔ میں قرآن کریم کی دوسری آیت پیش کرتا ہوں۔

﴿والسلام علیه یوم ولدو یوم یموت ویوم یبعث حیاً﴾

یوم یبعث حیاً کے تحت بھی مفسرین یہ لکھتے ہیں ای یوم القیامۃ۔ قیامت کے دن جا کر پیغمبر ﷺ نے زندہ ہونا ہے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

الحمد لله وکفٰی والصلوٰۃ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی. اما بعد.

میرے دوستو اور بزرگو۔ مولوی محمد یونس سے اس وقت سے اب تک میرا یہ مطالبہ جاری ہے کہ قرآن کریم کی صرف ایک آیت کہ جس کا ترجمہ ہو کہ نبی اپنی قبروں میں نماز نہیں پڑھتے، مردہ ہیں۔آپ کے سامنے مولوی صاحب عام مردوں میں اعادہ روح مان چکے ہیں۔ لیکن انبیاء علیہم السلام کو اتنا حق بھی نہیں دیتے جتنا یہ عام مردوں کو دیتے ہیں۔ کافروں تک کے یہ عذاب قبر کے قائل ہیں۔ اور عذاب وثواب زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن انبیاء علیہم السلام کے بارے میں یہ بار بار گستاخی کر رہے ہیں کہ کافروں کو جتنا حق حاصل ہے انبیاء علیہم السلام کو اتنا بھی حق نہیں۔

رہی اموات غیر احیاء تو میرا مطالبہ اس میں بھی باقی ہے۔ میں نے کہا تھا کہ کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے وہاں نبی ﷺ مراد لئے ہوں، کسی ایک تابعی نے مراد لئے ہوں۔ لیکن مولوی صاحب پیش نہیں کر سکے۔

اصل بات یہ ہے کہ مولوی صاحب کے پاس انبیاء کے بارے میں کوئی واضح آیت موجود نہیں ہے۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ آیت بتوں کے بارے میں ہے۔ قرآن پاک میں یہ ہے کہ ابوجہل کی پارٹی بتوں والی آیتیں نبیوں کے بارے پڑھا کرتی تھی۔ قرآن نے ان کو بل ھم قوم خصمون کہا ہے۔

مولوی یونس صاحب کافروں والا طریقہ مناظرہ اختیار کر چکے ہیں کہ بتوں والی آیتیں نبیوں پر چسپاں کر رہا ہے۔ میں عام مسلمانوں والی آیتیں بھی اگر نبیوں پر پڑھوں تو کہتا ہے کہ نہ پڑھو۔ اور خود بتوں والی آیات نبیوں کے بارے میں پڑھ رہا ہے۔ یہ جلالین موجود ہے صاف لکھا ہے کہ اصنام یعنی بتوں کے بارے میں ہیں۔[1] میں نے بتایا کہ قتادہ نے صاف لکھا ہے کہ یہ بتوں کے بارے میں ہیں۔[2] اور مولوی صاحب نبیوں کے بارے میں پڑھ رہے ہیں۔ اور بڑے فخر سے کہہ رہے ہیں کہ میں نے اموات غیر احیاء پڑھا ہے۔ اور یہ بھی آیت پڑھو میں نے تو پہلے ہی شہداء کے بارے میں پڑھا ہے کہ ان کو اموات نہ کہو بل احیاء اور انبیاء علیہم السلام کا اس آیت میں داخل ہونا مولوی صاحب مان چکے ہیں۔ تو اس لئے انبیاء علیہم السلام کا بھی

---

(۱)۔ جلالین کی مکمل عبارت ملاحظہ فرمالیں۔

والذین تدعون بالتاء والیاء تعبدون من دون الله وھو الاصنام لا یخلقون شیئا وھم یخلقون یصورون من الحجارۃ وغیرھا اموات لا روح فیھم خبر ثان غیر احیاء تاکید وما یشعرون ای الاصنام ایان وقت یبعثون ای الخلق فکیف یعبدون اذلا یکون الھا الا الخالق الحی العالم بالغیب. (جلالین ص ۲۱۷)

(۲)۔ اس آیت کے تحت مفسرین کے اقوال "تسکین الاذکیاء فی حیات الانبیاء" میں مذکور ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اس آیت میں ذکر آ گیا۔ موت کے بعد حیات کا میں نے تو قطعی نص پیش کر دی ہے۔

تو دیکھئے ایسے لوگوں کی روایتیں یہ پیش کر رہا ہے اور اللہ کے نبی ﷺ کی جو حدیثیں میں نے پڑھی ہیں اسی طرح اللہ کے پیغمبر فرماتے ہیں۔

ان للہ ملئکة سیاحین فی الارض.

فرشتے دنیا بھر میں سیر کرتے پھر رہے ہیں۔

یبلغونی من امتی السلام.

نسائی شریف کی روایت ہے جو صحاح ستہ میں سے ہے۔[1] وہ لیتے بھی درود زمین سے ہیں، اور پہنچاتے بھی زمین پر ہیں۔ اور اگر وہاں درود نہیں سنتے اور وہ زندہ نہیں ہیں تو ان پر درود لے جانے کا فائدہ؟۔

میں پھر یہ کہتا ہوں کہ ایک حدیث یہ پیش کر دے کہ نبی اپنی قبروں میں درود نہیں سنتے۔ نبی اپنی قبروں میں نمازیں نہیں پڑھتے۔

بار بار یہ کہہ رہا ہے کہ نبی اپنی قبروں میں زندہ نہیں ہیں اور نماز نہیں پڑھتے۔ اللہ کے نبی ﷺ فرما رہے ہیں کہ نبی نماز پڑھتے ہیں اور یہ کہتا ہے کہ نہیں پڑھتے۔ اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا اور یہ کہتے ہیں کہ نماز نہیں پڑھتے۔

---

(1). اخبرنا عبدالوهاب بن عبدالحكم الوراق قال اخبرنا معاذ بن معاذ عن سفيان بن سعيد ح واخبرنا محمود بن غيلان قال حدثنا وكيع وعبدالرزاق عن سفيان عن عبدالله بن السائب عن زاذان عن عبدالله قال قال رسول الله ﷺ ان لله ملائكة سياحين في الارض يبلغوني من امتي السلام. (نسائی ص ۱۸۹، مصنف ابن ابی شیبه ص ۳۹۹ ج ۲)

میرے خیال میں نبی ﷺ کا اس سے بڑا منکر ہم نے آج تک نہیں دیکھا۔

حضرت سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ﷺ کے روضہ پاک سے آذان کی آواز سنتا رہا۔ یہ تابعی ہیں فرماتے ہیں میں قبر سے آذان کی آواز سنتا رہا۔[1]

مولوی محمد یونس نعمانی۔

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم. اما بعد.

اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں **ویوم ابعث حیا** جس طرح قیامت کے دن باقی ساری مخلوق قبروں سے اٹھے گی۔ میں بھی اٹھوں گا۔ جس طرح باقی سارے لوگ میت ہیں، میں بھی میت ہوں گا۔ جب وہ لوگ قیامت کے دن اٹھیں گے، میں بھی قیامت کے دن اٹھوں گا۔

صفوۃ التفاسیر میں ہے۔

سلام اللہ علی فی یوم ولادتی وفی یوم مماتی وفی یوم خروجی حیاً من قبری.

قبر کا لفظ یہاں پر بھی موجود ہے، ذرا مولوی صاحب واضح کیجئے کسی نے یہ کہا ہو کہ اس جسم کے اندر روح داخل ہے۔ کسی نے یہ نہیں کہا سب مانتے آ رہے ہیں۔ یہ میرے پاس آپ کے بزرگ سید نور الحسن شاہ بخاری کی کتاب ہے۔ وہ کہتے ہیں اجماع ہے اس بات پر کہ ارواح ہوتے ہیں علیین میں، انبیاء علیہم السلام کے بھی اور اسی طرح مولانا سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں کہ ارواح جو ہوتے ہیں وہ علیین کے اندر ہوتے ہیں۔

---

(1). عن سعيد بن عبدالعزيز قال لما كان ايام الحرة لم يؤذن في مسجد النبي ﷺ ثلاثاً ولم يقم ولم يبرح سعيد بن المسيب المسجد وكان لا يعرف وقت الصلوة الا بهمهمة يسمعها من قبر النبي ﷺ. رواه دارمی (مشکوۃ ص ۵۴۵)

اسی طرح قرآن پاک کی آیت سنیں میں نے ایک اموات غیر احیاء دوسری اللہ یتوفی الانفس تیسری

﴿انکم بعد ذالک لمیتون ثم انکم یوم القیمة تبعثون﴾

قرآن کریم کی بالکل واضح آیت قرآن کہتا ہے کہ تم پر موت آئے گی۔

ثم انکم یوم القیمة تبعثون.

قرآن کہتا ہے قیامت کے دن زندہ ہوں گے۔ اور مولوی صاحب کہتے ہیں کہ ابھی قبر کے اندر جسم زندہ ہے۔ ہم مولوی صاحب کی بات مانیں یا قرآن کی، کسی ایک مفسر کا حوالہ پیش کرو۔ کہ اس نے انبیاء علیہم السلام کا استثناء کیا ہو۔

میں نے ابعث حیا پیش کی۔ قیامت کے دن زندہ ہوگا پیغمبر۔ اگر اب زندہ ہے تو قیامت کے دن زندہ ہونے کا کیا معنی؟۔ اگر اب زندہ ہے تو قیامت کو کیسے زندہ ہوگا؟۔ زندوں کو تو زندہ نہیں کیا جاتا۔ مردے کو زندہ کیا جاتا ہے۔ آیت بتلاتی ہے یوم اموت کہ مجھے موت آئے گی۔ موت آنے کے بعد زندہ کب ہوں گا۔ جب قیامت آئے گی۔ معالم التنزیل میں بھی یہ ہے کہ قیامت کے دن زندہ ہوں گا تفسیر ابن عباس میں بھی یہ ہے ابعث من القبر حیاً قبر کا لفظ، پیغمبر کا لفظ، قیامت کے دن زندہ ہونا ہے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ (1)

الحمد لله وکفی والصلوٰة والسلام علی عبادہ الذین اصطفی. اما بعد.

ابھی تک مولوی یونس ایک آیت بھی پیش نہیں کر سکا۔ اندازہ لگائیں کہ جو یہ قرآن پاک

(1)۔ آگے دو تقریریں صرف حضرت اوکاڑویؒ کی نقل کی جا رہی ہیں، مولوی یونس کی تقریریں صاف نہ ہونے کی وجہ سے نقل نہیں کی جا رہیں۔

کی آیات پڑھ رہے ہیں قطعاً کسی مفسر نے یہ نہیں لکھا کہ یہ آیات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں نازل ہوئیں۔ پہلے یہ مان چکا ہے کہ قبر میں روح لوٹ کر آئے گی۔

اب اس نے کہا ہے کہ قیامت کے دن زندہ ہوگا۔ روح لوٹ کر آئے گی اس سے عذاب وثواب قبر کا انکار ہوگیا یا نہیں؟۔ اس نے پہلے حیات کا انکار کیا پھر عذاب قبر کا بھی انکار کر دیا۔ جس طرح مرزا قادیانی نے پہلے حیات مسیح کا انکار کیا، پھر معراج کا بھی انکار کر دیا۔

مرزا قادیانی بھی وفات مسیح آیتیں پڑھ پڑھ کر ثابت کرتا تھا۔ اس سے بھی کہا تھا کہ ان آیتوں کے تحت اگر کسی مفسر نے یہ لکھا ہو کہ مسیح فوت ہو چکے ہیں تو پیش کرو۔ لیکن وہ ایک مفسر کا حوالہ بھی پیش نہ کر سکا۔ اسی طرح یہ بھی مرزا کی طرح آیتیں پڑھ پڑھ کر حیات نبی ﷺ کا انکار کر رہا ہے۔ یہ کسی ایک مفسر کا حوالہ پیش کرے جس نے ان آیتوں کے تحت لکھا ہو کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں مردہ ہیں، وہ نمازیں نہیں پڑھتے۔ لیکن یہ قیامت تک ایک حوالہ بھی پیش نہیں کر سکتا۔

اور یہ لکھا ہو کہ باقی عام مسلمان زندہ ہوتے ہیں، ان کی روح کا تعلق ہوتا ہے۔ ان کو عذاب وثواب ہوتا ہے۔ یہ کہتا تھا کہ ارواح علیین میں ہیں، یہ ایک آیت پیش کرے، ایک حدیث پیش کرے، جس میں ہو کہ ارواح علیین میں ہیں، اور جسم کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں۔

میں نے حدیث پیش کی کہ۔

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون.

میں نے قرآن پاک کی آیت پیش کی جس میں واضح طور پر موجود ہے کہ جس کو موت آئی وہی زندہ کیا گیا ہے۔ اور موت جسم کو آئی تھی روح کو نہیں آئی تھی۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ

الحمد لله وکفی والصلوٰة والسلام علی عبادہ الذین اصطفی. اما بعد.

میں نے آیت شہداء پڑھی تھی مولوی صاحب نے حضرت جابرؓ کا نام لیا تھا۔ میں نے کہا تھا کہ اس سند میں محمد بن اسحٰق ہے۔ اب انہوں نے وہ روایت چھوڑ کر اور پڑھی اور ترجمہ یہ کیا کہ صحابی نے پوچھا کہ میں کہاں زندہ ہوں گا۔ حضرت ﷺ نے فرمایا جنت میں۔ بالکل جھوٹ ہے۔ یہ لفظ کہ میں کہاں زندہ ہوں گا؟۔ یہ حدیث کے کسی لفظ میں نہیں ہیں۔ اللہ کے نبی کی حدیث پر جھوٹ بولا ہے۔ وہاں اس بات کا ذکر ہے کہ سوال کیا گیا کہ اے اللہ کے نبی شہید کو کیا ملے گا۔ فرمایا جنت ملے گی۔

میں پوچھتا ہوں کہ قیامت کے دن جب حساب کتاب ہوگا تو کیا شہداء جنت سے آکر حساب دیں گے؟۔ اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے میں جنت میں داخل ہوں گا اور مجھ سے پہلے کوئی جنت میں نہیں جائے گا۔

اس کو شہید کا معنی بھی نہیں آتا شہید جسم کو کہتے ہیں یا روح کو کہتے ہیں؟۔ کیا واقعی سارے شہیدوں کا جسم جنت میں جا چکا ہے۔ شہید جسم کو کہا جاتا ہے روح کو کوئی شہید نہیں کہتا۔

پھر یہ آیت حضرت جابرؓ کے والد کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ حیات جسم میں ہوگی یا کہاں؟۔ اور اسی طرح نبی اکرم ﷺ شہداء احد کی قبروں پر جا کر سلام عرض کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ جب سلام عرض کیا جائے تو یہ جواب دیتے ہیں۔ تو یہ اجسام جواب دیتے تھے۔ اب شہداء احد کے لئے یہ آیتیں پیش نہیں کر سکتے۔ البتہ ان کی روح سیر کرتی ہے۔ جس طرح آپ کی روح خواب میں سیر کرتی ہے۔ مکہ مکرمہ کا طواف کر رہی ہوتی ہے۔

جیسے حضرت ﷺ یہاں حیات تھے اور حضرت ﷺ کی روح جنت میں سیر کر رہی تھی۔ تو یہ روحانی سیر اس حیات جسمانی کے منافی نہیں ہے۔ (1)

---

(1)۔ بخاری شریف میں نبی اقدس ﷺ کا خواب مذکور ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جنت دوزخ کی سیر کی۔ اب ظاہری بات ہے کہ آنحضرت ﷺ کی روح مبارکہ جنت کی سیر کر رہی تھی لیکن اس کا تعلق اس جسد اطہر کے ساتھ تھا اور

یہ جو مولوی صاحب کہہ رہے ہیں کہ یہاں روح کا ذکر ہے، یہ ایسے ہی ہے کہ جس طرح مرزا قادیانی نے کہا کہ **بل رفعه الله** میں روح کا رفع مراد ہے۔ **ماقتلوه** میں تو جسم کا قتل مراد ہے اور **بل رفعه الله** میں روح کا قتل مراد ہے۔

جو ترجمہ مرزا قادیانی کیا کرتا تھا وہی ترجمہ یہ آیت شہداء کا کر رہا ہے۔ جس طرح بل سے پہلے قتل سے مراد جسم کا قتل ہے اسی طرح بل کے بعد رفع سے مراد بھی جسم کا رفع مراد ہے۔

اسی طرح آیت شہداء میں بل سے پہلے جس طرح اموات کا لفظ جسم کے لئے ہے۔ حیات کا لفظ بھی جسم کے لئے ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح قرآن پاک کا اس طرح غلط ترجمہ نہ کرو۔ اور تم اسی طرح حیات مانتے ہو جس طرح مرزا حیات مانتا ہے کہ مرزا کہتا ہے کہ میں عیسٰی علیہ السلام کی حیات مانتا ہوں۔ فرق یہ ہے کہ یہ جسم کے ساتھ مانتے ہیں اور میں روحانی مانتا ہوں۔

اسی طرح ہم تو جسم کی حیات مانتے ہیں، قبروں میں اور تو مانتا ہے مرزے کی طرح روحانی۔ مرزا لکھتا ہے کہ مسیح علیہ السلام کے جسم کو آسمانوں پر اٹھایا گیا۔ لیکن مولوی صاحب کہتے ہیں کہ جسم عنصری تھا۔ اور میں کہتا ہوں کہ جسم مثالی تھا۔ ہم کہتے ہیں کہ جسم عنصری کو حیات حاصل ہے، مولوی یونس مرزے کے مقام پر کھڑا ہے یہ کہتا ہے کہ جسم مثالی کو حیات حاصل ہے۔

یہ جسد عنصری کی حیات کا انکار کر رہا ہے۔ جیسے مرزا معراج کا انکار کرتا ہے اور حیات مسیح کا انکار کر رہا ہے۔ اس لئے مولوی صاحب کو چاہئے کہ وہ مرزے کی تقلید سے باہر نکل کر بات کریں۔ ایک آیت پیش نہیں کی، ایک محدث کا قول پیش نہیں کیا۔ یہ آیت پڑھ رہا ہے کہ قیامت

آنحضرت ﷺ سانس لے رہے تھے خون جسم مبارک میں گردش کر رہا تھا اسی طرح شہید کی روح جہاں بھی سیر کر رہی ہو اس کا تعلق اس جسد عنصری کے ساتھ قائم ہوتا ہے اور اس سے جسد عنصری کو حیات حاصل ہوتی ہے۔ یہ طویل خواب بخاری شریف میں دو جگہ ص ۱۸۵ اور ص ۱۰۴۳ پر مذکور ہے۔

کے دن اٹھایا جائے گا۔ قیامت کے دن اٹھنا زیر بحث نہیں۔ موت کے بعد قیامت سے پہلے اس کے درمیان میں جو حالت ہے زیر بحث وہ ہے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ۔

الحمد للہ و کفٰی والصلوٰۃ والسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی. اما بعد.

میرے دوستو اور بزرگو۔ آپ کے سامنے جو بحث ہو رہی ہے وہ اس دور کے بارے میں ہے، موت کے بعد قیامت کے دن اٹھنے سے پہلے جو حالت انبیاء علیہم السلام کی ہے وہ کیا ہے؟۔ مولوی صاحب جتنی آیتیں پڑھ رہے ہیں وہ سب قیامت کے دن اٹھنے کے بارے میں ہیں۔

دیکھئے ایک زندگی وہ ہے جو سب کے شعور میں آئے ایک زندگی یہ ہے جو سب کے شعور میں آ رہی ہے۔ ایک زندگی وہ ہے جو ولکن لا تشعرون والی ہے۔ موت کے بعد قیامت تک حیات ہے۔ لیکن وہ ہمارے شعور میں نہیں آئے گی۔ قیامت کے دن لوگ جب اٹھیں گے تو وہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں تو ان آیات میں اس کھلی زندگی کا ذکر ہے۔ ان آیتوں پر ایمان ہے۔ لیکن ان آیتوں کا قبر کی زندگی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

اس لئے جتنی آیتوں کے بارے میں یہ کہہ رہا ہے میں نے اتنی آیتیں پڑھیں، اتنی آیتیں پڑھیں (ان کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے)۔

زندگی کی دو قسمیں ہیں کہ ایک ہے کھلی زندگی کہ سب ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں۔ موت سے پہلے بھی ہے اور قیامت کے دن بھی۔ ایک دوسرے کی زندگی کو دیکھیں گے جتنی آیتیں یہ پڑھ رہا ہے (ان کا تعلق کھلی زندگی سے ہے) اس نے یہ کہا ہے کہ مفسرین نے تفسیروں میں لکھا ہے کہ قیامت کے دن تک میں مردہ رہوں گا۔ قیامت کو زندہ کیا جاؤں گا۔ یہ کسی نے نہیں کہا یہ بالکل جھوٹ ہے۔

اور کہتا ہے کہ میں نے روایت بیان کی ہے۔ وہ تو روایت ہی مرسل ہے۔ اور اس کی اگر

کوئی صحیح سند ہو تو پیش کریں۔ لو کان موسٰی حیا پیش کیا جس کا راوی مجالد بن سعید ہے۔ (۱)

(۱)۔ سند یہ ہے

اخبرنا محمد بن العلاء انا ابن نمیر عن مجالد عن عامر عن جابرؓ (دارمی ص۱۱۵ ج۱)

قال ابن معین وغیرہ لا یحتج بہ وقال احمد یرفع کثیرا مما لا یرفعہ الناس لیس بشیء فقال النسائی لیس بالقوی و ذکر الاشج انہ شیعی وقال الدارقطنی ضعیف وقال البخاری کان یحیٰ بن سعید یضعفہ و کان ابن مہدی لا یروی عنہ (میزان الاعتدال ص۴۳۸ ج۳)

اسی طرح علامہ ابن حجر فرماتے ہیں

قال البخاری کان یحیٰ بن سعید یضعفہ و کان ابن المہدی لا یروی عنہ و کان احمد بن حنبل لا یراہ شیئا وقال ابن المدینی قلت لیحیٰ بن سعید مجالد. قال فی نفسی فیہ شیء وقال احمد بن سنان القطان سمعت ابن المہدی یقول حدیث مجالد عند الاحداث ابی اسامة وغیرہ لیس بشیء ولکن حدیث شعبة وحماد بن زید وہشیم وہولاء یعنی انہ تغیر حفظہ فی آخر عمرہ وقال عمر بن علی سمعت یحیٰ بن سعید یقول لبعض اصحابہ این تذہب قال الیٰ وہب بن جریر اکتب السیرة عن ابیہ عن مجالد قال تکتب کذبا کثیرا لو شئت ان یجعلہا لی فی مجالد کلہا عن الشعبی عن مسروق عن عبداللہ فعل وقال ابو طالب عن احمد لیس بشیء یرفع حدیثا کثیرا لا یرفعہ الناس

وہ کذاب اور شیعہ تھا۔ مولوی صاحب کو اس طرح کی روایتیں مل رہی ہیں کہ اس روایت کا تو تعلق ہی نہیں اس سے۔ اس لئے کہ اس میں تو یہ ہے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں زندہ ہو کر آجائے۔ جیسے عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو وہ بھی میری تابعداری کریں گے۔ اس کا تعلق کھلی زندگی کے ساتھ ہے۔ مولوی صاحب کو پتا ہی نہیں کہ میں نے کہنا کیا ہے۔ اور کیا کہہ رہا ہوں۔

جتنی آیتیں پیش کر رہے ہیں یا تو ان کا تعلق قیامت والی کھلی زندگی کے ساتھ ہے یا اس کھلی زندگی کے ساتھ ہے۔ اور اس پر ایک آیت بھی پیش نہیں کر سکے کہ نبی اپنی قبروں میں زندہ نہیں۔ نہ کوئی آیت ہے، نہ کوئی حدیث ہے، نہ کسی صحابی کا قول ہے، یہ جتنے مفسرین کے نام پیش کر رہے ہیں۔ ان میں سے صرف ایک کی تفسیر جس میں یہ لکھا ہوا ہو کہ اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ نبی اپنی قبروں میں مردہ ہیں وہ نماز نہیں پڑھتے۔

اتنی آیتیں نہیں صرف ایک آیت پڑھے۔ تفسیروں کے نام گنتا چلا جائے گا اور عبارت کسی کی نہیں پڑھے گا اور جو پڑھی ہے اس میں بھی یوم القیٰمۃ کا لفظ ہے۔ قیامت کے دن زندہ ہو کر نکلنے کا تو کسی نے انکار ہی نہیں کیا۔ نہ وہ مسئلہ زیر بحث ہے۔

یہودیوں کی طرح

﴿ یحرفون الکلم عن مواضعہ ﴾

وقد احتمله الناس وقال الدوری عن ابن معین لا یحتج بحدیثه وقال ابن ابی خیثمه عن ابن معین ضعیف واهی الحدیث (تهذیب التهذیب ص ۴۰ ج ۱۰)

اسی طرح ابن حجر تقریب میں فرماتے ہیں

لیس بالقوی تغیر فی آخر عمره من صغار السادة مات سنة اربع و اربعین. (تقریب ص ۳۲۸)

بات کس جگہ کی ہوتی ہے اور کرتا کس جگہ ہے، آیت کس جگہ کی ہوتی ہے اور پڑھتا کس جگہ ہے۔ پھر کہتا ہے کہ اموات غیر احیاء سے انبیاء علیہم السلام کا استثناء ثابت کرو۔ یہ بات بھی اس نے مرزا سے سیکھی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ وہ کہتا ہے اموات غیر احیـــاء سے عیسیٰ کا استثنا ثابت کرو۔ تو اگر یہ مطالبہ مولوی صاحب کا حق ہے تو یہ مطالبہ مولوی صاحب نے مرزا قادیانی سے چوری کیا ہوا ہے۔

جتنی آیتیں پیش کر کے انبیاء علیہم السلام کی حیات کا انکار کر رہا ہے اور کسی مفسر نے ان آیات کے تحت یہ نہیں لکھا کہ انبیاء علیہم السلام مردہ ہیں، یہ مرزا قادیانی کا طریقہ ہے۔ استثناء کا مطالبہ کرنا بھی مرزا کا طریقہ ہے۔

تمت

روئیداد مناظرہ دریا خان

منجانب نوجوانان اہل سنت والجماعت

مناظرہ دریا خان کا اقرار نامہ

معزز قارئین کرام مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۸۷ء بروز سوموار دریا خان ضلع بھکر میں اہلسنت والجماعت علماء دیوبند اور منکرین حیات انبیاء کے درمیان ایک مناظرہ طے پایا، جس کے لئے باقاعدہ سرکاری اسٹام پر فریقین کی طرف سے حسب ذیل اقرار نامہ لکھا گیا۔

مایاں کے ملک عبدالرحمٰن ولد ملک ولی محمد قوم راجپوت ممبر منجانب اشاعت التوحید والسنة (فریق اول، مدعی)

محمد یامین ولد غلام بھیک قوم شیخ سکنہ دریاخان ممبر منجانب علماء دیوبند اہل سنت والجماعت (فریق دوم)

اقرار ہذا پر رضامندی خود اس طرز پر تحریر کردیتے ہیں کہ فرقہ جمیعت اشاعت التوحید والسنة وفرقہ دیوبند اہل سنت والجماعت کا مذہبی مناظرہ مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۸۷ء کو قرار پایا ہے۔

فریق اول مولانا محمد یونس نعمانی میانوالی اور اس کے معاون کو تاریخ مذکور پر بمقام دریا

خان ضلع بھکر لائے گا اور فریق دوم مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی کو مع معاون تاریخ مذکور پر بمقام دریا خان لائے گا۔ ہر دو فرقہ جات کے مذہبی مناظرہ جات پر امن طور پر دریا خان میں ہوں گے، اگر کوئی فرقہ اپنے علمائے دین کو تاریخ مذکور پر لانے سے ناکام رہا تو اسے شکست تسلیم کرنا ہوگی اور مناظرہ محض حیات النبی ﷺ حیات الانبیا ﷺ بعد از وفات، سماع النبی اندر قبور، عذاب وثواب قبر کے مسئلہ پر ہوگا، فریقین کو اپنے عقیدہ کا اثبات قرآن کریم اور احادیث صحیحہ اور اجماع صحابہ سے کرنا ہوگا مناظرہ بند کمرہ میں ہوگا۔

اس تحریر پر علماء دیوبند کی طرف سے مولانا غلام فرید صاحب اور جمیعت اشاعت التوحید والسنّت کی طرف سے مولانا شیخ غلام یٰسین صاحب کے دستخط ہونگے، جس فریق کے مولانا صاحب نے اس تحریر پر دستخط کرنے سے انکار کیا تو اس کے مسئلہ کی شکست ہوگی۔ الخ

پولیس کی مداخلت۔

حسب اقرار نامہ فریقین جائے مناظرہ پر جمع ہو گئے، لیکن ڈی سی صاحب کے آڈر کے تحت پولیس افسران نے مناظرہ پر پابندی لگادی اور مناظرہ نہ کرنے پر فریقین کے دستخط کروائے اور مجوزہ مناظرہ نہ ہوسکا۔

مماتیوں کا جھوٹا اشتہار۔

پولیس کی مداخلت کی وجہ سے جب مناظرہ نہ ہوسکا تو اس کا کسی فریق کی فتح وشکست سے کوئی تعلق نہ تھا، لیکن کچھ دنوں کے بعد نوجوانان جمیعت اشاعۃ التوحید والسنۃ دریا خان، ضلع بھکر کی طرف سے ایک بڑا اشتہار شائع کیا گیا جس کا عنوان تھا۔

"یہ فرار کب تک، روئیداد مناظرہ دریا خان ضلع بھکر ومیانوالی"۔

اس اشتہار میں چونکہ کئی جھوٹ لکھے گئے ہیں اور دریا خان اور میانوالی کے لوگ حقیقت حال کو جانتے ہیں اس لئے یہ اشتہار خفیہ طور پر دور دور تک پھیلایا جا رہا ہے۔ چنانچہ اہل حق کے لئے اس اشتہار کا دستیاب ہونا بہت مشکل ہو گیا ہے۔

مناظرہ دریاخان کا حقیقی پس منظر۔

شہر دریا خان میں اہل حق علماء اہلسنت والجماعت اتحاد واتفاق کے ساتھ دینی، تبلیغی اور اصلاحی فرائض سرانجام دے رہے تھے اور شہر کی فضا مکمل طور پر پرسکون تھی۔ مگر کچھ تخریب کار لوگوں کو شہر کا یہ امن اور سکون راس نہ آیا اور انہوں نے شہر میں ایک جدید اور گجرات کے خانہ ساز عقیدہ (انکار حیات النبی ﷺ) کی بنیاد رکھدی۔ اور اس خانہ ساز عقیدہ کے ضمن میں عوام الناس کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ علماء دیوبند اہل سنت والجماعت (العیاذ باللہ) مشرک اور علوم قرآنیہ اور حدیثیہ سے ناواقف تھے، اس سلسلہ میں انہوں نے علماء دیوبند اہل سنت والجماعت کو کھلے چیلنج دینے شروع کردئے، جس کا قدرتی اور فطرتی نتیجہ یہ نکلا کہ علماء دیوبند اپنے عقائد ونظریات کی مدافعت پر مجبور ہو گئے۔

چنانچہ اہل سنت والجماعت کی دعوت پر رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی مدظلہ مورخہ آٹھ مارچ کو دریا خان تقریر کے لئے تشریف لائے۔

سید عنایت اللہ شاہ گجراتی کا مناظرہ سے فرار۔

رئیس المناظرین کی دریا خان آمد کی خبر سن کر منکرین حیات بدحواس ہو گئے، کیونکہ فاضل پور ضلع راجن پور میں مولوی احمد سعید صاحب ملتانی کی شکست فاش اور جنڈانوالہ ضلع بھکر میں مولانا محمد حسین نیلوی اور مولانا محمد یونس نعمانی کی ذلت آمیز بے بسی کا منظر ان کے سامنے تھا، اور وہ رئیس المناظرین کے ناقابل تردید دلائل سے بخوبی واقف تھے۔ لہذا انہوں نے ایسے ہتھکنڈے استعمال کرنا شروع کئے کہ رئیس المناظرین کی تقریر دریا خان میں نہ ہوسکے اور مناظرہ کی صورت پیدا نہ ہو۔

چنانچہ طے شدہ پروگرام کے مطابق انہوں نے اپنے چند نوجوانوں کو رئیس المناظرین کے پاس بھیجا کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب بیسیوں رفقاء ومعاونین کے ساتھ مناظرہ کے لئے تیار بیٹھے ہیں، کیا آپ مناظرہ کے لئے تیار ہیں؟۔

یہ شاہ صاحب کی طرف سے ایک چیلنج تھا جو زبانی طور پر انہوں نے اپنے نوجوانوں کے ذریعے بھیجا۔ رئیس المناظرین نے یہ چیلنج قبول کرلیا اور کہا کہ آپ یہ چیلنج تحریری طور پر شاہ صاحب سے لکھوا کر لائیں ہم مناظرہ کے لئے تیار ہیں۔ وہ نوجوان وعدہ کر کے چلے گئے کہ ہم شاہ صاحب سے تحریری چیلنج لے کر ابھی آتے ہیں۔

مگر وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہوگیا

کے مصداق کافی دیر کے بعد وہ نوجوان مرجھائے ہوئے چہروں کے ساتھ بے بسی کے عالم میں واپس آئے اور آ کر کہنے لگے کہ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارا جماعتی دستور ہمیں چیلنج کرنے کی اجازت نہیں دیتا، البتہ چیلنج قبول کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

دستور کے بارہ میں شاہ صاحب کا کھلا جھوٹ۔

شاہ صاحب نے اپنے جماعتی دستور پر اس قدر صریح جھوٹ بولا ہے کہ اس کی مثال ملنی مشکل ہے کیا ہے کسی منکر حیات میں جرأت کہ وہ اپنے جماعتی دستور کی روشنی میں شاہ صاحب کی صداقت ثابت کر سکے؟۔ یا کم از کم انہیں اس صریح کذب بیانی سے توبہ کروا سکے؟۔

رئیس المناظرینؒ نے فرمایا شاہ صاحب زہر کا پیالہ پی سکتے ہیں مگر چیلنج لکھ کر نہیں دے سکتے، چیلنج تو کجا وہ اپنے ہاتھ سے اپنا عقیدہ تک لکھ کر نہیں دے سکتے۔ حیرت کی بات ہے کہ شاہ صاحب پورے ملک میں اپنے حواریوں کو خوش کرنے کے لئے علماء اہل سنت کو چیلنج کرتے پھرتے ہیں، کیا اس وقت ان کو اپنا جماعتی دستور یاد نہیں ہوتا؟۔ یہ کس قدر عجیب فلسفہ ہے کہ مناظرہ کا چیلنج کرتے وقت شاہ صاحب دستور سے منحرف ہوجاتے ہیں، اور مناظرہ کے وقت دستور شاہ صاحب کو مناظرہ کا چیلنج کرنے کی اجازت دینے سے منحرف ہوجاتا ہے۔ گویا کہ۔

کھڑک سنگھ کے کھڑکنے سے کھڑکتی ہیں کھڑکیاں
اور کھڑکیوں کے کھڑکنے سے کھڑکتا ہے کھڑک سنگھ

مماتی نوجوانوں کی مایوسی۔

یہ سن کر وہ نوجوان غصے سے اٹھ کھڑے ہوئے کہ آپ شاہ صاحب پر خواہ مخواہ الزام عائد کر رہے ہیں، ہم ابھی شاہ صاحب سے چیلنج اور عقیدہ کی تحریر لکھوا کر لاتے ہیں۔ مگر افسوس کافی دیر بعد وہ نوجوان منہ لٹکائے، سر جھکائے، ضمیر پر ایک بوجھ لئے، نادم نادم سے واپس آئے، ہم سمجھ گئے کہ غبارے سے ہوا نکل چکی ہے۔

آ کر کہنے لگے کہ ہمارے شاہ صاحب تو کچھ بھی لکھ کر دینے کے لئے تیار نہیں، خدارا آپ ہی چیلنج لکھ دیں۔ ان بے چاروں کی مسکین سی صورت دیکھ کر رئیس المناظرین نے شاہ صاحب کے نام چیلنج لکھ دیا۔ اور نوجوانوں سے کہا کہ اس کا جواب اب شاہ صاحب سے ہی لانا۔

کافی دیر کے بعد وہ نوجوان فرحاں وشاداں واپس آئے اور آ کر کہنے لگے ہماری آنکھیں کھل گئی ہیں وہ لوگ مناظرہ کے لئے تیار نہیں، بلکہ ان کی حقیقت تو ہاتھی کے دانتوں کی ہے، یعنی کھانے کے اور دکھانے کے اور۔

شاہ صاحب کا مناظرہ سے انکار۔

ان نوجوانوں نے اپنی جو داستان الم بیان کی وہ مماتیت کے لئے کسی مرگ ناگہانی سے کم نہیں، انہوں نے کہا کہ۔

''جب ہم رئیس المناظرین کا تحریری چیلنج لے کر وہاں پہنچے تو وہاں پر موجود تمام حاشیہ برداروں کے رنگ فق ہوگئے، جیسے ہم ان کے پاس کسی تحریر کی بجائے صور اسرافیل لے گئے ہوں۔

ان کے بڑے بڑے مناظرین پر سکوت مرگ طاری ہوگیا، ان کے چہرے مرجھا گئے، بہت ہاتھ گدھوں کی طرح آگے بڑھے تاکہ ہم سے تحریر چھین لیں لیکن ہم نے شاہ صاحب کے سوا کسی کو تحریر دینے سے انکار کر دیا۔ شاہ صاحب کو پہلے ہی پردہ نشیں کر دیا گیا۔ باوجود سر توڑ کوشش کے ہم شاہ صاحب تک رسائی حاصل نہ کر سکے،

کافی دیر بعد شاہ صاحب نے پردہ سے منہ نکالا اور فرمایا آپ تھوڑی دیر انتظار کریں ہم کوئی فیصلہ کر کے آپکو آگاہ کرتے ہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد پھر شاہ صاحب باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ ہم نے مشورہ کے بعد فیصلہ کیا ہے کہ ہم مناظرہ کے لئے تیار نہیں، ہم نے کہا کہ آپ اپنا یہ فیصلہ ہمیں لکھ کر دیں۔ مگر شاہ صاحب نے لکھ کر دینے سے انکار کر دیا، اور وہ پھر پردہ نشیں ہوگئے۔ ہم مایوس ہو کر واپس چلے آئے۔"

رئیس المناظرین نے نوجوانوں سے فرمایا تم یہ ساری کاروائی اپنے قلم سے لکھ کر اپنے دستخطوں کے ساتھ ہمیں دینے کے لئے تیار ہو؟۔

نوجوانوں نے پوری کاروائی لکھی، اور سب نے اس پر دستخط کر کے تحریر ہمارے حوالے کر دی، جواب بھی ہمارے پاس محفوظ ہے۔

انہی کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات انکی
انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات انکی

آخر غیرت آگئی اور مناظرہ طے ہو گیا۔

شاہ صاحب موصوف نے تو مماتیوں کی لٹیا ڈبو دی اور وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے، ان کا تو خیال تھا کہ شاہ صاحب موصوف کا نام سن کر رئیس المناظرینؒ مرعوب ہو جائیں گے، لیکن رئیس المناظرین نے ثابت کر دیا کہ

وہ اور ہوں گے جو سہیں انکی جفائیں بے محل
ہم کسی کا غمزہ بے جا اٹھا سکتے نہیں

بالآخر مقامی مماتیوں کی غیرت نے جوش مارا اور وہ مناظرہ پر آمادہ ہوگئے، اہل سنت والجماعت بھی چونکہ انکے فرار ہونے کے حربوں سے بخوبی آگاہ تھے اس لئے مناظرہ کی ابتدائی تحریریں سادہ کاغذ پر لکھنے کی بجائے سرکاری اسٹام پر لکھی گئیں، تاکہ کسی فریق کو منحرف ہونے کا

موقع نہ مل سکے، چنانچہ اسٹام پر تحریر کردہ اقرار نامہ کی عبارت پہلے درج کی جا چکی ہے وہ دوبارہ ملاحظہ فرمالیں۔

مناظرہ کا اقرار نامہ یا پیغام مرگ۔

سرکاری اسٹام پر فریقین کی طرف سے جو تحریریں مرتب کی گئیں تھیں وہ منکرین حیات کے لئے پیغام مرگ ثابت ہوئیں، ان تحریروں سے پورے ملک کی مماتیت میں صف ماتم بچھ گئی، اب چاہیے تو یہ تھا کہ مماتیت کے اس مردہ لاشے کو نہلا کفنا کر کسی گمنام کھنڈر میں دفن کر دیا جاتا۔ تاکہ اہل سنت والجماعت ایک بار پھر اتحاد و اتفاق کے ساتھ سکون کی زندگی بسر کرتے، مگر افسوس کہ مماتیت کے اس مردہ لاشے پر فتح کے مینار اور کامیابی کے گنبد اس انداز سے تعمیر کئے گئے کہ ہمیں پنجابی کی مثل یاد آگئی۔

جیندا لکھ دا تے مویا سوا لکھ دا

اور پھر صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مماتیت کے اس مزار اقدس کے لئے اپنے اشتہار میں جھوٹ فریب اور فراڈ کے ایسے انداز پیش کئے گئے کہ خانقاہوں کے پیشہ ور مجاور بھی دنگ رہ گئے۔

مسلک علماء دیوبند اور مذہب اہل سنت والجماعت سے خروج۔

جب منکرین حیات الانبیاء نے امت محمدیہ کے اجماعی عقیدے حیات الانبیاء کا انکار کیا تو علماء دیوبند اہل سنت والجماعت نے انہیں اپنے سے جدا کر دیا، مگر منکرین حیات اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔

لیکن یہ مناظرہ دریا خان علماء دیوبند اہل سنت والجماعت کے لیئے فتح و نصرت کا آفتاب بن کر طلوع ہوا، اور منکرین حیات نے یہ تسلیم کر لیا کہ وہ نہ تو اہل سنت والجماعت میں سے ہیں اور نہ ان کا مسلک دیوبند سے کوئی تعلق اور واسطہ ہے۔

چنانچہ سرکاری اسٹام کے مندرجہ ذیل الفاظ ان کے لئے تازیانہ عبرت ہیں۔

''فرقہ جمیعت اشاعۃ التوحید والسنۃ وفرقہ دیوبند اہل سنت والجماعت کا مذہبی

مناظرہ مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۸۷ء کو قرار پایا''

اس مندرجہ تحریر میں صاف طور پر یہ تسلیم کرلیا گیا ہے کہ جمیعت اشاعۃ التوحید والسنۃ ایک مستقل فرقہ کا نام ہے، اور نہ صرف یہ کہ اس کا مسلک دیوبند اہل سنت والجماعت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ ان کا ایک مستقل مقابل ومخالف اور حریف فرقہ ہے، اور مسئلہ حیات النبی پر اس فرقہ کا مناظرہ اہل سنت والجماعت دیوبند کے علماء سے ہوگا۔

اس تحریر پر مسلک علماء دیوبند اہل سنت والجماعت کی طرف سے حضرت مولانا غلام فرید صاحب نے اور منکرین حیات کی طرف سے مولانا شیخ غلام یٰسین صاحب نے دستخط کئے۔ گویا کہ مماتی ٹولہ نے اپنے دستخطوں سے یہ ثابت کردیا کہ نہ وہ دیوبندی ہیں اور نہ اہل سنت والجماعت۔

مولانا شیخ غلام یٰسین صاحب پر عدم اعتماد کا اظہار کیوں؟

یہ ایک دلچسپ حقیقت ہے کہ اسٹام کی مذکورہ تحریر پر منکرین حیات کی طرف سے مولانا شیخ غلام یٰسین صاحب نے دستخط کئے، جنہوں نے دورہ حدیث دارالعلوم دیوبند میں پڑھا ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ مسئلہ حیات النبی میں دیوبندی مسلک کے خلاف ہیں، اس لئے انہوں نے اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت اور دیوبندی کہلوانے سے صاف انکار کردیا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ان کا یہ فیصلہ انتہائی دیانتدارانہ فیصلہ ہے، لیکن افسوس کہ فرقہ جمیعت اشاعۃ التوحید والسنۃ کے چند پیشہ ور مناظرین اور واعظین ان پر عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے ان کے فیصلہ کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینہ کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

میدان مناظرہ میں دیر سے پہنچے۔

اسٹام کی تحریر میں یہ درج تھا کہ فریقین مناظرہ نو بجے پہنچیں گے اور گیارہ بجے دن مناظرہ شروع ہوگا۔ مقررہ وقت پر دونوں فریقین کا کوئی عذر قابل قبول نہ ہوگا۔

لیکن اس کے باوجود منکرین حیات سوا گیارہ بجے مقام مناظرہ پر پہنچے جو اصولی طور پر ان کی شکست تھی جبکہ علماء دیوبند، مولانا محمد امین صفدر صاحب، حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر صاحب اور حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب ڈیروی وقت مقررہ سے تقریباً ایک گھنٹہ قبل مقام مناظرہ پر پہنچ چکے تھے۔

ٹیپ ریکارڈر لگانے پر شور۔

منکرین حیات نے آتے ہی سب سے پہلے جو جھگڑا کھڑا کیا وہ یہ تھا کہ دوران گفتگو ٹیپ ریکارڈر نہیں لگانے دیں گے۔ ہمیں حیرت ہوئی کہ ٹیپ ریکارڈر بیچارے کا کیا قصور ہے؟۔ لیکن بعد میں سمجھ آئی اسی ٹیپ ریکارڈر کے ذریعے تو وہ گلی گلی اور قریہ قریہ بے نقاب ہوتے ہیں۔ بڑی مشکل سے طویل بحث کے بعد وہ ٹیپ ریکارڈر لگانے کی اجازت دینے پر تیار ہوئے یعنی۔

کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

شرائط طے کرنے سے گریز۔

ٹیپ ریکارڈر رکھنے کی اجازت ملی تو شرائط طے کرنے، سے منکر ہوگئے، اور کہنے لگے کہ شرائط اسٹام میں طے ہوچکی ہیں، حالانکہ اسٹام کی تحریر کے مطابق ابھی ثالثوں کا تقرر باقی تھا، لیکن مولوی محمد یونس صاحب کے شوروغل کے باعث یہ شرائط طے نہ ہوسکیں۔

تحریری طور پر نمائندگی قبول کرنے سے انکار۔

جب رئیس المناظرین نے مولوی محمد یونس صاحب سے تقاضا کیا کہ ہم دونوں مقامی حضرات کے نمائندوں کی حیثیت سے آئے ہیں، اس لئے ہمیں اپنے اپنے حضرات کی تحریرات پر دستخط کر کے تحریری نمائندگی قبول کرنی چاہیے۔ مولانا غلام فرید صاحب نے جو تحریریں دی ہیں ہم

ان پر ان کے نمائندے کی حیثیت سے دستخط کرتے ہیں، آپ مولوی غلام یٰسین صاحب کی تحریروں پر دستخط کردیں۔

بات اصولی تھی مگر خدا جانے مولوی محمد یونس صاحب کا پارہ کیوں چڑھ گیا؟۔ وہ کھلی زبان درازی پر اتر آئے حتیٰ کہ ان کے اپنے معاونین بھی ان کو کھینچ کھینچ کر احساس دلاتے رہے کہ سب کچھ ٹیپ ہورہا ہے، مگر مولوی صاحب تو ہوا کے گھوڑے پر سوار تھے۔ افسوس تو یہ ہے کہ مولوی صاحب نے اپنی زبان درازی کا نشانہ اس ہستی کو بنایا جس کی بدولت مولوی صاحب کو یہ مقام نصیب ہوا، جس ہستی (مولانا اوکاڑوی) سے فیصل آباد میں انہوں نے یہ فن مناظرہ سیکھا ہے۔

کافی طویل بحث کے بعد مولوی صاحب موصوف اس تحریر پر دستخط کرنے کے لئے تیار ہوئے، اور جذبات وغصہ کے عالم میں انہوں نے اس تحریر پر دستخط کردیئے۔ جس پر وہ ہوش و حواس کے عالم میں شاید دستخط کرنے کے لئے کبھی تیار نہ ہوتے۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

اور مماتی ٹولہ نے اپنے اشتہار ''یہ فراڈ کب تک'' میں بھی اس بات کا رونا رویا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

''اب جب یہ بات طے ہوگئی کہ شرائط مناظرہ طے شدہ ہیں، اب اوکاڑوی صاحب نے راہ فرار کا دوسرا بہانہ بنایا کہ مولوی یونس اپنے عقیدے پر دستخط کرے۔''

منکرین حیات کا عقیدہ دریا خان۔

منکرین حیات نے اپنا جو عقیدہ لکھا وہ حسب ذیل ہے۔

''تمام انبیاء علیہم السلام سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے، بفرمان خداوندی ﴿کل نفس ذائقة الموت﴾ کے مطابق موت کا جام نوش کر چکے

ہیں۔ اور ان کے اجسام مطہرہ، اپنی قبور مطہرہ میں الیوم کما وضعوا صحیح سلامت محفوظ، موجود ہیں۔ ان کی ارواح طیبہ، جسد عنصری سے پرواز کرکے اعلیٰ علیین میں نعم خداوندی سے لطف اندوز ہورہی ہیں، اور ان کی ارواح مبارکہ کا جسد عنصریہ مبارکہ کے ساتھ کسی ایسے تعلق کا ثبوت نہیں جس کی وجہ سے اجسام عنصریہ مدفونہ فی القبور میں رکوع، سجود کرنے کی، سننے، دیکھنے، پہنچاننے کی قوت پیدا ہوجائے۔ (نوٹ) درود وسلام عند القبور سننے کی قوت ان اجسام عنصریہ مبارکہ میں نہ ہے، ثواب وعذاب قبر حق ہے، خواہ میت مدفون فی الارض ہو یا آگ میں جل جائے یا دریا میں ڈوب کر اس کو جانور کھا جائیں۔ میت کے ذرات منتشرہ میں خداوند کریم نوعا من الحیات پیدا کرتا ہے، اس کی وجہ سے عذاب وثواب کے الم اور راحت کو محسوس کیا جاتا ہے، مگر کیفیت خداوند کریم جانتا ہے۔ روح کا تعلق اس جسم کے ساتھ بحیثیت حیات دنیوی نہ ہے، یہی عذاب وثواب قبر حق ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ ہذا ما عندی والحق عند اللہ یہ عقیدہ ہم قرآن وحدیث سے ثابت کریں گے''۔

اہل سنت والجماعت کی فتح مبین۔

منکرین حیات کے مذکورہ عقیدہ کو بار بار پڑھیے اور غور کیجئے کہ یہ کس قدر حیرت انگیز انقلاب ہے، کل تک جن کا دعویٰ یہ تھا کہ عذاب وثواب صرف روح کو ہوتا ہے جسم اس میں شریک نہیں ہوتا، آج وہ اہل سنت والجماعت کے اجماعی موقف کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوگئے ہیں اور انہوں نے واضح الفاظ میں یہ تسلیم کرلیا ہے کہ جسم اگر ریزہ ریزہ بھی ہوجائے، اور اس کے ذرات منتشر بھی ہوجائیں تو ان کی ارواح کا تعلق ان سے بدستور رہتا ہے، اس تعلق کی بنا پر وہ عذاب وثواب اور الم وراحت کو محسوس کرتے ہیں۔

قبر کیا چیز ہے۔

اس مذکورہ تحریر میں عذاب قبر کے عنوان کے تحت یہ بھی تسلیم کرلیا گیا ہے کہ قبر اسی جگہ کا

نام ہے جہاں میت کے اجزا یا ذرات موجود ہوں، خواہ وہ مدفون فی الارض ہوں، جلا کر اس کی راکھ منتشر کر دی جائے یا اس کو جانور وغیرہ کھا جائیں۔ حالانکہ اس سے قبل منکرین حیات اس مسئلہ میں دنیوی قبر کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔

شان رسالت میں کھلی گستاخی۔

منکرین حیات کا مذکورہ عقیدہ شان رسالت میں شرمناک حد تک گستاخی کے مترادف ہے، کیونکہ اس میں ایک کافر اور مشرک کے جسم کے ذرات منتشرہ کے ساتھ تو روح کا تعلق تسلیم کیا گیا ہے، مگر انبیاء علیہ السلام کے اجسام محفوظہ کے ساتھ ان کی ارواح مبارکہ کے تعلق کا انکار کیا گیا ہے۔

﴿انا للہ وانا الیہ راجعون﴾۔

اس سے بڑھ کر شان رسالت ﷺ میں گستاخی اور کیا ہوگی؟۔ کیا ہے کوئی فرقہ جمیعت اشاعۃ التوحید والسنۃ کا رجل رشید جو ان گستاخان رسالت کو توبہ پر مجبور کرے۔

اہل حق کا عقیدہ۔

اہل سنت والجماعت (دیوبند) کی طرف حضرت مولانا غلام فرید صاحب نے مناظرہ دریاخان کے سلسلہ میں اپنا جو عقیدہ لکھ کر دیا وہ حسب ذیل ہے،

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میرے اور میرے تمام مشائخ بزرگان دیوبند کا عقیدہ دربارہ ثواب وعذاب قبر وحیات الانبیاء بعد از وفات ایشاں علیہ السلام حسب ذیل ہے۔

(۱) قبر میں کافر پر عذاب واجباً، گنہگار مومنوں پر جائزاً حق ہے۔ مومنوں کے لئے قبر میں راحت وثواب بھی حق ہے، اس کا منکر کافر ہے۔ (خلاصۃ الفتاوی ج۱ ص ۱۴۹، فتح القدیر ص ۲۴۷ ج۱)

(۲) وفات کے بعد انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ یہ زندگی جسد

عنصری کے ساتھ ہے، برزخی ہے، دنیا کی زندگی سے اعلیٰ زندگی ہے، اس کا منکر اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔ (المہند، فتاویٰ دار العلوم دیوبند) سماع النبی عند القبر صحیح ہے۔ (۲۶ رجب ۱۴۰۷ھ)۔

مولانا محمد یونس کی حجت بازی۔

اصل مسئلہ تو قبروں میں حیات الانبیاء کا ہے، یعنی ارواح کے تعلق سے ان کے اجسام مطہرہ میں حیات ہے اور قبر کے پاس وہ سنتے ہیں۔ لیکن مولانا محمد یونس صاحب نے اب یہ کٹ حجتی شروع کر دی ہے کہ امین صاحب بتائیں کہ روح کا تعلق کیسا ہے؟۔ آیا وہ انبیائے کرام کے اجساد مطہرہ کے اندر ہے یا باہر سے اس کا تعلق ہے۔ حالانکہ یہ مسئلہ روح کے تعلق کی کیفیت کا ہے، جو حقائق سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ عقائد سے۔ عقیدہ کے ساتھ تو اس کا یہی تعلق ہے کہ نبی کریم ﷺ (ودیگر انبیائے کرام علیہ السلام) کا جسد اطہر جو روضہ مقدسہ میں ہے، اس میں روح کے تعلق سے حیات ہے یا نہیں؟۔ کیفیت تعلق روح کی بحث چھیڑ کر مولانا محمد یونس صاحب اصل مسئلہ سے ہٹ کر فرار کی راہ اختیار کرنا چاہتے ہیں۔

سچائی پرکھنے کی نئی کسوٹی۔

منکرین حیات نے سچائی پرکھنے کی ایک جدید کسوٹی قائم کی ہے، یعنی طلاقیں اور قسمیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اشتہار ''یہ فرار کب تک'' میں بعنوان ''پولیس کا داعی کون'' لکھا ہے۔

''کہ اب ہر فریق دوسرے پر الزام لگانے لگا کہ تم نے پولیس کو دعوت دی۔

چنانچہ علماء اہل سنت حقیقی علماء دیوبند کے نمائندہ مولانا غلام یٰسین صاحب نے فرمایا کہ میں اپنی اور پوری جماعت کی طرف سے قسم اور طلاق اٹھانے کے لئے تیار ہوں، اس طرح مولوی غلام فرید صاحب بھی اپنی پوری جماعت کی طرف سے قسم اٹھائے۔ غلام فرید صاحب نے فرمایا کہ اپنی ذات کی قسم اٹھا سکتا ہوں جماعت کی نہیں۔ مولانا عبداللہ صاحب بھکر کے متعلق کہا گیا کہ اس کی طرف سے قسم اٹھائیں، غلام فرید

صاحب فرمانے لگے پوچھ کر اب بھی ہمارا مطالبہ یہی ہے کہ مولوی عبداللہ آف بھکر تین طلاق اٹھا کر کہہ دیں کہ اس نے بلاواسطہ یا بالواسطہ صراحتاً یا کنایتاً پولیس کو اطلاع نہیں دی۔ ورنہ ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ نام نہاد دیوبندیوں نے اپنی شکست پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ سب کچھ کیا ہے''۔

علاوہ ازیں مناظرہ میانوالی کے سلسلے میں بھی منکرین حیات نے مولوی ریاست علی صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ۔

''۲ مارچ ۱۹۸۷ء کو چیلنج کی ذمہ داری اشاعت التوحید کے نمائندہ پر ڈالی لیکن طلاق اٹھانے سے منکر اور آنے کا وعدہ کر کے پھر منکر ہوا''

منکرین حیات النبی ﷺ کی طرف سے یوں طلاقیں اور قسمیں اٹھوانا ہی ان کی بوکھلاہٹ اور مناظرہ سے فرار کی دلیل ہے، کہ لوگوں کی توجہ اصل مسئلہ سے ہٹ جائے اور دیہاتی گنواروں کی طرح وہ ایک دوسرے سے قسمیں اور طلاقیں اٹھوانے کی مہم میں لگے رہیں۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مماتیوں کے جھوٹ در جھوٹ۔

〈۱〉 اشتہار میں اقرار نامہ کی عبارت نہیں لکھی۔

مماتی گروہ نے اپنے اشتہار میں قسموں اور طلاقوں کا تو ذکر کر دیا، لیکن انہوں نے اس میں مناظرہ دریا خان کے متعلق فریقین کا جو اقرار نامہ سرکاری اسٹام پر لکھا گیا تھا وہ درج نہیں کیا۔ اور یہی ان کی ذلت اور شکست خوردگی کی واضح دلیل ہے۔

کیونکہ اگر وہ اقرار نامہ کی عبارت لکھتے تو سب پر عیاں ہو جاتا کہ جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ ایک جدید فرقہ ہے اور دیوبندی اہل سنت والجماعت کے مقابلہ میں مسلک اہل سنت والجماعت کے خلاف مسئلہ حیات النبی ﷺ پر مناظرہ کر رہا ہے۔ کیونکہ اقرار نامہ میں واضح طور پر یہ لکھا گیا ہے کہ

''فرقہ جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ وفرقہ دیوبند اہل سنت والجماعت کا مذہبی مناظرہ مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۸۷ء کو قرار پایا ہے'' الخ۔

اور رئیس المناظرین مولانا محمد امین صفدر صاحب نے اسی لئے اقرار نامہ پر مولانا محمد یونس صاحب کے دستخط کرنے کے لئے اصرار کیا تھا کہ وہ آئندہ انکار نہ کر سکیں۔ اور مولانا محمد یونس صاحب نے چونکہ اس پر دستخط کر دئے ہیں۔ اس لئے اب وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ دیوبندی اہل سنت والجماعت ہیں۔ بلکہ انہوں نے اپنے دستخطوں سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ان کا فرقہ دیوبندی اہل سنت والجماعت کے خلاف ایک جدید جداگانہ فرقہ ہے۔

(۲) لیکن توحید کے نام پر اس مماتی ٹولہ کے جھوٹ اور دروغ گوئی کی انتہاء یہ ہے کہ وہ اب بھی اپنے اشتہاروں میں اپنے آپ کو دیوبندی اہل سنت والجماعت ظاہر کر رہے ہیں اور اقرار نامہ میں جن کو وہ دیوبندی اہل سنت والجماعت تسلیم کر چکے ہیں، ان کو نام نہاد دیوبندی قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ اشتہار میں ان کی دروغ گوئی کے الفاظ حسب ذیل ہیں

(۱) بعنوان ''مناظرہ مقرر ہو گیا'' لکھتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ۱۳ اپریل ۱۹۸۷ء مناظرہ کا دن طے ہوا، مناظرہ سے متعلق ضروری باتیں اسٹام میں لکھ دی گئیں جس پر فریقین کے دستخط ہوئے۔ نام نہاد علمائے دیوبند کی طرف سے خدام اہل سنت والجماعت کے جماعتی مناظر مولانا امین صاحب اوکاڑوی اور حقیقی علمائے دیوبند جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کے طرف سے جماعتی مناظر مولانا محمد یونس صاحب نعمانی مقرر ہوئے۔ اہل سنت والجماعت جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کی طرف سے مناظرہ گاہ میں مولانا غلام یسین، مولانا محمد یونس نعمانی، مولانا عبداللہ راشد، مولانا امیر عبداللہ اور نام نہاد علمائے دیوبند کی طرف سے مولانا غلام فرید، مولانا محمد امین، مولانا عبدالحق خان بشیر، مولانا حبیب اللہ موجود تھے۔

(۳) چنانچہ علمائے اہل سنت والجماعت حقیقی علمائے دیوبند کے نمائندہ مولانا شیخ غلام یسین صاحب نے فرمایا الخ۔

(۴) مناظرہ میانوالی کے تحت لکھتے ہیں۔

’’علمائے اہل سنت والجماعت مناظر اسلام مولانا محمد یونس نعمانی کی معیت میں۔ الخ۔

(۵) لیکن خدامی فرقہ نے چیلنج کی رٹ لگائے رکھی جس پر علمائے اہل سنت والجماعت نے کہا خدام اہل سنت والجماعت کا نمائندہ تین طلاقیں اٹھا کر کہہ دے کہ اشاعت التوحید کے نمائندہ حاجی محمد اختر نے چیلنج دیا ہے، تو چیلنج کی ذمہ داری بھی ہم قبول کرلیں گے‘‘۔

مندرجہ بالا عبارات میں منکرین حیات النبی نے اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت حقیقی دیوبندی اور علمائے دیوبند اہل سنت والجماعت کو نام نہاد دیوبندی لکھا ہے، اور یہی ان کا جھوٹ در جھوٹ ہے۔ کیونکہ وہ مناظرہ دریا خان کے اقرار نامہ میں اپنے آپ کو فرقہ جمیعت اشاعۃ التوحید والسنۃ اور فریق ثانی کو فرقہ اہل سنت والجماعت دیوبندی تسلیم کر چکے ہیں، اب ناواقف سنی مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے اس کے برعکس دعوئی کر رہے ہیں۔

لیکن اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

کیا شاہ صاحب دیوبندی ہیں؟

فرقہ جمیعت اشاعۃ التوحید والسنۃ سے ہمارا پرزور مطالبہ ہے کہ اگر وہ اہل سنت والجماعت دیوبندی ہیں، تو اپنے امیر ومقتدا مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری سے یہ تحریر منوالیں کہ وہ مذہب اہل سنت والجماعت اور مسلک علمائے دیوبند کو حق مانتے ہیں، اور مسئلہ حیات الانبیاء بعد الوفات اور مسئلہ سماع انبیائے کرام عند القبور میں ان کا وہی عقیدہ ہے جو اکابر علمائے دیوبند کا ہے۔

اور اگر شاہ صاحب موصوف اس کو تسلیم نہ کریں، اور یقیناً وہ ایسی تحریر تسلیم نہ کریں گے۔ تو پھر دیانتداری کا تقاضا یہ ہے جمیعت اشاعۃ التوحید والسنۃ والے جو اشتہار میں اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت اور حقیقی دیوبندی لکھ رہے ہیں وہ شاہ صاحب سے بیزاری کا اعلان کردیں۔

شاہ صاحب نے کن اکابر کو للکارا تھا۔

زیر بحث اشتہار میں لکھا ہے کہ۔

’’اتنے میں مناظر اسلام مولانا محمد یونس نعمانی صاحب سٹیج پر تشریف لائے اور فرمایا کر آج کے دن کی خفت اور ذلت کو مٹانے کے لئے چند افراد آئے تھے کہ ماسٹر صاحب سے شاہ صاحب مناظرہ کریں، مناظر اسلام نے فرمایا یہ ان کا جان چھڑانے کا حربہ ہے۔ میں برملا اعلان کرتا ہوں کہ اگر دوسرا فریق مولانا سرفراز خان صاحب صفدر یا مولانا درخواستی کو لائے تو ہمارے شاہ صاحب ہر وقت مناظرہ کے لئے تیار ہیں۔ اور شاہ صاحب کی عمر بیت گئی آپ نے بارہا تمہارے بڑوں کو للکارا وہ مرگئے مگر پیر طریقت کے سامنے آنے کی جرأت نہ کرسکے الخ‘‘

مولانا محمد یونس صاحب نے تو شاہ صاحب کی دیوبندیت کی قلعی خود ہی کھول دی، ہم پوچھتے ہیں کہ شاہ صاحب نے کن اکابر کو للکارا تھا؟۔

کیا وہ دیوبندی مسلک کے اکابر تھے یا مخالفین مسلک دیوبند؟۔ سب جانتے ہیں کہ خیر المدارس ملتان کے سالانہ جلسہ پر شاہ صاحب موصوف نے عقیدہ حیات النبی کے خلاف کھلم کھلا تقریر کی تھی اور ان کی اس تقریر سے علمائے دیوبند کو معلوم ہوا تھا کہ وہ عقیدہ حیات النبی ﷺ کے منکر ہیں۔ جب حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ مہتمم وبانی مدرسہ خیر المدارس کو اس کا علم ہوا تو آپ نے بعد میں جلسہ کے دوران ہی شاہ صاحب کی تقریر کی پرزور تردید کی۔

اس کے بعد دیوبندی مسلک کی تمام جماعتیں جمیعت علمائے اسلام، مجلس تحفظ ختم نبوت، احرار اسلام وغیرہ مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب کے خلاف ہوگئیں۔ حتیٰ کہ جامع مسجد ورکشاپی محلہ راولپنڈی میں ۲۲ جون ۱۹۶۲ء (۱۸ محرم ۱۳۸۶ھ) کو حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم

دارالعلوم دیوبند کی مجوزہ حسب ذیل تحریر پر مولانا غلام اللہ خان صاحب مرحوم اور مولانا قاضی نور محمد صاحب نے (جو اس وقت جمیعت اشاعۃ التوحید والسنۃ کے صدر تھے) دستخط کر دئے۔ لیکن شاہ صاحب اس اجلاس میں حاضر بھی نہ ہوئے اور بعد میں انہوں نے اس تحریر پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔

''وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بتعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اطہر پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں''۔

اس تحریر پر حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ صاحب کے علاوہ حضرت مولانا محمد علیؒ صاحب جالندھری کے بھی دستخط ہیں۔ اور یہی تحریر جمیعت اشاعۃ التوحید والسنۃ کے ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی اگست ۱۹۶۲ء میں بھی شائع ہو چکی ہے۔

جمیعت علماء اسلام پاکستان کی مجلس شوریٰ نے یہ پاس کیا تھا کہ مسئلہ حیات النبی کے موضوع پر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر شیخ الحدیث مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ ایک جامع کتاب لکھیں، چنانچہ مولانا موصوف نے ''تسکین الصدور'' کے نام سے ایک جامع محققانہ کتاب لکھی۔ جس پر پاک وہند کے اکابر علمائے دیوبند کی تصدیقات درج ہیں، اور جن میں پاکستان کے حسب ذیل علمائے کرام بھی ہیں جو وفات پا چکے ہیں ''علامہ شمس الحقؒ صاحب افغانی، علامہ مولانا محمد یوسفؒ صاحب بنوری محدث (کراچی)، حضرت مولانا ظفر احمدؒ صاحب محدث عثمانی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ صاحب (کراچی)، حضرت مولانا مفتی محمودؒ صاحب شیخ الحدیث مدرسہ قاسم العلوم ملتان، حضرت مولانا خیر محمدؒ صاحب جالندھری، حضرت مولانا دوست محمدؒ صاحب قریشی صدر تنظیم اہل سنت والجماعت، حضرت مولانا غلام غوثؒ صاحب ہزاروی، حضرت مولانا سید گل بادشاہؒ صاحب سرحدی، حضرت مولانا

نذیر اللہ خانؒ صاحب (جامع مسجد حیات النبی گجرات) رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین''۔

کیا یہ سب حضرات مرحومین دیوبندی سنی مسلک کے نہ تھے، بلکہ شاہ صاحب تو شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری قدس سرہٗ کو بھی اپنی للکار سناتے رہے ہیں، فرمائیے کیا یہ سارے حضرات دیوبندی تھے یا نہ؟۔ تو شاہ صاحب کا چیلنج جب اس مسئلہ میں اکابر علمائے دیوبند کو تھا تو شاہ صاحب خود دیوبندی کیونکر ہو سکتے ہیں؟۔

اتمام حجت کے لئے تحریری مناظرہ اور شاہ صاحب کا انکار۔

جب شاہ صاحب نے اپنی تقاریر میں چیلنج بازی شروع کر دی تو آخر کار فریقین کی طرف سے حضرت مولانا ظفر احمدؒ صاحب عثمانی اور حضرت مولانا احتشام الحقؒ صاحب تھانوی رحمہم اللہ ثالث تجویز کئے گئے، اور زبانی ہنگامی بحث سے بچنے کے لئے ثالث حضرات نے حضرت مولانا محمد علیؒ صاحب جالندھری مرحوم اور حضرت مولانا لال حسینؒ صاحب اختر مرحوم کو (جو علمائے دیوبند کے نمائندہ تھے) اور مولانا غلام اللہ خان صاحب مرحوم، اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب کو (جو فرقہ جمیعت اشاعۃ التوحید والسنۃ کے نمائندہ تھے) اپنا اپنا مسلک اور اس کے دلائل تحریری بھیجنے کا حکم دیا۔

مولانا جالندھریؒ اور مولانا لال حسین اخترؒ نے تو تحریری جوابات ثالث حضرات کو ارسال کر دئے۔ لیکن شاہ صاحب موصوف اور مولانا غلام اللہ خان صاحب نے تحریری مناظرہ سے انکار کر دیا اور شاہ صاحب نے یہ بھی لکھ دیا کہ تحریری مناظرہ خلاف سنت ہے، اسی طرح انہوں نے اپنی جان چھڑائی۔

کچھ تو ہے جسکی پردہ داری ہے

مناظرہ میانوالی۔

مورخہ ۲۶ اپریل ۱۹۸۷ء کو میانوالی میں ایک مناظرہ طے پایا جس کے لئے ۱۹ اپریل کی تاریخ شرائط کے لئے طے پائی، اس تاریخ کو علمائے اہل سنت والجماعت حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب مدظلھم اور مولانا عبدالحق خان صاحب بشیر مدظلہ العالی، حضرت مولانا محمد نواز صاحب بلوچ، حضرت مولانا عبدالقدوس خان صاحب قارن اور حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب ڈیروی شرائط مناظرہ کے لئے پہنچ گئے۔ حضرت مولانا محمد رمضان صاحب (میانوالی) بھی تشریف لے آئے، جامع مسجد نور شرائط مناظرہ کے لئے مقرر تھی، مگر سہ پہر پانچ بجے تک مولوی محمد یونس صاحب مسجد نور کے پاس ایک مکان میں پردہ نشین ہو کر بیٹھے رہے، اور مسجد میں آنے کی جرأت نہ کر سکے۔ اور عین وقت پر مولوی محمد یونس کے کہنے پر اختر علی مماتی مناظرہ کروانے سے منحرف ہو گیا، شاید دریاخان والا دستور یاد آ گیا ہو۔

چیلنج کس کا تھا۔

اختر علی کی طرف سے رقعہ موصول ہوا کہ چیلنج مولوی محمد نواز بلوچ صاحب کا ہے، مولانا محمد نواز صاحب نے فرمایا کہ اگر میرے چیلنج پر بات کرنی ہے تو اس کے لئے نہ شرائط کی ضرورت ہے، نہ مناظرہ کی۔ کیونکہ میں نے چیلنج دیا تھا کہ اہل سنت والجماعت کے کسی ذمہ دار محدث، مفسر یا مجتہد کی کتاب سے یہ عقیدہ ثابت کر دو کہ حضور ﷺ اپنی قبر میں بے حس و بے جان ہیں، اور آپ کی روح مبارکہ کا آپ کے جسم مبارک سے کوئی تعلق نہیں اور نہ آپ عند القبر پڑھا جانے والا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں، تو میں منہ مانگا انعام دوں گا۔

لائیے مولوی محمد یونس صاحب کو وہ کوئی ایسا حوالہ پیش کریں اور منہ مانگا انعام حاصل کریں؟۔ مگر اختر علی مولوی یونس صاحب کو اس بات پر آمادہ نہ کر سکا۔

طے شدہ مناظرہ اختر علی کے چیلنج پر تھا جس کے لئے اس نے باقاعدہ اپنا دعوٰی لکھ کر دیا، لیکن مولوی محمد یونس صاحب نے اپنی جان چھڑانے کے لئے بے چارے اختر علی کو چیلنج سے

منحرف ہونے پر مجبور کر دیا۔

مماتیت کی داستان فرار۔

سہ پہر پانچ بجے معلوم ہوا کہ مولوی یونس صاحب اپنے رفقاء سمیت مسجد گھنڈ والی میں پردہ نشین ہو چکے ہیں، علماء اہل سنت والجماعت نے بھی باہمی مشورہ کے بعد مولانا عبدالحق خان بشیر صاحب کو ان کے تعاقب میں بھیج دیا اور انہوں نے گھنڈ والی مسجد کے پہلو میں ایک مکان میں ڈیرہ ڈال دیا، اور تحریری شرائط نامہ مولوی محمد یونس صاحب کو بھیج دیا جس کے ساتھ ایک اشتہار بھی منسلک تھا کہ۔

"کیا مولوی یونس صاحب میانوالی کا طے شدہ مناظرہ اسی تحریر پر کرنے کے لئے تیار ہیں جس پر وہ دریاخاں میں دستخط کر چکے ہیں"۔

یہ اشتہار اسی نماز کے بعد گھنڈ والی مسجد کے نمازیوں میں نماز مغرب کے بعد تقسیم کیا گیا۔ مولوی یونس صاحب کا حال وہی تھا کہ۔

زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد

بالآخر مولانا عبدالحق خان صاحب مایوس ہو کر ساڑھے سات بجے واپس آ گئے، عشاء کی نماز کے بعد مسجد نور میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا۔ جس میں مولانا محمد رمضان صاحب مدظلہٗ اور رئیس المناظرین مولانا محمد امین صاحب دامت برکاتھم العالیہ نے تفصیلی بیان فرمایا اور رات بارہ بجے کے بعد علماء اہل سنت والجماعت واپس تشریف لے گئے۔

عظیم فراڈ۔

۱۹ اپریل کے بھگوڑے جو شرائط مناظرہ طے کرنے کی جسارت نہ کر سکے، ۲۶ اپریل کو پھر اکٹھے ہو گئے، انہوں نے سمجھا کہ میدان خالی ہوگا۔ مگر علماء اہل سنت والجماعت اپنے فرائض منصبی سے غافل اور مماتیت کے طریقہ واردات سے بے خبر نہ تھے۔

مولانا عبدالحق خان بشیر صاحب اپنے رفقاء کے ہمراہ میانوالی پہنچ چکے تھے۔ مولانا یونس

صاحب نے اپنے آدمیوں کو بھیجا کہ مناظرہ کے لئے آئیں اور مولانا عبدالحق صاحب نے فرمایا کہ آج کا مناظرہ ۱۹ تاریخ کی شرائط پر موقوف تھا۔ مگر ۱۹ کو آپ نسیاً منسیا ہو چکے تھے۔ آج اگر آپ مناظرہ کرنا چاہتے ہیں تو نیا چیلنج لکھ کر دیجئے۔ مگر مولوی یونس صاحب اس پر آمادہ نہ ہو سکے اور نہ ہی وہاں پر موجود مولانا محمد حسین نیلوی وغیرہ انہیں آمادہ کر سکے۔

ان الباطل کان زھوقا۔

ظہر کی نماز کے بعد مماتیوں کے نمائندے دوبارہ آئے اور آ کر منت سماجت شروع کر دی کہ شہر میں فساد ہو جائے گا اس لئے آپ اپنے علماء کو واپس بھیج دیں، ہم بھی اپنے علماء کو واپس بھیج دیں گے۔ حافظ ریاست علی صاحب نے فرمایا پہلے تم اپنے علماء کو واپس بھیج دو پھر ہم بھی واپس بھیج دیں گے۔

وہ وعدہ کر کے چلے گئے کافی دیر کے بعد واپس آئے اور آ کر کہنے لگے کہ ہمارے علماء کہتے ہیں کہ اگر آپ اشتہار شائع نہ کرنے کی ضمانت دے دیں تو ہم واپس جانے کے لئے تیار ہیں۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرہ خون نکلا

حافظ ریاست علی صاحب نے یہ ضمانت دینے سے انکار کر دیا، عصر کی نماز کے وقت معلوم ہوا کہ گھنڈ والی مسجد کے پردہ نشیں یا تو واپس جا چکے ہیں یا زلیخا کا سات تالوں والا پردہ اختیار کر چکے ہیں۔ نماز عصر کے بعد مولانا عبدالحق خان بشیر صاحب بھی واپس تشریف لے گئے۔

مولوی یونس صاحب شریف بنو۔

مولوی یونس صاحب!۔ آپ نے پورے علاقہ کی فضا مکدر کر رکھی ہے مگر سامنے آنے کی آپ میں جرأت نہیں۔ آپ پردہ نشیں ہو کر صرف وسوسے ڈالنا جانتے ہیں یا اشتہارات کے ذریعے سستی شہرت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ آپکے قول و فعل میں تضاد اور بعد المشرقین پایا جاتا

ہے، آپ نے دریا خان میں دستخط کر کے تسلیم کیا کہ آپ کا اور آپ کی جماعت فرقہ جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کا مسلک دیوبند اور مذہب اہل سنت والجماعت سے کوئی تعلق و واسطہ نہیں۔ اس کے باوجود آپ اپنے آپ کو دیوبندی یا سنی لکھنے سے شرم محسوس نہیں کرتے۔

دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

فیصلہ تو ہو چکا۔

فیصلہ تو دریا خان کی تحریروں میں ہو چکا، آپ نے مان لیا کہ عذاب و ثواب قبر جسم کو ہوتا ہے، قبر کی حقیقت کو بھی آپ نے مان لیا کہ قبر اسی جگہ کا نام ہے، جہاں میت کا جسم یا اس کے اجزاء موجود ہوں۔ آپ نے یہ بھی مان لیا کہ فرقہ جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ فرقہ اہل سنت والجماعت دیوبندی کے مخالف ایک مستقل فرقہ ہے۔

اب آپ کس فیصلہ کے منتظر ہیں؟۔

آنکھیں اگر بند ہیں تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور ہے کیا آفتاب کا

مماتی ٹولہ کا ایک اور نرالہ جھوٹ۔

نوجوانان جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ دریا خان کی طرف سے جو اشتہار شائع ہوا ہے، اس میں مناظرہ میانوالی کے تحت یہ بھی لکھا ہے کہ۔

”۲ مارچ ۱۹۸۷ء کی تحریر حاجی محمد اختر (نمائندہ جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ) اور ریاست علی (نمائندہ خدام اہل سنت والجماعت) کے مابین طے ہوئی۔ جس میں فریقین کا عقیدہ لکھا ہوا ہے کہ حاجی محمد اختر اشاعتی، مدعی حیات انبیاء (برزخی) اور ریاست علی خدامی منکر حیات انبیاء ہے“۔

ہمارا مطالبہ ہے کہ وہ تحریر پیش کرو کہ جس میں لکھا ہے کہ ریاست علی خدامی

منکر حیات انبیاء ہے“؟۔

حقیقت یہ ہے کہ فریقین کی جو تحریر ہے اس کی عبارت حسب ذیل ہے۔

عبارت

”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ آج بروز پیر بتاریخ ۲ مارچ مابین محمد اختر ولد غلام حسین محلہ میانا اور حافظ ریاست علی صاحب عقیدہ حیات النبی ﷺ کے موضوع پر مناظرہ طے ہوا، یہ مناظرہ بتاریخ ۲۶ اپریل بمقام میانوالی شہر میں ہوگا، اور شرائط و مقام کا تعین صدر مناظرین مقامی حضرات کے مشورہ سے ۱۹ اپریل کو کرینگے۔

جناب محمد اختر صاحب کی جانب سے دعوٰی ہے کہ

”حضور اقدس ﷺ برزخ میں روحانی حیات کے ساتھ زندہ ہیں اور ریاست علی صاحب اس دعوٰی کا انکار کرتے ہیں، بلکہ وہ کہتے ہیں کہ آپ کی برزخ میں جسمانی حیات ہے (یعنی دنیوی)۔“

اس تحریر سے واضح ہے کہ حافظ ریاست علی صاحب نے اختر علی صاحب کے اس عقیدے کا انکار کیا ہے کہ حضور پاک ﷺ عالم برزخ میں صرف روحانی حیات کے ساتھ زندہ ہیں، اور اس کے بعد انہوں نے اپنا یہ عقیدہ لکھا ہے کہ

”اور برزخ میں جسمانی حیات ہے (یعنی دنیوی)“

لیکن مدعیان توحید نے یہ آخری عبارت اشتہار میں نہیں لکھی تا کہ ناواقف لوگ یہ سمجھیں کہ حافظ ریاست علی صاحب حیات انبیاء کے بالکل منکر ہیں۔ یہ ہے ان کا فراڈ اور جھوٹ۔ تو اس کے جواب میں سوائے۔

﴿لعنت اللہ علی الکاذبین﴾

کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

(۲) اشتہار میں جا بجا یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ ان کے مقابلہ میں مناظرہ کرانے

والے خدام اہل سنت تھے، اور یہ بھی انکا دجل ہے کیونکہ مناظرہ جنڈانوالہ کے محرک مولانا یوسف صاحب، مولانا قاری فتح محمد صاحب، اور مولانا حافظ محمد عباس صاحب جماعتی طور پر جمیعت علماء اسلام سے منسلک ہیں۔ اور مناظرہ دریا خان کے فریق جناب مولانا غلام فرید صاحب بھی جمیعت علماء اسلام سے جماعتی تعلق رکھتے ہیں۔ اور میانوالی کے حافظ ریاست علی صاحب بھی جمیعت علماء اسلام کے ہیں۔

ہاں البتہ جمیعت علماء اسلام کے دونوں گروپ چونکہ مسلکاً دیوبندی ہیں اور عقیدہ حیات انبیاء علیہم السلام میں وہ اکابر علماء دیوبند ہی کے متبع ہیں، اور خدام اہل سنت بھی سنی اور دیوبندی مسلک کی تبلیغ اور اس کے دفاع کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ اس لئے عقیدہ حیات النبی ﷺ کے مناظرہ میں وہ جمیعت علماء اسلام کے نمائندوں کی حمایت کرتے ہیں۔

مناظر اہل سنت والجماعت حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب بھی سنی اور دیوبندی مسلک حق کی طرف سے کامیاب مناظر ہیں، اس لئے دیوبندی مسلک کے علماء ان کو حسب ضرورت بلا لیتے ہیں۔

مماتیوں کے مشکل کشا، حضرت اوکاڑوی۔

بلکہ خود مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب نے بھی اہل حدیث کے ساتھ مناظرہ میں مولانا اوکاڑوی کو ہی مناظر تجویز کیا تھا اور خود اس مناظرہ کی صدارت کی تھی۔ تو ہمارا سوال یہ ہے کہ اس وقت تو مولانا اوکاڑوی صاحب صرف ماسٹر نہ تھے، بلکہ کامیاب ترین مناظر تھے اب شاہ صاحب کے مقابلے میں انکی کوئی حیثیت نہیں رہی۔

ایں چہ بوالعجب

جس طرح ان سے پہلے سنّی دیوبندی علماء میں مناظر اسلام حضرت مولانا

لال حسین صاحب اختر رئیس المناظرین تھے۔ اسی طرح ان کے بعد اب مولانا محمد امین صفدر صاحب مدظلہ رئیس المناظرین ہیں۔ اور اشاعت التوحید والسنۃ والے انکا نام سن کر ہی گھبرا جاتے ہیں۔

مشہور توحیدی مولوی، مولوی احمد سعید کنگڑ ہٹوی سے پوچھئے، راجن پور ضلع ڈیرہ غازی خان کے مناظرہ میں شکست فاش کھانے کے بعد کیا مولانا اوکاڑوی کے سامنے آنے کی جرأت کر سکتے ہیں؟۔ ان کی جگہ اب مولانا یونس صاحب کو بطور مناظر پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن ان کے دل سے پوچھئے کیا وہ مولانا اوکاڑوی صاحب سے مناظرہ کرنے کی ہمت رکھتے ہیں؟۔

آخری فیصلہ کی بات۔

مناظرہ دریا خان (بھکر) کا اقرار نامہ سرکاری اسٹام پر لکھا ہوا ہے، جس پر فریقین مولانا غلام فرید صاحب، اور مولانا شیخ غلام یٰسین صاحب کے دستخط ہیں، اور فریقین کے مناظرین مولانا محمد امین صفدر صاحب اور مولانا محمد یونس نعمانی (میانوالی) کے بھی دستخط ہیں۔ دونوں نے اپنا عقیدہ بھی لکھ دیا ہے۔ اب نوجوانان جمیعت اشاعۃ التوحید والسنۃ ہمت کریں اور دریا خان میں ہی فیصلہ کن مناظرہ کے لئے کوئی کامیاب سکیم بنائیں تا کہ یہ روز روز کا خلفشار ختم ہوجائے۔

وماعلینا الا البلاغ المبین۔